عورت

اسلام کے سائے میں

تالیف

مولانا عبد الرؤف ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

مجلس التحقیق الاسلامی

تلشی پور، بلرامپور، یوپی انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طبع دوم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین اما بعد:

عورت ابتدائے آفرینش سے آج تک موضوع بحث رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی اس لئے نہیں کہ وہ دلکش مخلوق ہے بلکہ اس لئے کہ وہ فطرت کا عنوان ہے اس کی شخصیت میں جو اعجوبگی ہے فہم انسانی اس کو اب تک سمجھنے سے قاصر رہی ہے نسل انسانی کی بقاء کا انحصار اس کی قربانیوں پر ہے زندگی کے زلزلوں میں اس کا سوز جگر اور جذبۂ ایثار باعث طمانیت ہے پہاڑوں کی پائیداری، سمندروں کا سکوت، صحراؤں کے طوفان اس کی اولوالعزم فطرت کی ایک مثال ہیں اس کے باوجود زمانہ کی ہر کروٹ، تاریخ کا ہر دور مذاہب کی مقدس رسمیں، تہذیب کی چمکتی کرنیں ہمیشہ اس سے انتقام کے درپے ہیں۔ یہودی، عیسائی، یونانی اور رومی عدالتوں نے کبھی اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ چین وایران، ہندوعرب ہی نہیں پوری نئی اور پرانی دنیا، نے اس سے زندگی کا حق چھیننے سے گریز نہیں کیا جب تاریخ گیتی کا ہر صفحہ خوں بار اور ہر سطر خوں چکاں نظر آنے لگی اور چشم فطرت سے اس کی مظلومیت دیکھی نہ جاسکی تو رحمت خداوندی نے اسے اسلام کے دامن میں پناہ دی اس کی غلامانہ خرید وفروخت اور زندہ درگور کا دروازہ بند کیا اسے وراثت میں محروم ہونے سے بچایا۔ ستی کی آگ

سے نکال کر دوبارہ گلزار ہستی میں جلوہ افروز کیا۔ معاشرہ کے اندر اسے مساوی اور واجبی حقوق ادا کئے اس کی فطرت کے مطابق اس کے لئے دائرۂ اختیار متعین کیا اور ایسے بھی ضوابط وقوانین اس کے حق میں وضع کئے کہ وہ اپنے صنف مقابل کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکے وہ کانٹا نہیں پھول بن کر رہے خادمہ نہیں مخدوم ومحترم بن کر جئے صرف یہ جہاں ناپائیدار نہیں بلکہ بہشت جاوداں کو اس کے قدموں کے نیچے بچھا دیا یہ محض تخیل نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اسلام نے عورت سے متعلق کسی ایک مسئلہ کو نہیں اس کی مظلومیت کی فقط ایک داستان کو نہیں اس کے حقوق ومراتب کو محض ایک دفعہ کو نہیں بلکہ اسکی زندگی سے متعلق تمام طلب وتقاضے دستور وضوابط مسائل واحکام کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور بتایا کہ عورت کس طرح اپنے علوِ مرتبت کی حفاظت کرے اپنے رہن سہن، وضع قطع، لباس و پوشاک، اپنے رفتار وگفتار اور دل ونگاہ پر کس طرح قابو رکھے کہ ماضی میں اپنے اوپر مسلط ہونے والے ہر آسیب سے محفوظ ومصؤن رہے۔

یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب اور دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں اسلام کو فخر حاصل ہے یہ اسلام ہی کے اثرات ہیں جو ساری دنیا میں عالم اسلام کی زیر بار احسان ہیں اسلام نے یہ زرّیں کارنامہ آج سے چودہ سوسال قبل انجام دیا جب کہ پوری دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور طبقہ نسواں کو شرفِ انسانیت سے محروم کر دیا تھا اسلام نے اسے معاشی ضمانت ہی نہیں دی بلکہ سماجی و معاشرتی لحاظ سے بھی بہت ہی اونچا مقام عطا کیا۔

اسلام نے ہی صرف عورت اور مرد کے سماجی وجنسی تعلقات کے لئے صحیح بنیادیں فراہم کی ہیں ان بنیادوں پر جو تعلقات استوار کئے جائیں گے یقیناً وہ کامیاب ہوں گے ان کے علاوہ جس اساس پر بھی یہ تعلقات قائم ہوں گے ان کی ناکامی یقینی ہے یہی وجہ ہے کہ عورت اور مرد کے غلط رشتہ نے موجودہ تہذیب کی بنیادیں ہلادی ہیں اور انسان کو ایسے مقام پر لا کھڑا کردیا ہے جہاں سکون اور چین کے ہزار سامان کے باوجود وہ ان سے محروم ہیں اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عورت اور مرد کی سماجی معاشی، معاشرتی وجنسی تعلقات کو استوار کیا جائے تاکہ موجودہ بحران سے نجات مل سکے۔

کوشش کی گئی ہے کہ جو بات کہی جائے قرآن وحدیث کی روشنی میں کہی جائے اور تحقیق واسناد کے ساتھ کہی جائے اس کے باوجود بشری کوتاہی کا احتمال ہے جہاں کوئی خامی محسوس کریں اس سے آگاہ فرمائیں، آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

اسلامی تہذیب کی پروردہ خواتین کیسی تھیں اس کی ایک جھلک آپ اس کتاب میں دیکھیں گے افسوس آج کی مسلم خواتین میں اسلامی تہذیب کے وہ جواہر پارے نہ رہے اور نہ ان قدروں وخوبیوں کی حامل رہیں کیونکہ مغربی تہذیب کے یلغار نے وہ سانچے توڑ ڈالے جہاں سے یہ پاکباز خواتین ڈھل ڈھل کر نکلتی تھیں۔ اس کتاب کے لکھنے کے دیگر مقاصد میں یہ مقصد بھی ہے کہ ان مٹی ہوئی صورتوں کی ایک جھلک انہیں دکھادوں کہ قرآن وحدیث نے ان کے لئے کیا راہ

عمل متعین کیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے لئے شائقین حضرات کا شدید تقاضا تھا الحمدللہ آج اس کی تکمیل ہورہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ناچیز کی کوشش قبول فرمائے اور اسے شرف قبولیت سے نوازے اور معاونین کرام کو اس کا بھرپور صلہ دے۔ اور ہماری خواتین میں وہی جذبہ وعمل اور وہی صلاحیتیں لوٹ آئیں جو دور اول کی خواتین میں تھیں (آمین)

والسلام

عبد الرؤف ندوی

تلشی پور، بلرام پور، یوپی

یکم جون ۲۰۰۴ء

۞۞۞

سلسلۂ مطبوعات (۲۱)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... عورت اسلام کے سائے میں

نام مصنف .... مولانا عبدالرؤف ندوی

سال اشاعت طبع اول .... ۱۹۹۸ء دو ہزار

سال اشاعت طبع دوم .... ۲۰۰ء دو ہزار

صفحات ۳۲۰

کمپوزنگ .... شمیم احمد ندوی

مطبع ....

ملنے کے پتے

- محمد ظفر محمدی محلّہ پوروہ تلشی پور ضلع بلرامپور یوپی ۲۷۱۲۰۸
  کوڈ:05264 فون:244008
- مکتبہ جریدہ ترجمان اہل حدیث منزل ۴۱۱۶ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب وارانسی یوپی
- مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴، اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عناوین

عناوین	صفحہ
☆طبع دوم	۱۱
عورت کی مختصر تاریخ	۱۵
☆عورت اور عیسائی مذہب	۱۶
☆عورت اور یہودیت	۱۸
☆عورت اور یونانی قانون	۱۸
☆عورت اور رومی قانون	۱۹
☆عورت اور بدھ مذہب	۲۰
☆عورت اور چین	۲۱
☆عورت اور ہندو دھرم	۲۱
☆عورت اور عرب	۲۸
☆زمانہ جاہلیت کے ازدواجی رشتے	۳۲
عورت اور اسلام	۳۷
☆انسانی حیثیت	۴۵
☆ایمانی حیثیت	۴۵
☆شخصیت کا احترام	۴۶
☆معیار بزرگی ایمان وعمل	۴۶

☆حقوق میں مساوات	۴۹
☆وراثت کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	۵۰
☆ مشترک قانون	۵۴
نکاح کی ترغیب	۵۶
☆ نکاح کرنے والوں سے وعدہ	۵۸
☆قوت مردمی ختم کرنے کی ممانعت	۶۲
☆کفاءت	۶۴
☆فرضیت مَہر	۷۰
☆معمولی مَہر کی فضیلت	۷۰
☆مَہر عورت کا حق ہے	۷۲
☆مَہر کے بغیر خلوت نہ کرے	۷۲
☆مجرّدانہ زندگی گذارنے کی ممانعت	۷۳
☆چار بیویاں رکھنے کی اجازت	۷۴
☆غیر اقوام میں تعدد ازدواج کی اجازت	۷۸
☆مرد اور عورت کی جسمانی ساخت	۸۱
☆امام ابن القیم الجوزیہ کا گرانقدر تبصرہ	۸۴
☆مغربی مفکرین کا تبصرہ	۸۵
عورت کے لئے عقد ثانی کی تاکید	۸۹
☆تحریک شہیدین اور نکاح بیوگان	۹۲

☆ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ۹۳

مسئلہ طلاق ۹۹

☆ بے جا اعتراض ۱۰۰

☆ اصول و ہدایات ۱۰۱

☆ وقوع طلاق کی بعض شرطیں ۱۰۴

☆ حق طلاق ۱۰۵

☆ اہم اصلاحات ۱۰۸

☆ بلاوجہ طلاق ۱۰۹

☆ طلاق دینے کا شرعی طریقہ ۱۱۱

☆ تین طلاق دینے کا شرعی طریقہ ۱۱۱

☆ خلع ۱۱۲

☆ بلا وجہ خلع کرانے پر وعید ۱۱۳

☆ عدت خلع ۱۱۳

☆ اکٹھی تین طلاقوں کی شرعی حیثیت ۱۱۴

☆ ایک مجلس کی تین طلاق کا شرعی حکم ۱۱۴

☆ عدت ۱۱۶

☆ عورت صرف شرعی طریقہ پر حلال ہوتی ہے ۱۱۸

حلالہ ۱۲۰

حیض ۱۲۳

☆ حکمت حیض ۱۲۴

☆ حیض کا وقت ۱۲۴

☆ حیض کے دنوں میں خون کی تعیین ۱۲۴

☆ حاملہ کا حیض ۱۲۵

☆ احکام حیض ۱۲۵

☆ حائضہ سے جماع کا حکم ۱۲۶

استحاضہ ۱۲۷

☆ مستحاضہ کے حالات ۱۲۷

☆ استحاضہ کے احکام ۱۲۸

نفاس ۱۲۹

☆ نفاس کی کم سے کم مدت ۱۲۹

☆ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ۱۲۹

☆ نفاس کے احکام ۱۲۹

فیملی پلاننگ ۱۳۱

☆ ایک سیمنار کی تجاویز ۱۳۲

☆ نلکی بچہ کی شرعی حیثیت ۱۳۴

حقوق زوجین ۱۳۷

☆ بیوی کے حقوق ۱۳۷

☆ ایک واقعہ ۱۴۳

☆ دوسرا واقعہ ۱۴۴
☆ خاوند کے حقوق ۱۴۵
☆ حُسن معاشرت کا ایک تازہ واقعہ ۱۵۴
☆ شوہر اور والدین کے حقوق کے مابین تطبیق ۱۵۵
☆ خاوند کی اطاعت کا دائرہ ۱۵۶
☆ عورت اور منصب امامت ۱۵۷
خدمت حدیث میں خواتین اسلام کا حصہ ۱۵۹
☆ صحابیات ۱۵۹
☆ مسانید صحابیات ۱۶۲
☆ تصنیفی خدمات ۱۶۳
خواتین اسلام علم وعمل کے میدان میں ۱۶۵
☆ عبادت ۱۶۵
☆ متقی و پرہیز گار خواتین ۱۶۸
☆ دین کی مدافعت اور اس کی ترغیب ۱۷۱
☆ حق گوئی و بے باکی ۱۷۳
☆ ایثار وسخاوت ۱۷۹
☆ روزہ کا شوق ۱۸۴
☆ خیرات و انفاق ۱۸۵
☆ حج اور عمرہ ۱۸۹

☆ علم وفضل ۱۹۱
☆ دعوت وتبلیغ ۲۰۱
☆ اولاد کی تربیت ۲۰۴
☆ اولاد سے محبت ۲۱۲
☆ ایک واقعہ ۲۱۴
☆ اولاد کی موت پر صبر ۲۱۵
☆ مہمان نوازی ۲۱۶
☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ۲۱۷
اسلام کا نظام عفت و عصمت ۲۱۹
☆ حیاء ۲۱۹
☆ دل کے چور ۲۲۱
☆ فتنۂ نظر ۲۲۲
☆ سماع پر پابندی ۲۲۵
☆ فتنۂ زباں ۲۲۶
☆ فتنۂ آواز ۲۲۷
☆ جذبہ نمائش حُسن ۲۲۸
☆ فتنۂ خوشبو ۲۲۹
☆ فتنۂ عریانی ۲۳۰
☆ استیذان ۲۳۳

☆ تخلیہ اور لمس کی ممانعت ۲۳۵

☆ اختلاط سے اجتناب ۲۳۸

☆ بیسوائی کے پیشہ پر قدغن ۲۴۱

☆ آزادانہ اختلاط پر پابندی ۲۴۳

☆ زنا حرام ہے ۲۴۸

☆ پڑوسن کے ساتھ زنا ۲۵۰

☆ تعزیر ۲۵۱

☆ رجم اور کوڑوں کی سزا ۲۵۳

خواتین کی عزت و ناموس ۲۵۶

پردے کے آداب و احکام ۲۷۳

☆ پردہ یا لباس کیسا ہو؟ ۲۷۶

☆ پردہ یا حجاب کا مفہوم ۲۸۱

☆ پردے کی آیات اور ان کا مفہوم ۲۸۱

☆ الوقرُ فی البیت کا مفہوم ۲۸۲

☆ تبرّج کیا ہے؟ ۲۸۳

☆ جلابیب کے معنی ۲۸۴

☆ چہرہ کا حکم ۲۸۶

☆ دوزخی عورتیں ۲۸۷

☆ کاسیاتٌ عاریاتٌ ۲۸۸

☆ اجنبی یا غیر محرم کون ہے؟ ۲۸۹

☆ غیر محرم ڈاکٹر سے عورت کا علاج ۲۹۰

☆ ایک خاندان کے درمیان پردے کا معاملہ ۲۹۱

☆ ایک واقعہ ۲۹۲

گھر سے باہر نکلنے کے آداب و شرائط ۲۹۴

☆ گھر سے باہر سعی و جہد کی اجازت ۲۹۶

☆ کاشتکاری ۲۹۶

☆ تجارت ۲۹۷

☆ حاجات کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت ۲۹۸

☆ مسجد میں آنے کی شرائط ۲۹۹

☆ حج میں شرکت ۳۰۲

☆ عیدین وغزوات میں شرکت ۳۰۳

☆ خرافات ومنکرات ۳۰۵

عَورَتْ کی مختصر تاریخ

دور حاضر میں اسلام کے خلاف یہ آواز بڑی شدت کے ساتھ اٹھائی جارہی ہے کہ وہ عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی سے پیش آرہا ہے اور اسلام میں عورت کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے حالانکہ ادیان عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو عورت کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے جب کہ دور جاہلیت میں نسوانی حرمت پامال ہورہی تھی ان کی حیثیت راہ کے پتھر سے زیادہ نہ تھی ان کو سماج میں کوئی حیثیت حاصل نہ تھی اس وقت اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا اس کے نتیجہ میں فکر ونظر کی دنیا بدل گئی اور سیرت وکردار میں انقلاب آگیا انسان نے نئے ڈھنگ سے سوچنا شروع کیا اور اس کی زندگی نے نیا رخ اختیار کیا اسی کا ایک درخشاں پہلو یہ بھی ہے کہ عورت کے بارے میں اس کا پورا نقطۂ نظر اور عملی رویہ بدل گیا اور عورت ومرد کے تعلقات نئی بنیادوں پر قائم ہوئے۔

اسلامی نقطۂ نظر کی توضیح سے قبل مناسب ہوگا کہ ایک نظر ان احکام وقوانین پر ڈال لی جائے جن کو مختلف مذاہب کے ماننے والوں یا دیگر سماجی مصلحین

نے عورتوں کے حق میں نافذ کیا تھا۔

عورت اور عیسائی مذہب: دنیا کے ایک نہایت مشہور اور ترقی یافتہ قوم کے اختیار کردہ مذہب عیسائیت میں آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ایسی اہم ضرورت کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں دی گئی ہے اس حقیقت کا انکشاف کسی اور نے نہیں خود ایک عیسائی محقق ....اخلاق و مذاہب انسائیکلو پیڈیا (Encyclopadia of Religion and ethics) کے مقالہ نگار نے کیا، وہ لکھتا ہے ''عہد نامہ جدید میں شادی کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں'' پھر آگے چل کر لکھتا ہے: ۔انجیل میں دراصل شادی کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔۱؎ کچھ اور آگے بڑھ کر اس نے یہ حقیقت تسلیم کی کہ عیسائیت میں شادی کی کوئی ایسی رسم نہیں جو قدیم رومی رسم ورواج میں نہ پائی جاتی ہو۔۲؎

ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد یہ نتیجہ نکالنا بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ عیسائی مذہب ازدواجی رشتہ کی تفصیلی ہدایات سے خالی اور تمام یا اکثر تفصیلات میں قدیم رومی رسم ورواج کا مجموعہ اور بس اسی سے عبارت ہے مزید برآں یہ کہ عورت کے احترام اور اس سے جنسی تعلق قائم کرنے میں غیرت وحیاء کا بہت کم لحاظ بلکہ اس کا فقدان ملتا ہے اس بارے میں بھی کسی غیر عیسائی کا نہیں بلکہ مشہور عیسائی انگریز فلسفی ہربرٹ سپنسر کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے وہ کہتا ہے۔

''گیارہویں اور پندرہویں صدی کے درمیان (یعنی ظہور اسلام

۱؎ انسائیکلوپیڈیا ۴۲۳/۸

۲؎ انسائیکلوپیڈیا ۴۳۵/۸

سے آٹھ یا نو سو سال بعد تک) انگلستان میں عام طور پر بیویاں فروخت کی جاتی تھیں ۔ گیارہویں صدی کے آخر میں عیسائی مذہبی عدالتوں نے ایک قانون کو رواج دیا جس میں شوہر کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کسی دوسرے شخص کو عاریتاً دے سکتا ہے جتنی مدت کے لئے وہ چاہے۔''

اس سے بھی زیادہ شرمناک اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ''مذہبی وروحانی پیشواؤں کو کسانوں کی نئی نویلی دلہن چوبیس گھنٹہ تک اپنے پاس رکھنے اور اس سے لُطف اندوز ہونے کا حق حاصل تھا۔'' ١

سب سے بڑھ کر عجیب تر یہ انکشاف ہے کہ ١٨٠٥ء تک انگلستانی قانون کی رو سے شوہر کو بیوی کے فروخت کرنے کا پورا اختیار تھا اور اسکی قیمت بھی قانوناً مقرر تھی وہ اتنی حقیر تھی کہ جسے لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے یعنی صرف چھ پنس (آدھا شلنگ یعنی تقریباً آٹھ آنے)

ابھی حال ہی میں (چند سال قبل) اٹلی میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو فروخت کیا اور قیمت بالاقساط لینا طے ہوا۔ جب خریدار نے آخری قسطوں کے ادا کرنے میں سستی کی تو بیچنے والے شوہر نے اس عورت (بیوی) کو قتل کر دیا۔ ٢

عیسائیت کے پجاری پولوس نے کہا کہ۔

''عورت ہی کے ذریعہ گناہ دنیا میں آیا اور عورت ہی کے طفیل میں ہم کو موت دیکھنی پڑی۔''

اسی طرح برنارڈ انٹونی جیروم نے کہا کہ۔

---

١ المرأة بین الفقہ والقانون ص:٢١١
٢ المرأة بین الفقہ والقانون ص:١١

''عورت شیطان کا آلہ، شیطان کے ہتھیاروں کی جڑ، شیطان کا دروازہ، بچھو برائیوں کی سڑک اور بھڑوں کا ڈنک ہے۔''

پادری سوسٹام کہتا ہے کہ۔

''عورت ایک ایسا شر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے ایک ایسی آفت ہے جسے سب چاہتے ہیں یہ گھر اور خاندان کے لئے خطرہ ہے اسکی حیثیت ''محبوب قاتل'' اور نظر ''فریب مصیبت'' کی ہے۔

نصرانیوں کا عورت کے بارے میں یہ خیال بھی ہے کہ وہ نجات کی مستحق نہیں لیکن حضرت مریم علیہا السلام کو وہ لوگ نجات کا مستحق سمجھتے ہیں۔ ١

عورت اور یہودیت: یہودی عام طور پر عورت کو لعنت تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اسی نے آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا توراۃ میں مذکور ہے کہ اللہ کے نزدیک جو شخص نیک ہے وہ عورت سے محفوظ رہے گا۔ ہزار میں ایک مرد تو مل سکتا ہے لیکن عورت ایک بھی نہیں مل سکتی (یعنی اچھے اوصاف سے متصف) ٢

عورت اور یونانی قانون: یونانی قانون میں عورت کی حیثیت ایک معمولی سامان کی سی تھی جس کی بازاروں میں آزادانہ خرید وفروخت ہوتی ٣ اسے مطلق آزادی حاصل نہ تھی، نہ شہری حقوق میراث بھی نہیں دی جاتی تھی پوری زندگی وہ

---

١ بحوالہ خاتون اسلام ص:٢٣٥
٢ المرأة بین الفقہ والقانون ص:١٩
٣ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صابونی نے اپنی کتاب ''مدیٔ حریة الزوجین'':١/٢٧ میں اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ باپ بیٹی کو فروخت کرتا اور ہونے والا شوہر اسے خریدتا۔

کسی نہ کسی مرد کے پنجہ میں گرفتار بلا رہتی۔شادی سے قبل سرپرست کے،شادی کے بعد شوہر کے پنجۂ استبداد میں رہتی نہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی تھی نہ جان میں۔

لیکن جب یونانی تمدن کے شباب کا زمانہ آیا تو عورت کو ایسی آزادی ملی کہ وہ شمعِ محفل اور رونق انجمن بن گئی جس کے نتیجہ میں بے حیائی و بے غیرتی اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ گئی کہ قحبہ خانے ہی سیاست و ادب کے مراکز بن گئے اور بالآخر ''دیوی'' کی حیثیت حاصل ہوگئی پھر کیا تھا برہنہ تصویریں جبین نیاز کا آستانہ بنیں۔[1]

عورت اور رومی قانون: قدیم رومی قانون کا یہ پہلو بھی عجیب و غریب اور بڑا وحشیانہ تھا کہ اس میں کنبہ کے سربراہ کو تمام کنبہ کے لوگوں پر انتہا درجہ کے تصرف کا اختیار حاصل تھا کہ وہ نہ صرف اپنی بیوی بلکہ بہو بیٹیوں اور پوتوں کو فروخت اور جلاوطن کرنے کا اختیار رکھتا اور ہر طرح کی ایذاء پہونچانے حتی کہ قتل کرنے کا بھی مجاز تھا۔ مدت دراز بعد جسٹینین نے اصلاحات کیں۔لیکن ان اصلاحات کے بعد بھی عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایسے بندھن میں بندھ جاتی تھی جس سے پورے طور پر شوہر کو بالادستی حاصل ہوتی اس عقد کا نام ہی سرداری قبول کرلینا تھا ''اتفاق السیادۃ'' اور یہ تین طریقوں سے وجود میں آتا۔

(۱) کسی مجلس میں باقاعدہ مذہبی شخصیت کے ذریعہ۔

(۲) خفیہ خریداری کے ذریعہ۔

۱؎ ایضاً ص:۱۳،۱۴ بحوالۂ معاشرتی مسائل ص:۷۲

(۳) کامل ایک سال تک دونوں کے ساتھ رہنے سہنے کی بناء پر۔

اس روشن اور ترقی یافتہ زمانہ میں بھی ان تینوں طریقوں سے عورت پر تصرف کا حق سرپرست سے شوہر کی طرف منتقل ہوجایا کرتا تھا اور شوہر ان تمام اختیارات کا مالک ہوجاتا جو سرپرست کو حاصل ہوتے۔[1]

عورت اور بُدھ مذہب: گوتم بدھ سے ان کے چچا زاد بھائی آنند نے ایک مرتبہ پوچھا کہ۔عورتوں کے ساتھ ان کا معاملہ کیسا ہونا چاہئے؟

گوتم بدھ نے جواب دیا کہ ان کی طرف نہ دیکھو۔

آنند نے کہا کہ اگر دیکھنا ضروری ہوتو؟

گوتم بُدھ نے کہا بات نہ کرو۔

آنند نے پوچھا کہ اگر وہ خود ہمیں مخاطب کریں؟

گوتم بدھ نے جواب دیا کہ پھر ان سے بہت بچ کر رہنا چاہئے۔

پھر آنند کے اصرار پر بُدھ نے عورت کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کی اجازت دے دی لیکن اسے معاشرہ کے لئے خطرہ تصور کرتا رہا۔

ایک بار بُدھ نے آنند سے کہا کہ اگر ہم عورتوں کو اپنی جماعت میں شامل نہ کرتے تو مذہب زیادہ دنوں تک خالص رہتا اور اب جب عورت ہمارے درمیان داخل ہوچکی ہے تو مذہب زیادہ دیر تک خالص نہیں رہ سکتا۔[2]

۱؎ المراۃ بین الفقہ والقانون ص:۱۵،۱۶ از ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی

۲؎ ادیان الہند الکبریٰ ص:۱۷۵

عورت اور چین: چینی مصلح کنفیوشیس کا قول ہے کہ عورت مرد کی تابع ہے اور اس کا کام مرد کی حکم برداری ہے۔ ۱؎

عورت اور ایران: ایک روسی ادیب (احمد اغاییف) کے بیان کے مطابق ایرانی قانون میں ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح بھی جائز تھا حیض کے ایام میں ایرانی لوگ اپنی عورتوں کو گھروں سے باہر خیمے میں رکھا کرتے تھے کوئی ان سے ملتا جلتا بھی نہیں تھا، خادم ان کے پاس جاتے تھے تو آنکھ کان اور ناک پر کپڑا لپیٹ لیا کرتے تھے اسی طرح ایرانی عورت مرد کے مکمل تسلط میں تھی مرد کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ بغیر روک ٹوک عورت پر موت کا حکم لگا دے۔ ۲؎

عورت اور ہندو دھرم: ہندو دھرم جو دراصل رسم و رواج اور ایک خاص طرز زندگی کا نام ہے اس میں شادی بیاہ کے بارے میں اگرچہ مفصل ہدایات ملتی ہیں مگر عورت کی عفت اور اس کے کسی ایک ہی مرد کے ساتھ مخصوص رہنے کا تصور اتنا صاف ستھرا اور قوی نہیں ملتا کہ عورت میں شرکت کا امکان ختم ہو جائے۔ یا شادی کے بغیر اس سے جنسی تعلق کی گنجائش قطعاً باقی نہ رہتی ہو اس کے علاوہ یہ کہ اس مذہب میں ازدواجی تعلق کو ناقابل انقطاع مانا گیا ہے اور طلاق کی ضرورت کا کوئی حل نہیں پیش کیا گیا پھر شادیوں کی اتنی قسمیں ملتی ہیں کہ جن کی موجودگی

۱؎ استاذ المرأۃ ص:۱۱
۲؎ اسلام میں عورت کے حقوق بحوالۂ خواتین اسلام ص:۲۰

میں ''جنسی تعلق'' پر ناجائز ہونے کا اطلاق بھی محدود ہو جاتا ہے نیز عورت کی آزادی بالکل چھن جاتی ہے اسی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے ''سمرتی'' میں آٹھ قسم کی شادیوں کو تسلیم کیا گیا ۱؎ ان میں سے ایک قسم کا نام اسورا(ASURA) ہے یہ طریقہ جنگجو اور نچلی ذات کے لوگوں میں رائج تھا جس میں عورت کو خریدا جاتا تھا۔

اسی طرح ایک قسم کا نام راکشش(RAKSASA) ہے جس میں عورت پر زبردستی قبضہ کر لیا جاتا تھا۔

یہاں ہندو مذہب کی معتبر و مشہور کتاب منوسمرتی ۲؎ (اردو ترجمہ) سے براہ راست بھی کچھ دفعات نقل کی جاتی ہیں کہ جن سے ہندو مذہب کے اندر رشتۂ ازدواج اور جنسی تعلق کی متعدد صورتوں کا پتہ چلتا ہے اور عورت کی حیثیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

منوسمرتی ادھیائے ۹ رسلسلہ ۲ میں ہے۔ رات دن عورت کو پتی کے ذریعہ سے بے اختیار رکھنا چاہئے۔

منوسمرتی ادھیائے ۵۸ اگر اولاد نہ ہو تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے اجازت لے کر مالک کے خاندان کے رشتہ دار یا دیور سے اولاد پیدا کرے۔

منوسمرتی ادھیائے ۵۹ والد کا حکم پا کر بدن میں گھی لگا کر خاموش ہو کر بیوہ عورت سے لڑکا پیدا کرے، سوائے ایک لڑکے کے دوسرا کبھی نہ پیدا کرے۔

۱؎ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۴۵۱ بحوالہ معاشرتی مسائل ص:۷۴، ۷۵
۲؎ اردو ترجمہ منوسمرتی شائع کردہ بھائی تاراچند چھبر بک سیلر لاہوری گیٹ۔ لاہور

منوسمرتی ادھیائے ۶۰ بہت سے اچارج (وید کے عالم) بیوہ عورت سے دوسری اولاد کو بھی جائز اور دھرم کے موافق جنتے (جانتے) ہیں کیونکہ ایک سنتان (اولاد) بعض حالتوں میں نفی کے برابر ہوتی ہے (ص:۱۷۷)

منوسمرتی ادھیائے ۶۸ جس دختر کو کسی کو زبان سے دینے کو کہہ چکے اور وہ شخص جس کو دینے کو کہا قبل شادی ہونے کے مر گیا تو اس کا برادر حقیقی اس دختر کی شادی مطابق طریقۂ ذیل سے کرے ص:(۱۷۸)

منوسمرتی ادھیائے ۶۹ پاکی سے برت کرنے والی سفید کپڑے پہنے ہوئے کنیا کا بورہ شاستری کی رِیت (طریقہ) سے کر کے اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کی ہوگی جس کو وہ دختر زبانی اقرار پر پہلے دی گئی (ص:۱۷۸)

منوسمرتی ادھیائے ۹ سلسلہ ۱۱۹ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی زوجہ سے بیٹا پیدا کرے تو اس بیٹے کے ساتھ چاچا لوگ برابر تقسیم حصہ کریں (ص:۱۸۲)

شادی کی ان غیر مہذب بلکہ حیاء سوز شکلوں کے علاوہ ہندو مذہب میں شوہر کی موجودگی میں ہی دوسرے شخص سے عورت کو نیوگ (عارضی شادی) کرنے کی اجازت ہونے کا ذکر بھی ہندو مذہب سے متعلق معتبر کتابوں میں ملتا ہے اور یہ طریقہ مذہباً ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہندو مذہب کے ماضی قریب کے مشہور مصلح اور آریہ سماج کے بانی ولیڈر سوامی دیانند سرسوتی نے اپنے لکچروں میں بغیر کسی تردید کے بلکہ تاکید کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

یہاں سوامی جی مذکور کے شہر پونا میں دیئے گئے پندرہ لکچروں کے مجموعہ ''

اپدیش منجری'' کے بارہویں ویاکھیاں سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے مندجہ بالا حقیقت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

بعض حالتوں میں خاوند کی زندگی میں بھی نیوگ کی اجازت ملتی تھی نیوگ دس مرتبہ کرنے کی اجازت تھی۔

اس کے بعد سوامی جی اپنی بات کی تائید میں حوالے دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

''دیاس جی نے وچتر ویریہ کی دونوں عورتوں سے جو کہ ''بدھوا'' تھی نیوگ کی تھا منوجی نے بھی نیوگ کی اجازت دی ہے پرانے آریہ لوگوں میں خاوند کی زندگی میں بھی نیوگ ہوتا تھا اس کی تائید میں مہابھارت کی بہت سی تمثیلیں پیش کی جاسکتی ہیں دیاس جی کے بڑے پنڈت اور دھرماتما تھے انہوں نے چتر آمگذ ادو چتر ویریہ ان دونوں کی استریوں سے نیوگ کیا۔ اور ان میں سے ایک کے بطن سے ''پانڈو'' پیدا ہوئے اور یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ پانڈوں کی موجودگی میں ہی اس کی استری نے دوسرے مرد کے ساتھ نیوگ کیا۔ اس طرح اس وقت میں نیوگ کا پرچار تھا۔''

یہ سب کچھ سنانے کے بعد بھی سوامی جی اس پر شرمسار یا ملول نہیں ہیں اس کے برعکس وہ نہ صرف یہ کہ موجودہ زمانہ میں اس رواج کے کم یا ختم ہو جانے پر دلی رنج اور نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہندوؤں میں اخلاقی بگاڑ کا (نیوگ کے ترک کو) ایک اہم سبب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی لکچر میں یہ بھی ملتا ہے۔

اب اس وقت میں نیوگ اور پُنر وواہ دونوں کے بند ہو جانے سے آج

کل آریہ لوگوں میں جو بھڑشٹا چار (خرابیاں) پھیلا ہوا ہے وہ آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں۔[۱]

سوامی جی اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وہ تو پُنر وواہ (دائمی مدت کی شادی کے مقابلہ میں نیوگ (عارضی شادی) کو ترجیح دیتے اور اسے مفید بتاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اسی لکچر کے دوران صاف صاف کہا ہے۔[۲]

''آریہ لوگوں میں بِدھوا وواہ کی بہ نسبت نیوگ اچھا ہے کیونکہ اگر بِدھوا وواہ کی اجازت مل جاوے تو عورتیں اپنے خاوندوں کو زہر دے کر مارنا شروع کردیں۔''

مزید لُطف یہ ہے کہ اگر شادی شدہ عورت نیوگ کرتی ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد پہلے خاوند ہی کی سمجھی جاتی ہے نہ کہ موجودہ کی۔ سوامی جی نے اپنے اسی لکچر میں پُنر وواہ اور نیوگ کا فرق بتاتے ہوئے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔

''یہاں پر بعض لوگ یہ سوال کریں گے کہ ''نیوگ اور پُنر وواہ میں کیا فرق ہے؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ پنر وواہ سے مرد اور عورت کا تعلق عمر بھر کے لئے ہوجاتا ہے لیکن اس کے برخلاف نیوگ[۳] کا تعلق صرف ایک یا دو اولاد کے پیدا کرنے تک رہتا ہے اس کے بعد عورت اور مرد کا آپس میں کوئی تعلق نہیں رہتا اور وہ ایک یا دو اولاد پہلے خاوند ہی کی سمجھی جاتی ہیں اور اسی کا نام چلاتی ہیں۔''[۴]

---

[۱] اپدیش منجری ص:۱۰۸ شائع کردہ سکریٹری آریہ منڈل کیرانہ (ضلع مظفر نگر)
[۲] ایضاً ص:۱۰۷
[۳] جان ڈی مین نے قانون رواج ہنود میں نیوگ کی یہ تعریف کی ہے۔ دوسرے کی زوجہ سے بچہ جنانے کا عام رواج نیوگ کے نام سے موسوم تھا۔ ج:۱ص:۱۰۶
[۴] اپدیش منجری ص:۱۰۷ سطر ۱ تا ۶

اس پر مستزاد یہ کہ عورت اصل دائمی شوہر کے علاوہ ایک دو ہی سے نہیں دس مردوں سے نیوگ کرسکتی ہے جیسا کے سوامی جی نے ''رگوید'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اے عورت! تو بیاہے خاوند سمیت گیارہویں خاوند تک نیوگ کر۔[۱]

اس معاشرتی نظام کو اگر اسے نظام کہنا درست ہو تو لازمی تقاضا تھا کہ ایک عورت کا بیک وقت کئی کئی مردوں سے جنسی تعلق قائم کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہ رہے بلکہ ایک درجہ میں حوصلہ افزائی کے لائق کام سمجھا جائے اور اس کے نتیجہ میں عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مرد کے تصرف میں لانے کا رواج پڑ جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا ثبوت خود ہندو مذہب کی معتبر بلکہ مقدس کتابوں اور تاریخوں سے ملتا ہے اس بارے میں یہاں مشہور انگریز قانون داں جان۔ ڈی۔ مین کی کتاب کے مستند اردو ترجمہ قانون و رواج ہنود سے کچھ اقتباس پیش کئے جا رہے ہیں۔

''اس نظام کی چند خصوصیات کی وجہ وہ طریقہ تھا جس سے ایک عورت متعدد شوہروں سے تعلق رکھ سکتی تھی۔''[۲]

آگے چل کر مصنف نے ہندوؤں کی مختلف قوموں کے اندر اس رواج کی

---

[۱] ''رگوید آدمی بھاشیہ بھومکا'' کا مستند اردو ترجمہ ص:۲۱۳ سطر ۱۵،۱۶ لکشمن آریو پدیشک مطبوعہ دیوان پریس لاہور
[۲] قانون رواج ہنود جلد اول باب چہارم ص:۹۲ مترجمہ مولوی اکبر علی صاحب موسوی بی۔ اے آنرز۔ ایل ایل بی ریڈیو شعبۂ قانون جامعہ عثمانیہ حیدر آباد۔ اشاعت ۱۹۴۱ء

موجودگی کے ثبوت کے طور پر بہت سی مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں وہ غیر آریہ اقوام میں متعدد شوہروں کا رواج عنوان قائم کر کے بتاتا ہے۔[1]

ہندوستانی کی غیر آریہ اقوام میں یہ طریقہ پہلے بھی تھا اور اب بھی موجود ہے نائروں میں شادی کے بعد عورت اپنے ہی گھر میں رہتی ہے اور اپنی مرضی کے موافق متعدد سے آشنائی کرتی ہے۔ مدورا کے مغربی کناروں میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت کے دو یا آٹھ یا دس شوہر ہوتے ہیں (ص: ۹۳) نیلگری کے ٹوڈوں میں بھی زوجہ تمام بھائیوں کی جائداد ہوتی ہے۔ (ص:۹۴)

غیر آرین اقوام ہی میں نہیں آرین اقوام میں بھی کئی شوہروں سے شادی کا طریقہ رائج ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے چنانچہ اس میں یہ بھی ملتا ہے۔

"ہمالیہ کی وادیوں میں کئی شوہروں سے شادی کرنے کا طریقہ اپنے قدیم اور نہایت سادہ رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ ممالک شمالی مغربی کے بدھ اور برہمن قبیلوں میں بھی یہ چیز دکھائی دیتی ہے شمالی ہند کی وادیوں میں بھی اس رواج کے علامات چند قبیلوں میں پائے جاتے ہیں۔" (ص:۹۴)

یہ رواج صرف غریبوں، بد اخلاق لوگوں یا محکوم افراد ہی کے اندر نہیں تھا دولت مندوں بلکہ حکمرانوں اور اونچے درجے کے مذہبوں میں بھی پایا جاتا تھا جیسا کہ کتاب مذکور میں ہر واقعہ کی طرح مکمل حوالہ کے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

"باتلا (گوتم کے خاندان کی وہ عورت جو بلحاظ اپنے اخلاق کے بے نظیر تھی) سات مرشدوں کے ساتھ رہتی تھی اور منی کی لڑکی دس بھائیوں سے ہمبستر

[1] حوالہ مذکور ص:۹۳

ہوئی تھی۔" (ص:۹۹)

ان واقعات کے ساتھ ایک واقعہ یہ بھی پڑھتے چلئے۔

"مہا بھارت اور وشنو پران میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راجہ ساؤڈس (SAODASA) نے کس طرح دشت کو اس پر راضی کیا کہ وہ اس کی زوجہ دیامانتی (DAMAYANTI) سے بیٹا پیدا کرادے کیونکہ مذکورہ راجہ لاولد تھا۔" (ص:۱۰۴)

اس تفصیل کے بعد مہابھارت کی یہ صراحت بھی بادل نخواستہ ہی سہی سن لینے کی زحمت اٹھا ہی لیجئے۔

"اگر شوہر زوجہ کو دوسرے سے تعلقات پیدا کر کے اس کے لئے تخم پیدا کرنے کے لئے حکم دے اور زوجہ اسکی تعمیل سے انکار کرے تو ہندو دھرم کے لحاظ سے وہ گناہ کی مرتکب سمجھی جائے گی۔"[1] (ص:۱۰۵)

عورت اور عرب: اہل عرب عورت کے وجود کو موجب ذلت و عار سمجھتے تھے لڑکی کی پیدائش ان کے لئے غم واندوہ کا پیام تھی وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے لیکن لڑکیوں کا وجود ان کے سر عظمت کو جھکا دیتا۔ قرآن مجید نے ان کے جذبات کی کتنی صحیح تصویر کشی کی ہے۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ﴾ (النحل:۵۸۔۵۹)

ترجمہ: جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو

[1] بحوالۂ معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں ص:۷۹

چھپائے پھرتا ہے (اور سوچ میں پڑ جاتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زمین میں دفن کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”واللہ ان کنا فی الجاھلیة ما نعد للنسآء امراً حتّی انزل اللہُ فیھن ما انزل و قسم لھن مَا قَسَمَ “[۱]

قسم بخدا ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ہدایات نازل کیں اور انکے لئے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا مقرر کیا۔

عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر کو منحوس ہی سمجھ کر چھوڑ دیا۔[۲]

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ عورت کے لئے ان کے اندر رحم و محبت کے جذبات ناپید تھے چنانچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے حد یہ ہے کہ اس شقاوت قلب کا مظاہرہ ان افراد کی طرف سے ہوتا تھا جن کو شفقت و محبت کا سر چشمہ خیال کیا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں بعض ایسے اندوہ ناک واقعات منقول ہیں کہ انہیں سن کر ہی دل کانپ جاتا ہے۔

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جاہلیت کے زمانے کا واقعہ سنایا کہ میرے ایک بچی تھی وہ مجھ سے بہت مانوس تھی جب کبھی میں اسے بلاتا تو بڑی ہی خوشی سے میرے پاس آجاتی چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ

---

۱ صحیح مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء۵/۳۴۱۔۳۴۲ حدیث ۱۴۷۹

۲ تفسیر کبیر ج۷۔ص:۴۳۵

میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور قریب کے ایک کنویں میں جھونک دیا اور وہ اس وقت بھی ابا جان ابا جان ہی کہتی رہی واقعہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔[۱]

اس سے زیادہ اس کی مظلومیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ باپ کا دست شفقت اس کے حق میں بھیڑیئے کا پنجہ ثابت ہو۔

قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔[۲]

اس مظلوم صنف کو وہ زندہ بھی رکھتے تو اس سے تمام حقوقِ زندگی سلب کر لیتے تھے شادی کی کوئی حد نہیں تھی جتنی عورتوں کو چاہتے اپنی نکاح میں رکھتے وہب اسدیؓ نے جس وقت اسلام قبول کیا تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔[۳]

غیلان ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔[۴]

اسی طرح طلاق پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی مرد جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا۔[۵]

اس طرح وہ زندگی بھر اپنی بیوی کو پریشان اور دق کر سکتا تھا ایک شخص کے متعلق روایت آتی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو پریشان کرنا چاہا تو اس سے کہا کہ میں

---

۱ سنن دارمی باب ما کان علیہ الناس قبل بعثت النبیؐ الخ

۲ تفسیر ابن کثیر ج:۴ص:۴۷۷۔۴۷۸

۳ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع

۴ ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشرۃ نسوۃ

۵ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث

نہ تجھے اپنے ساتھ رکھوں گا اور نہ جدا کروں گا بیوی نے دریافت کیا وہ کیسے؟ کہا اس طرح کہ طلاق دوں گا اور جب عدت ختم ہونے لگے گی رجوع کرلوں گا پھر دوبارہ طلاق دوں گا اور پھر عدت کا زمانہ پورا ہونے سے پہلے رجوع کرلوں گا۔[1]

جب تک کہ خاوند زندہ رہتا وہ اس کے ماتحت رہتی خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس پر مکمل حق ہوتا[2] چاہتے تو خود ہی اس سے شادی کرلیتے اور چاہتے تو کسی دوسرے سے شادی کردیتے اور وہ اس میں بھی آزاد تھے کہ اس کی شادی ہی نہ ہونے دیں۔[3]

بیوہ کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے اسے دوبارہ ازدواجی زندگی سے محروم کردیتے بعض اوقات کسی کمسن لڑکے کے بڑے ہونے تک اس کا نکاح روکے رکھتے تاکہ وہ اس سے شادی کرسکے۔[4]

سوتیلی ماں سے شادی کرنا ان کے نزدیک معیوب نہیں تھا، علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔و قد کان نکاح امراۃ الأب مستغیضاً شائعا فی الجاهلية ۔[5]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۲۸۰ اس حدیث کے راوی یعقوب بن حمید کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ضعفه غیر واحد'' لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے امام بخاری نے اپنی کتاب ''افعال العباد'' میں احادیث لی ہیں ۔ اور ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔لسان المیز ان ج:۶ ص:۷

[2] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نساء باب قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا ابوداؤد کتاب النکاح باب قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء۔

[3] تفسیر ابن کثیر ج ا ص: ۴۶۵ [4] ایضاً

[5] احکام القرآن ج ۲ ص: ۱۴۸

سوتیلی ماں سے نکاح جاہلیت میں عام تھا۔

اگر اتفاق سے کوئی حسین اور صاحب ثروت یتیم لڑکی کسی شخص کی سرپرستی میں آجاتی تو خود ہی اس سے نکاح کرلیتا اور مہر بھی ٹھیک سے ادا نہ کرتا۔[1]

وراثت میں عورت کا کوئی حصہ نہ تھا۔[2]

جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کی کہ جنگ احد میں ثابت شہید ہوگئے ان کی دو بچیاں ہیں لیکن ثابت کے بھائی نے ان کے پورے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور ان بچیوں کے لئے ایک حبہ نہیں چھوڑا ہے بتایئے کہ ان کی شادی کیسے ہو۔[3]

اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ متعین کیا تو اہل عرب کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا عورت آدھی میراث کی حقدار ہے جو نہ گھوڑے پر سوار ہوسکتی نہ دفاع کرسکتی ہے۔[4]

زمانۂ جاہلیت کے ازدواجی رشتے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک طویل حدیث جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے جس میں جاہلیت کے نکاحوں کی قسمیں اور موجودہ اسلامی نکاحوں کے علاوہ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نساء

[2] بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب ولکم نصف ماترک ازواجکم ۔

[3] ترمذی ابوداؤد کتاب الفرائض باب ماجاء فی المیراث الصُلب ۔

[4] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۵۸

تمام نکاحوں کے ممنوع کئے جانے کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

عن ابن شهاب قال اخبرني عروة الزبير ان عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته ان النكاح في الجاهلية كا ن علىٰ اربعة انحاء فنكاح ۔ منها نكاح الناس اليوم يخطب الرجل الى الرجل وليته او ابنته فيصدقها ثم ينكحها ونكاح الأخر كان الرجل يقول لامراتهِ اذا طهرت من طمثها ارسلى الىٰ فلان فاستبضعي منه ويعتزلها زوجها ولا يمسها ابدا حتى يتبين حملها من ذالك الرجل الذى تستبضع منه فاذا تبين حملها اصابها زوجها اذا احب، و انما يفعل ذالك رغبة في نجابة الولد، فكان هذا النكاح نكاح الاستبضا ع ۔ و نكاح اٰخر يجتمع الرّهط مادون العشرة فيدخلون على المرأة كلهم يصيبها فاذا حملت و وضعت و مر عليها ليال بعدان تضع حملها ارسلت اليهم فلم يستطع رجل منهم ان يمتنع حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذى كان من امركم و قد ولدت فهو ابنك يا فلان، تسمى من احببت باسمه فيلحق به ولدها ولا يستطيع ان يمتنع به الرجل ، ونكاح الرابع يجتمع الناس الكثير فيدخلون على المرأة لا تمتنع ممن جاء ها و هن البغايا كن ينصبن علىٰ ابوابهن رايات تكون علما ممن ارادهن دخل عليهن فاذا حملت احداهن ووضعت حملها جمعولها ودعوالهم القانة ثم الحقوا ولدها بالذى يرون فالتاط به ودعى ابنه لا يمتنع من ذالك فلما بعث محمدصلى الله عليه وسلم هدم نكاح الجاهلية الا نكاح الناس اليوم ؎۱

حدیث مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

؎۱ بخاری کتاب النکاح باب من قال لا نکاح الا بولی ۹/۸۸ حدیث ۵۱۲۷

فرماتی ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) نکاح چار قسم کے ہوتے تھے ایک تو یہی جسے اسلام نے صحیح قرار دیا کہ ایک شخص عورت کے سر پرستوں کے پاس پیغام بھیجتا۔ سر پرستوں اور عورت کے راضی ہونے پر مہر ادا کرتا اور نکاح کر لیتا، دوسری شکل یہ تھی کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو مخصوص حالت سے فارغ ہوجائے (اذ ا طهرت من طمثها (حيضها)) تو فلاں شخص سے درخواست کر کے اس سے ہم بستر ہوجاتا ؎۱ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتی پھر شوہر اپنی اس بیوی سے اس وقت تک دور رہتا جب تک ''امید'' کے آثار نمایاں نہیں ہوجاتے اس نکاح کا نام ''نکاح استبضاع'' تھا اور یہ عام طور پر اچھے خاندان کے مردوں سے بہادر اولاد حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا تھا۔ نکاح کی تیسری صورت یہ تھی (جب سب سے زیادہ حیاء سوز اور قابل نفرت ہے) کہ ایک عورت کے پاس کئی مرد دس سے کم اکٹھا ہوکر یکے بعد دیگرے جاتے اور اس کے نتیجہ میں عورت امید سے ہوجاتی جب ولادت کے چند دن گزر جاتے تب وہ ان سب کو بلا بھیجتی اور ان میں سے یہ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ نہ آئے جب سب اکٹھے ہوجاتے تو انہیں ان کے کرتوت یاد دلاتی پھر جس سے چاہتی اس بچہ کو منسوب کر دیتی چنانچہ وہ بچہ اسی شخص کا کہلاتا اور اس کی یہ ہمت نہ تھی کہ انکار کر سکے۔ چوتھا طریقہ پیشہ ور عورتوں سے تعلق کا تھا کہ جن کے دروازوں پر صلائے عام کا سائن بورڈ (على ابوابهن رايات تكون علماً) لگا رہتا اور جو چاہتا ان کے پاس چلا جاتا تھا پھر جب وہ امید سے ہوجاتیں اور ولادت بھی ہوچکی ہوتی تب ان تمام لوگوں کو بلا بھیجتیں (جنہوں نے عورتوں سے منہ کالا کیا تھا) اور ساتھ میں قیافہ شناسوں کو بھی بلا لیتیں

؎۱ ہندو مذہب میں بھی اس قسم کے تعلق کی اجازت کا ثبوت ملتا ہے منوسمرتی (اردو ترجمہ) کے ادھیائے ۹ سلسلہ ۵۸ میں ص: ۱۷۷ (مطبوعہ تارا چند لاہور) پر ہے کہ اگر اولاد نہ ہوتو اپنے خاندان کے بزرگوں سے اجازت لے کر مالک (شوہر) کے خاندان کے رشتہ دار یا دیور سے اولاد پیدا کرے''

قیافہ شناس علامات دیکھ کر اس شخص سے بچہ کا نسب جوڑ دیتے جس کو اپنے فن کی رو سے بچہ کا باپ خیال کرتے چنانچہ بچہ اسی شخص کی طرف منسوب ہوجاتا اور اسی کا بیٹا کہلاتا یہ تمام تفصیل سنانے کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تو آپؐ نے موجودہ اسلامی طریقہ کے علاوہ تمام صورتوں کو ختم کردیا۔

مشہور محدث علامہ ابن حجر[1] نے نکاح کی ان چار قسموں کے علاوہ مزید تین صورتیں اور ذکر کی ہیں جو جاہلیت میں رائج تھیں۔

(۱) نکاح الخذن: یہ وہی صورت ہے جس کا ہر زمانۂ فساد میں چلن رہا ہے اور آج بھی مختلف شکلوں میں موجود ہے بلکہ آج تو اس پر ماڈرن لیبل لگائے گئے ہیں کہیں ''کال گرل''، کہیں ''گرل فرینڈس''، یعنی دونوں اپنی رضامندی کے ساتھ چھپ کر تعلق قائم کرلیں اور یہ تعلق ظاہر نہ ہونے پائے ورنہ عیب سمجھا جاتا تھا (ما استتر فلا بأس به و ما ظهر فهو لوم)اس قسم کے بارے میں قرآن مجید میں ہے ﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ﴾[2] اور ایک جگہ ہے ﴿وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ﴾[3] اس طرح اس حرکت سے منع کیا گیا۔

(۲) نکاح المتعہ: محدود وقت کے لئے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے معاہدہ کرلیا جاتا تھا۔ (ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت تھی) مگر بعد میں ممنوع قرار دے دیا گیا۔

---

[1] فتح الباری ۹/۹۰

[2] النساء: ۲۵

[3] المائدہ: ۵

(۳) نکاح البدل: دو شخص آپس میں اپنی اپنی بیویوں کا تبادلہ کرلیتے ان میں سے ایک اپنی طرف سے کچھ اور دینے کی بھی پیشکش کرتا (ان يقول الرجل للرجل انزل لی عن امرأتك و انزل لك عن امرأتی و ازید لك)[1]

شریعت نے ان تمام حیاء سوز اور قابل مذمت طریقوں سے عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کو ممنوع قرار دیا یہ عورت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ جس کے بار سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی چند مردوں سے تعلق کا قدرتی اور طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالم میں فساد عظیم برپا ہوجاتا۔

❁❁❁

---

[1] فتح الباری ۹/۹۰

عَوُرَتُ کی مختصر تاریخ

دور حاضر میں اسلام کے خلاف یہ آواز بڑی شدت کے ساتھ اٹھائی جارہی ہے کہ وہ عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی سے پیش آرہا ہےاور اسلام میں عورت کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے حالانکہ ادیان عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو عورت کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے جب کہ دور جاہلیت میں نسوانی حرمت پامال ہورہی تھی ان کی حیثیت راہ کے پتھر سے زیادہ نہ تھی ان کو سماج میں کوئی حیثیت حاصل نہ تھی اس وقت اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا اس کے نتیجہ میں فکر ونظر کی دنیا بدل گئی اور سیرت وکردار میں انقلاب آگیا انسان نے نئے ڈھنگ سے سوچنا شروع کیا اور اس کی زندگی نے نیا رخ اختیار کیا اسی کا ایک درخشاں پہلو یہ بھی ہے کہ عورت کے بارے میں اس کا پورا نقطۂ نظر اور عملی رویہ بدل گیا اور عورت ومرد کے تعلقات نئی بنیادوں پر قائم ہوئے۔

اسلامی نقطۂ نظر کی توضیح سے قبل مناسب ہوگا کہ ایک نظر ان احکام وقوانین پر ڈال لی جائے جن کو مختلف مذاہب کے ماننے والوں یا دیگر سماجی مصلحین

نے عورتوں کے حق میں نافذ کیا تھا۔

عورت اور عیسائی مذہب: دنیا کے ایک نہایت مشہور اور ترقی یافتہ قوم کے اختیار کردہ مذہب عیسائیت میں آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ایسی اہم ضرورت کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں دی گئی ہے اس حقیقت کا انکشاف کسی اور نے نہیں خود ایک عیسائی محقق ....اخلاق و مذاہب انسائیکلو پیڈیا (Encyclopadia of Religion and ethics) کے مقالہ نگار نے کیا، وہ لکھتا ہے ''عہد نامہ جدید میں شادی کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں'' پھر آگے چل کر لکھتا ہے:۔انجیل میں دراصل شادی کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔[1] کچھ اور آگے بڑھ کر اس نے یہ حقیقت تسلیم کی کہ عیسائیت میں شادی کی کوئی ایسی رسم نہیں جو قدیم رومی رسم ورواج میں نہ پائی جاتی ہو۔[2]

ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد یہ نتیجہ نکالنا بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ عیسائی مذہب ازدواجی رشتہ کی تفصیلی ہدایات سے خالی اور تمام یا اکثر تفصیلات میں قدیم رومی رسم ورواج کا مجموعہ اور بس اسی سے عبارت ہے مزید برآں یہ کہ عورت کے احترام اور اس سے جنسی تعلق قائم کرنے میں غیرت وحیاء کا بہت کم لحاظ بلکہ اس کا فقدان ملتا ہے اس بارے میں بھی کسی غیر عیسائی کا نہیں بلکہ مشہور عیسائی انگریز فلسفی ہربرٹ سپسنر کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے وہ کہتا ہے۔

''گیارہویں اور پندرہویں صدی کے درمیان (یعنی ظہور اسلام

---

[1] انسائیکلو پیڈیا ۴۲۳/۸

[2] انسائیکلو پیڈیا ۴۳۵/۸

سے آٹھ یا نو سو سال بعد تک) انگلستان میں عام طور پر بیویاں فروخت کی جاتی تھیں ۔ گیارہویں صدی کے آخر میں عیسائی مذہبی عدالتوں نے ایک قانون کو رواج دیا جس میں شوہر کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کسی دوسرے شخص کو عاریتاً دے سکتا ہے جتنی مدت کے لئے وہ چاہے۔''

اس سے بھی زیادہ شرمناک اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ''مذہبی و روحانی پیشواؤں کو کسانوں کی نئی نویلی دلہن چوبیس گھنٹہ تک اپنے پاس رکھنے اور اس سے لُطف اندوز ہونے کا حق حاصل تھا۔'' ۱؎

سب سے بڑھ کر عجیب تر یہ انکشاف ہے کہ ۱۸۰۵ء تک انگلستانی قانون کی رو سے شوہر کو بیوی کے فروخت کرنے کا پورا اختیار تھا اور اسکی قیمت بھی قانوناً مقرر تھی وہ اتنی حقیر تھی کہ جسے لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے یعنی صرف چھ پنس (آدھا شلنگ یعنی تقریباً آٹھ آنے)

ابھی حال ہی میں (چند سال قبل) اٹلی میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو فروخت کیا اور قیمت بالاقساط لینا طے ہوا۔ جب خریدار نے آخری قسطوں کے ادا کرنے میں سستی کی تو بیچنے والے شوہر نے اس عورت (بیوی) کو قتل کر دیا ۲؎

عیسائیت کے پجاری پولوس نے کہا کہ۔

''عورت ہی کے ذریعہ گناہ دنیا میں آیا اور عورت ہی کے طفیل میں ہم کو موت دیکھنی پڑی۔''

اسی طرح برنارڈ انٹونی جیروم نے کہا کہ۔

۱؎ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۲۱۱

۲؎ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۱۱

''عورت شیطان کا آلہ، شیطان کے ہتھیاروں کی جڑ، شیطان کا دروازہ، بچھو برائیوں کی سڑک اور بھڑوں کا ڈنک ہے۔''

پادری سوسٹام کہتا ہے کہ۔

''عورت ایک ایسا شر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے ایک ایسی آفت ہے جسے سب چاہتے ہیں یہ گھر اور خاندان کے لئے خطرہ ہے اسکی حیثیت ''محبوب قاتل'' اور نظر ''فریب مصیبت'' کی ہے۔

نصرانیوں کا عورت کے بارے میں یہ خیال بھی ہے کہ وہ نجات کی مستحق نہیں لیکن حضرت مریم علیہا السلام کو وہ لوگ نجات کا مستحق سمجھتے ہیں ۔ ۱؎

عورت اور یہودیت: یہودی عام طور پر عورت کو لعنت تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اسی نے آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا تورات میں مذکور ہے کہ اللہ کے نزدیک جو شخص نیک ہے وہ عورت سے محفوظ رہے گا۔ ہزار میں ایک مرد تو مل سکتا ہے لیکن عورت ایک بھی نہیں مل سکتی (یعنی اچھے اوصاف سے متصف) ۲؎

عورت اور یونانی قانون: یونانی قانون میں عورت کی حیثیت ایک معمولی سامان کی سی تھی جس کی بازاروں میں آزادانہ خرید و فروخت ہوتی ۳؎ اسے مطلق آزادی حاصل نہ تھی، نہ شہری حقوق میراث بھی نہیں دی جاتی تھی پوری زندگی وہ

۱؎ بحوالہ خاتون اسلام ص:۲۳۵

۲؎ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۱۹

۳؎ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صابونی نے اپنی کتاب ''مدیٰ حریۃ الزوجین'': ۱/۲۷ میں اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ باپ بیٹی کو فروخت کرتا اور ہونے والا شوہر اسے خریدتا۔

کسی نہ کسی مرد کے پنجہ میں گرفتار بلا رہتی ۔شادی سے قبل سر پرست کے،شادی کے بعد شوہر کے پنجۂ استبداد میں رہتی نہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی تھی نہ جان میں ۔

لیکن جب یونانی تمدن کے شباب کا زمانہ آیا تو عورت کو ایسی آزادی ملی کہ وہ شمعِ محفل اور رونق انجمن بن گئی جس کے نتیجہ میں بے حیائی و بے غیرتی اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ گئی کہ قحبہ خانے ہی سیاست و ادب کے مراکز بن گئے اور بالآخر ''دیوی'' کی حیثیت حاصل ہوگئی پھر کیا تھا برہنہ تصویریں جبین نیاز کا آستانہ بنیں ۔[1]

عورت اور رومی قانون: قدیم رومی قانون کا یہ پہلو بھی عجیب و غریب اور بڑا وحشیانہ تھا کہ اس میں کنبہ کے سربراہ کو تمام کنبہ کے لوگوں پر انتہا درجہ کے تصرف کا اختیار حاصل تھا کہ وہ نہ صرف اپنی بیوی بلکہ بہو بیٹیوں اور پوتوں کو فروخت اور جلا وطن کرنے کا اختیار رکھتا اور ہر طرح کی ایذاء پہونچانے حتی کہ قتل کرنے کا بھی مجاز تھا ۔ مدت دراز بعد جسٹینین نے اصلاحات کیں۔لیکن ان اصلاحات کے بعد بھی عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایسے بندھن میں بندھ جاتی تھی جس سے پورے طور پر شوہر کو بالا دستی حاصل ہوتی اس عقد کا نام ہی سرداری قبول کر لینا تھا ''اتفاق السیادۃ'' اور یہ تین طریقوں سے وجود میں آتا ۔

(۱) کسی مجلس میں باقاعدہ مذہبی شخصیت کے ذریعہ ۔

(۲) خفیہ خریداری کے ذریعہ ۔

۱؎ ایضاً ص:۱۳،۱۴ بحوالۂ معاشرتی مسائل ص:۷۲

(۳) کامل ایک سال تک دونوں کے ساتھ رہنےسہنے کی بناء پر۔

اس روشن اور ترقی یافتہ زمانہ میں بھی ان تینوں طریقوں سے عورت پر تصرف کا حق سر پرست سے شوہر کی طرف منتقل ہوجایا کرتا تھا اور شوہر ان تمام اختیارات کا مالک ہوجاتا جو سر پرست کو حاصل ہوتے ۔[1]

عورت اور بُدھ مذہب: گوتم بدھ سے ان کے چچا زاد بھائی آنند نے ایک مرتبہ پوچھا کہ ۔عورتوں کے ساتھ ان کا معاملہ کیسا ہونا چاہئے؟

گوتم بدھ نے جواب دیا کہ ان کی طرف نہ دیکھو۔

آنند نے کہا کہ اگر دیکھنا ضروری ہو تو؟

گوتم بُدھ نے کہا بات نہ کرو۔

آنند نے پوچھا کہ اگر وہ خود ہمیں مخاطب کریں؟

گوتم بدھ نے جواب دیا کہ پھر ان سے بہت بچ کر رہنا چاہئے۔

پھر آنند کے اصرار پر بُدھ نے عورت کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کی اجازت دے دی لیکن اسے معاشرہ کے لئے خطرہ تصور کرتا رہا۔

ایک بار بُدھ نے آنند سے کہا کہ اگر ہم عورتوں کو اپنی جماعت میں شامل نہ کرتے تو مذہب زیادہ دنوں تک خالص رہتا اور اب جب عورت ہمارے درمیان داخل ہوچکی ہے تو مذہب زیادہ دیر تک خالص نہیں رہ سکتا۔[2]

۱؎ المراۃ بین الفقہ والقانون ص:۱۵،۱۶ از ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی
۲؎ ادیان الہند الکبریٰ ص:۱۷۵

عورت اور چین: چینی مصلح کنفیوشیس کا قول ہے کہ عورت مرد کی تابع ہے اور اس کا کام مرد کی حکم برداری ہے۔ ۱

عورت اور ایران: ایک روسی ادیب (احمد اغاییف) کے بیان کے مطابق ایرانی قانون میں ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح بھی جائز تھا حیض کے ایام میں ایرانی لوگ اپنی عورتوں کو گھروں سے باہر خیمے میں رکھا کرتے تھے کوئی ان سے ملتا جلتا بھی نہیں تھا، خادم ان کے پاس جاتے تھے تو آنکھ کان اور ناک پر کپڑا لپیٹ لیا کرتے تھے اسی طرح ایرانی عورت مرد کے مکمل تسلط میں تھی مرد کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ بغیر روک ٹوک عورت پر موت کا حکم لگا دے۔ ۲

عورت اور ہندو دھرم: ہندو دھرم جو دراصل رسم و رواج اور ایک خاص طرز زندگی کا نام ہے اس میں شادی بیاہ کے بارے میں اگرچہ مفصل ہدایات ملتی ہیں مگر عورت کی عفت اور اس کے کسی ایک ہی مرد کے ساتھ مخصوص رہنے کا تصور اتنا صاف ستھرا اور قوی نہیں ملتا کہ عورت میں شرکت کا امکان ختم ہو جائے۔ یا شادی کے بغیر اس سے جنسی تعلق کی گنجائش قطعاً باقی نہ رہتی ہو اس کے علاوہ یہ کہ اس مذہب میں ازدواجی تعلق کو ناقابل انقطاع مانا گیا ہے اور طلاق کی ضرورت کا کوئی حل نہیں پیش کیا گیا پھر شادیوں کی اتنی قسمیں ملتی ہیں کہ جن کی موجودگی

۱ استاذ المرأۃ ص:۱۱

۲ اسلام میں عورت کے حقوق بحوالۂ خواتین اسلام ص:۲

میں ''جنسی تعلق'' پر ناجائز ہونے کا اطلاق بھی محدود ہو جاتا ہے نیز عورت کی آزادی بالکل چھن جاتی ہے اسی انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے ''سمرتی'' میں آٹھ قسم کی شادیوں کو تسلیم کیا گیا ۱ ان میں سے ایک قسم کا نام اسورا (ASURA) ہے یہ طریقہ جنگجو اور نچلی ذات کے لوگوں میں رائج تھا جس میں عورت کو خریدا جاتا تھا۔

اسی طرح ایک قسم کا نام راکشش (RAKSASA) ہے جس میں عورت پر زبردستی قبضہ کر لیا جاتا تھا۔

یہاں ہندو مذہب کی معتبر و مشہور کتاب منوسمرتی ۲ (اردو ترجمہ) سے براہ راست بھی کچھ دفعات نقل کی جاتی ہیں کہ جن سے ہندو مذہب کے اندر رشتۂ ازدواج اور جنسی تعلق کی متعدد صورتوں کا پتہ چلتا ہے اور عورت کی حیثیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

منوسمرتی ادھیائے ۹ / سلسلہ ۲ میں ہے۔ رات دن عورت کو پتی کے ذریعہ سے بے اختیار رکھنا چاہئے۔

منوسمرتی ادھیائے ۵۸ اگر اولاد نہ ہو تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے اجازت لے کر مالک کے خاندان کے رشتہ دار یا دیور سے اولاد پیدا کرے۔

منوسمرتی ادھیائے ۵۹ والد کا حکم پا کر بدن میں گھی لگا کر خاموش ہو کر بیوہ عورت سے لڑکا پیدا کرے، سوائے ایک لڑکے کے دوسرا کبھی نہ پیدا کرے۔

۱ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۴۵۱ بحوالہ معاشرتی مسائل ص:۷۴، ۷۵

۲ اردو ترجمہ منوسمرتی شائع کردہ بھائی تاراچند چھبر بک سیلر لاہوری گیٹ۔ لاہور

منوسمرتی ادھیائے ۶۰ بہت سے اچارج (وید کے عالم) بیوہ عورت سے دوسری اولاد کو بھی جائز اور دھرم کے موافق جنتے (جانتے) ہیں کیونکہ ایک سنتان (اولاد) بعض حالتوں میں نفی کے برابر ہوتی ہے (ص:۱۷۷)

منوسمرتی ادھیائے ۶۸ جس دختر کو کسی کو زبان سے دینے کو کہہ چکے اور وہ شخص جس کو دینے کو کہا قبل شادی ہونے کے مر گیا تو اس کا برادر حقیقی اس دختر کی شادی مطابق طریقۂ ذیل سے کرے ص:(۱۷۸)

منوسمرتی ادھیائے ۶۹ پاکی سے برت کرنے والی سفید کپڑے پہنے ہوئے کنیا کا بورہ شاستری کی رِیت (طریقہ) سے کرکے اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کی ہوگی جس کو وہ دختر زبانی اقرار پر پہلے دی گئی (ص:۱۷۸)

منوسمرتی ادھیائے ۹ سلسلہ ۱۱۹ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی زوجہ سے بیٹا پیدا کرے تو اس بیٹے کے ساتھ چاچا لوگ برابر تقسیم حصہ کریں (ص:۱۸۲)

شادی کی ان غیر مہذب بلکہ حیاء سوز شکلوں کے علاوہ ہندو مذہب میں شوہر کی موجودگی میں ہی دوسرے شخص سے عورت کو نیوگ (عارضی شادی) کرنے کی اجازت ہونے کا ذکر بھی ہندو مذہب سے متعلق معتبر کتابوں میں ملتا ہے اور یہ طریقہ مذہباً ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہندو مذہب کے ماضی قریب کے مشہور مصلح اور آریہ سماج کے بانی ولیڈر سوامی دیانند سرسوتی نے اپنے لکچروں میں بغیر کسی تردید کے بلکہ تاکید کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

یہاں سوامی جی مذکور کے شہر پونا میں دیئے گئے پندرہ لکچروں کے مجموعہ ''

اپدیش منجری'' کے بارہویں ویاکھیاں سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے مندجہ بالا حقیقت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

بعض حالتوں میں خاوند کی زندگی میں بھی نیوگ کی اجازت ملتی تھی نیوگ دس مرتبہ کرنے کی اجازت تھی۔

اس کے بعد سوامی جی اپنی بات کی تائید میں حوالے دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

'' دیاس جی نے وچتر ویریہ کی دونوں عورتوں سے جو کہ ''بدھوا'' تھی نیوگ کی تھا منو جی نے بھی نیوگ کی اجازت دی ہے پرانے آریہ لوگوں میں خاوند کی زندگی میں بھی نیوگ ہوتا تھا اس کی تائید میں مہابھارت کی بہت سی تمثیلیں پیش کی جاسکتی ہیں دیاس جی کے بڑے پنڈت اور دھرماتما تھے انہوں نے چتر آمگز ادو چتر ویریہ ان دونوں کی استریوں سے نیوگ کیا۔ اوران میں سے ایک کے بطن سے '' پانڈو'' پیدا ہوئے اور یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ پانڈوں کی موجودگی میں ہی اس کی استری نے دوسرے مرد کے ساتھ نیوگ کیا۔ اس طرح اس وقت میں نیوگ کا پرچار تھا۔''

یہ سب کچھ سنانے کے بعد بھی سوامی جی اس پر شرمسار یا ملول نہیں ہیں اس کے برعکس وہ نہ صرف یہ کہ موجودہ زمانہ میں اس رواج کے کم یا ختم ہوجانے پر دلی رنج اور نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہندوؤں میں اخلاقی بگاڑ کا (نیوگ کے ترک کو) ایک اہم سبب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی لکچر میں یہ بھی ملتا ہے۔

اب اس وقت میں نیوگ اور پُنر وواہ دونوں کے بند ہوجانے سے آج

کل آریہ لوگوں میں جو بھرشٹا چار (خرابیاں) پھیلا ہوا ہے وہ آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں۔[۱]

سوامی جی اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وہ تو پُنر وواہ (دائمی مدت کی شادی کے مقابلہ میں نیوگ (عارضی شادی) کو ترجیح دیتے اور اسے مفید بتاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اسی لکچر کے دوران صاف صاف کہا ہے۔[۲]

''آریہ لوگوں میں بِدھوا وواہ کی بہ نسبت نیوگ اچھا ہے کیونکہ اگر بِدھوا وواہ کی اجازت مل جاوے تو عورتیں اپنے خاوندوں کو زہر دے کر مارنا شروع کردیں۔''

مزید لُطف یہ ہے کہ اگر شادی شدہ عورت نیوگ کرتی ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد پہلے خاوند ہی کی سمجھی جاتی ہے نہ کہ موجودہ کی۔ سوامی جی نے اپنے اسی لکچر میں پُنر وواہ اور نیوگ کا فرق بتاتے ہوئے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔

''یہاں پر بعض لوگ یہ سوال کریں گے کہ ''نیوگ اور پُنر وواہ میں کیا فرق ہے؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ پنر وواہ سے مرد اور عورت کا تعلق عمر بھر کے لئے ہوجاتا ہے لیکن اس کے برخلاف نیوگ[۳] کا تعلق صرف ایک یا دو اولاد کے پیدا کرنے تک رہتا ہے اس کے بعد عورت اور مرد کا آپس میں کوئی تعلق نہیں رہتا اور وہ ایک یا دو اولاد پہلے خاوند ہی کی سمجھی جاتی ہیں اور اسی کا نام چلاتی ہیں۔''[۴]

---

[۱] اپدیش منجری ص:۱۰۸ شائع کردہ سکریٹری آریہ منڈل کیرانہ (ضلع مظفر نگر)
[۲] ایضاً ص:۱۰۷
[۳] جان ڈی مین نے قانون رواج ہنود میں نیوگ کی یہ تعریف کی ہے۔ دوسرے کی زوجہ سے بچہ جنانے کا عام رواج نیوگ کے نام سے موسوم تھا۔ ج:۱ص:۱۰۶
[۴] اپدیش منجری ص:۱۰۷ سطر ۱ تا ۶

اس پر مستزاد یہ کہ عورت اصل دائمی شوہر کے علاوہ ایک دو ہی سے نہیں دس مردوں سے نیوگ کرسکتی ہے جیسا کے سوامی جی نے ''رگووید'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اے عورت! تو بیاہے خاوند سمیت گیارہویں خاوند تک نیوگ کر۔[۱]

اس معاشرتی نظام کو اگر اسے نظام کہنا درست ہو تو لازمی تقاضا تھا کہ ایک عورت کا بیک وقت کئی کئی مردوں سے جنسی تعلق قائم کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہ رہے بلکہ ایک درجہ میں حوصلہ افزائی کے لائق کام سمجھا جائے اور اس کے نتیجہ میں عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مرد کے تصرف میں لانے کا رواج پڑ جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا ثبوت خود ہندو مذہب کی معتبر بلکہ مقدس کتابوں اور تاریخوں سے ملتا ہے اس بارے میں یہاں مشہور انگریز قانون داں جان۔ ڈی۔ مین کی کتاب کے مستند اردو ترجمہ قانون و رواج ہنود سے کچھ اقتباس پیش کئے جارہے ہیں۔

''اس نظام کی چند خصوصیات کی وجہ وہ طریقہ تھا جس سے ایک عورت متعدد شوہروں سے تعلق رکھ سکتی تھی۔''[۲]

آگے چل کر مصنف نے ہندوؤں کی مختلف قوموں کے اندر اس رواج کی

---

[۱] ''رگووید آدمی بھاشیہ بھومکا'' کا مستند اردو ترجمہ ص:۲۱۳ سطر ۱۵، ۱۶ لکشمن آریو پدیشک مطبوعہ دیوان پریس لاہور
[۲] قانون رواج ہنود جلد اول باب چہارم ص:۹۲ مترجمہ مولوی اکبر علی صاحب موسوی بی۔ اے آنرز۔ ایل ایل بی ریڈیو شعبۂ قانون جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ اشاعت ۱۹۴۱ء

موجودگی کے ثبوت کے طور پر بہت سی مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں وہ غیر آریہ اقوام میں متعدد شوہروں کا رواج عنوان قائم کر کے بتاتا ہے۔ ۱؎

ہندوستانی کی غیر آریہ اقوام میں یہ طریقہ پہلے بھی تھا اور اب بھی موجود ہے نائروں میں شادی کے بعد عورت اپنے ہی گھر میں رہتی ہے اور اپنی مرضی کے موافق متعدد سے آشنائی کرتی ہے۔ مدورا کے مغربی کناروں میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت کے دو یا آٹھ یا دس شوہر ہوتے ہیں (ص: ۹۳) نیلگری کے ٹوڈوں میں بھی زوجہ تمام بھائیوں کی جائداد ہوتی ہے۔ (ص:۹۴)

غیر آرین اقوام ہی میں نہیں آرین اقوام میں بھی کئی شوہروں سے شادی کا طریقہ رائج ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے چنانچہ اس میں یہ بھی ملتا ہے۔

''ہمالیہ کی وادیوں میں کئی شوہروں سے شادی کرنے کا طریقہ اپنے قدیم اور نہایت سادہ رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ ممالک شمالی مغربی کے بدھ اور برہمن قبیلوں میں بھی یہ چیز دکھائی دیتی ہے شمالی ہند کی وادیوں میں بھی اس رواج کے علامات چند قبیلوں میں پائے جاتے ہیں۔'' (ص:۹۴)

یہ رواج صرف غریبوں، بد اخلاق لوگوں یا محکوم افراد ہی کے اندر نہیں تھا دولت مندوں بلکہ حکمرانوں اور اونچے درجے کے مذہبوں میں بھی پایا جاتا تھا جیسا کہ کتاب مذکور میں ہر واقعہ کی طرح مکمل حوالہ کے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

''باتلا (گوتم کے خاندان کی وہ عورت جو بلحاظ اپنے اخلاق کے بے نظیر تھی) سات مرشدوں کے ساتھ رہتی تھی اور منی کی لڑکی دس بھائیوں سے ہمبستر

۱؎ حوالہ مذکور ص:۹۳

ہوئی تھی۔'' (ص:۹۹)

ان واقعات کے ساتھ ایک واقعہ یہ بھی پڑھتے چلئے۔

'' مہا بھارت اور وشنو پران میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راجہ ساوَڈس (SAODASA) نے کس طرح دشت کو اس پر راضی کیا کہ وہ اس کی زوجہ دیامانتی (DAMAYANTI) سے بیٹا پیدا کرادے کیونکہ مذکورہ راجہ لاولد تھا۔'' (ص:۱۰۴)

اس تفصیل کے بعد مہابھارت کی یہ صراحت بھی بادل نخواستہ ہی سہی سن لینے کی زحمت اٹھا ہی لیجئے۔

''اگر شوہر زوجہ کو دوسرے سے تعلقات پیدا کر کے اس کے لئے تخم پیدا کرنے کے لئے حکم دے اور زوجہ اسکی تعمیل سے انکار کرے تو ہندو دھرم کے لحاظ سے وہ گناہ کی مرتکب سمجھی جائے گی۔'' ۱؎ (ص:۱۰۵)

عورت اور عرب: اہل عرب عورت کے وجود کو موجب ذلت و عار سمجھتے تھے لڑکی کی پیدائش ان کے لئے غم و اندوہ کا پیام تھی وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے لیکن لڑکیوں کا وجود ان کے سر عظمت کو جھکا دیتا۔ قرآن مجید نے ان کے جذبات کی کتنی صحیح تصویر کشی کی ہے۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ﴾ (النحل:۵۸۔۵۹)

ترجمہ: جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو

۱؎ بحوالۂ معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں ص:۷۹

چھپائے پھرتا ہے (اور سوچ میں پڑ جاتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زمین میں دفن کردے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’ واللہ ان کنا فی الجاهلية ما نعد للنسآء امراً حتّی انزل اللہُ فیهن ما انزل و قسم لهن مَا قَسَمَ ‘‘ ۱؎

قسم بخدا ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں ہدایات نازل کیں اور انکے لئے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا مقرر کیا۔

عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر کو منحوس ہی سمجھ کر چھوڑ دیا۔۲؎

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ عورت کے لئے ان کے اندر رحم ومحبت کے جذبات ناپید تھے چنانچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے حد یہ ہے کہ اس شقاوت قلب کا مظاہرہ ان افراد کی طرف سے ہوتا تھا جن کو شفقت ومحبت کا سر چشمہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض ایسے اندوہ ناک واقعات منقول ہیں کہ انہیں سن کر ہی دل کانپ جاتا ہے۔

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جاہلیت کے زمانے کا واقعہ سنایا کہ میرے ایک بچی تھی وہ مجھ سے بہت مانوس تھی جب کبھی میں اسے بلاتا تو بڑی ہی خوشی سے میرے پاس آجاتی چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ

۱؎ صحیح مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء ۳۴۱/۵۔۳۴۲ حدیث ۱۴۷۹
۲؎ تفسیر کبیر ج ۷۔ ص: ۴۳۵

میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور قریب کے ایک کنویں میں جھونک دیا اور وہ اس وقت بھی ابا جان ابا جان ہی کہتی رہی واقعہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہوگئی۔۱؎

اس سے زیادہ اس کی مظلومیت اور کیا ہوسکتی ہے کہ باپ کا دست شفقت اس کے حق میں بھیڑیئے کا پنجہ ثابت ہو۔

قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔۲؎

اس مظلوم صنف کو وہ زندہ بھی رکھتے تو اس سے تمام حقوقِ زندگی سلب کرلیتے تھے شادی کی کوئی حد نہیں تھی جتنی عورتوں کو چاہتے اپنی نکاح میں رکھتے وہب اسدیؓ نے جس وقت اسلام قبول کیا تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔۳؎

غیلان ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔۴؎

اسی طرح طلاق پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی مرد جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا۔۵؎

اس طرح وہ زندگی بھر اپنی بیوی کو پریشان اور دق کرسکتا تھا ایک شخص کے متعلق روایت آتی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو پریشان کرنا چاہا تو اس سے کہا کہ میں

۱؎ سنن دارمی باب ما کان علیہ الناس قبل بعثت النبیؐ الخ
۲؎ تفسیر ابن کثیر ج:۴ص: ۴۷۷۔۴۷۸
۳؎ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع
۴؎ ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشرۃ نسوۃ
۵؎ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث

نہ تجھے اپنے ساتھ رکھوں گا اور نہ جدا کروں گا بیوی نے دریافت کیا وہ کیسے؟ کہا اس طرح کہ طلاق دوں گا اور جب عدت ختم ہونے لگے گی رجوع کرلوں گا پھر دوبارہ طلاق دوں گا اور پھر عدت کا زمانہ پورا ہونے سے پہلے رجوع کرلوں گا۔[1]

جب تک کہ خاوند زندہ رہتا وہ اس کے ماتحت رہتی خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس پر مکمل حق ہوتا۔[2] چاہتے تو خود ہی اس سے شادی کر لیتے اور چاہتے تو کسی دوسرے سے شادی کر دیتے اور وہ اس میں بھی آزاد تھے کہ اس کی شادی ہی نہ ہونے دیں۔[3]

بیوہ کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے اسے دوبارہ ازدواجی زندگی سے محروم کر دیتے بعض اوقات کسی کمسن لڑکے کے بڑے ہونے تک اس کا نکاح روکے رکھتے تاکہ وہ اس سے شادی کر سکے۔[4]

سوتیلی ماں سے شادی کرنا ان کے نزدیک معیوب نہیں تھا، علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔و قد كان نكاح امراة الأب مستغيضاً شائعا فی الجاهلية ۔[5]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۲۸۰ اس حدیث کے راوی یعقوب بن حمید کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ''ضعفہ غیر واحد'' لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے امام بخاری نے اپنی کتاب ''افعال العباد'' میں احادیث لی ہیں ۔ اور ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔لسان المیزان ج:۶ ص:۷

[2] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نساء باب قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا ابوداؤد کتاب النکاح باب قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء۔

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص: ۴۶۵ [4] ایضاً

[5] احکام القرآن ج ۲ ص: ۱۴۸

سوتیلی ماں سے نکاح جاہلیت میں عام تھا۔

اگر اتفاق سے کوئی حسین اور صاحب ثروت یتیم لڑکی کسی شخص کی سرپرستی میں آجاتی تو خود ہی اس سے نکاح کر لیتا اور مہر بھی ٹھیک سے ادا نہ کرتا۔[1]

وراثت میں عورت کا کوئی حصہ نہ تھا۔[2]

جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کی کہ جنگ احد میں ثابت شہید ہوگئے ان کی دو بچیاں ہیں لیکن ثابت کے بھائی نے ان کے پورے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور ان بچیوں کے لئے ایک حبہ نہیں چھوڑا ہے بتایئے کہ ان کی شادی کیسے ہو۔[3]

اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ متعین کیا تو اہل عرب کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا عورت آدھی میراث کی حقدار ہے جو نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی نہ دفاع کر سکتی ہے۔[4]

زمانۂ جاہلیت کے ازدواجی رشتے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک طویل حدیث جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے جس میں جاہلیت کے نکاحوں کی قسمیں اور موجودہ اسلامی نکاحوں کے علاوہ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نساء

[2] بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب ولکم نصف ماترک ازواجکم ۔

[3] ترمذی ابوداؤد کتاب الفرائض باب ماجاء فی المیراث الصُلب ۔

[4] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۵۸

تمام نکاحوں کے ممنوع کئے جانے کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

عن ابن شهاب قال اخبرني عروة الزبير ان عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته ان النكاح في الجاهلية كا ن علىٰ اربعة انحاء فنكاح . منها نكاح الناس اليوم يخطب الرجل الى الرجل وليته او ابنته فيصدقها ثم ينكحها ونكاح الاٰخر كان الرجل يقول لامراتهٖ اذا طهرت من طمثها ارسلي الىٰ فلان فاستبضعي منه ويعتزلها زوجها ولا يمسها ابدا حتى يتبين حملها من ذالک الرجل الذى تستبضع منه فاذا تبين حملها اصابها زوجها اذا احب، و انما يفعل ذالک رغبة في نجابة الولد، فكان هذا النكاح نكاح الاستبضا ع . و نكاح اٰخر يجتمع الرّهط مادون العشرة فيدخلون على المرأة كلهم يصيبها فاذا حملت و وضعت و مر عليها ليال بعدان تضع حملها ارسلت اليهم فلم يستطع رجل منهم ان يمتنع حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذى كان من امركم و قد ولدت فهو ابنک يا فلان، تسمى من احببت باسمه فيلحق به ولدها ولا يستطيع ان يمتنع به الرجل ، ونكاح الرابع يجتمع الناس الكثير فيدخلون على المرأة لا تمتنع ممن جاء ها و هن البغايا كن ينصبن علىٰ ابوابهن رايات تكون علما ممن ارادهن دخل عليهن فاذا حملت احداهن ووضعت حملها جمعولها ودعوالهم القانة ثم الحقوا ولدها بالذى يرون فالتاط به ودعى ابنه لا يمتنع من ذالک فلما بعث محمدصلى الله عليه وسلم هدم نكاح الجاهلية الا نكاح الناس اليوم ۔[1]

حدیث مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

[1] بخاری کتاب النکاح باب من قال لا نکاح الا بولی ۹/۸۸ حدیث ۵۱۲۷

فرماتی ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) نکاح چار قسم کے ہوتے تھے ایک تو یہی جسے اسلام نے صحیح قرار دیا کہ ایک شخص عورت کے سر پرستوں کے پاس پیغام بھیجتا۔ سر پرستوں اور عورت کے راضی ہونے پر مہر ادا کرتا اور نکاح کر لیتا، دوسری شکل یہ تھی کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو مخصوص حالت سے فارغ ہو جائے (اذ ا طهرت من طمثها (حيضها) تو فلاں شخص سے درخواست کر کے اس سے ہم بستر ہو جاتا ۔[1] چنانچہ وہ ایسا ہی کرتی پھر شوہر اپنی اس بیوی سے اس وقت تک دور رہتا جب تک ''امید'' کے آثار نمایاں نہیں ہو جاتے اس نکاح کا نام ''نکاح استبضاع'' تھا اور یہ عام طور پر اچھے خاندان کے مردوں سے بہادر اولاد حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا تھا۔ نکاح کی تیسری صورت یہ تھی (جب سب سے زیادہ حیاء سوز اور قابل نفرت ہے) کہ ایک عورت کے پاس کئی مرد دس سے کم اکٹھا ہو کر یکے بعد دیگرے جاتے اور اس کے نتیجہ میں عورت امید سے ہو جاتی جب ولادت کے چند دن گزر جاتے تب وہ ان سب کو بلا بھیجتی اور ان میں سے یہ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ نہ آئے جب سب اکٹھے ہو جاتے تو انہیں ان کے کرتوت یاد دلاتی پھر جس سے چاہتی اس بچہ کو منسوب کر دیتی چنانچہ وہ بچہ اسی شخص کا کہلاتا اور اس کی یہ ہمت نہ تھی کہ انکار کر سکے۔ چوتھا طریقہ پیشہ ور عورتوں سے تعلق کا تھا کہ جن کے دروازوں پر صلائے عام کا سائن بورڈ (علی ابوابهن رايات تكون علماً) لگا رہتا اور جو چاہتا ان کے پاس چلا جاتا تھا پھر جب وہ امید سے ہو جاتیں اور ولادت بھی ہو چکی ہوتی تب ان تمام لوگوں کو بلا بھیجتیں (جنہوں نے عورتوں سے منہ کالا کیا تھا) اور ساتھ میں قیافہ شناسوں کو بھی بلا لیتیں

[1] ہندو مذہب میں بھی اس قسم کے تعلق کی اجازت کا ثبوت ملتا ہے منوسمرتی (اردو ترجمہ) کے ادھیائے ۹ سلسلہ ۵۸ میں ص: ۱۷۷ (مطبوعہ تارا چند لاہور) پر ہے کہ اگر اولاد نہ ہو تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے اجازت لے کر مالک (شوہر) کے خاندان کے رشتہ دار یا دیور سے اولاد پیدا کرے''

قیافہ شناس علامات دیکھ کر اس شخص سے بچہ کا نسب جوڑ دیتے جس کو اپنے فن کی رو سے بچہ کا باپ خیال کرتے چنانچہ بچہ اسی شخص کی طرف منسوب ہوجاتا اور اسی کا بیٹا کہلاتا یہ تمام تفصیل سنانے کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تو آپؐ نے موجودہ اسلامی طریقہ کے علاوہ تمام صورتوں کو ختم کردیا۔

مشہور محدث علامہ ابن حجر[1] نے نکاح کی ان چار قسموں کے علاوہ مزید تین صورتیں اور ذکر کی ہیں جو جاہلیت میں رائج تھیں۔

(۱) نکاح الخذن: یہ وہی صورت ہے جس کا ہر زمانہ فساد میں چلن رہا ہے اور آج بھی مختلف شکلوں میں موجود ہے بلکہ آج تو اس پر ماڈرن لیبل لگائے گئے ہیں کہیں ''کال گرل''، کہیں ''گرل فرینڈس''، یعنی دونوں اپنی رضامندی کے ساتھ چھپ کر تعلق قائم کرلیں اور یہ تعلق ظاہر نہ ہونے پائے ورنہ عیب سمجھا جاتا تھا (**ما استتر فلا بأس به و ما ظهر فهو لوم**) اس قسم کے بارے میں قرآن مجید میں ہے ﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ﴾[2] اور ایک جگہ ہے ﴿وَلَا مُتَّخِذِیٓ اَخْدَانٍ﴾[3] اس طرح اس حرکت سے منع کیا گیا۔

(۲) نکاح المتعہ: محدود وقت کے لئے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے معاہدہ کرلیا جاتا تھا۔ (ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت تھی) مگر بعد میں ممنوع قرار دے دیا گیا۔

---

۱ فتح الباری ۹/۹۰
۲ النساء:۲۵
۳ المائدہ:۵

(۳) نکاح البدل: دو شخص آپس میں اپنی اپنی بیویوں کا تبادلہ کرلیتے ان میں سے ایک اپنی طرف سے کچھ اور دینے کی بھی پیشکش کرتا (**ان یقول الرجل للرجل انزل لی عن امرأتک و انزل لک عن امرأتی و ازید لک**)[1]

شریعت نے ان تمام حیاء سوز اور قابل مذمت طریقوں سے عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کو ممنوع قرار دیا یہ عورت پر اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے کہ جس کے بار سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی چند مردوں سے تعلق کا قدرتی اور طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالم میں فساد عظیم برپا ہوجاتا۔

❁❁❁

---

۱ فتح الباری ۹/۹۰

عورت اور اسلام

چھٹی صدی عیسوی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا اس کے نتیجہ میں فکر ونظر کی دنیا بدل گئی اسلام سے پہلے عورت کی تاریخ مظلومی اور محکومی کی تاریخ تھی اسے کم تر وفروتر سمجھا جاتا تھا بازاروں میں جانوروں کی طرح اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی اس کی کوئی مستقل حیثیت نہیں تھی، وہ مرد کے تابع تھی، اس کا کوئی حق نہیں تھا وہ مرد کے رحم وکرم پر جیتی تھی۔

اسلام نے سب سے پہلے عورت کو سماج میں اعلیٰ مقام عطا فرمایا، اسے اس کے حقوق دلوائے، عزت بخشی اور مردوں کو اس پر ظلم وزیادتی کرنے سے روکا، عورت معاشرہ کی عزت ہے اس کا وقار ہے اس کے دم سے گھر کی رونق ہے وہ ایک تابندہ قوم کی معمار ہے عورت کا جائیداد میں حق نہ تھا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حق مقرر فرمایا عورت کے حقوق واختیارات کی وضاحت کے لئے قرآن کریم میں فرامین واحکام نازل ہوئے والدین اور دیگر رشتہ داروں کی جائیداد میں عورتوں کو بھی وارث قرار دیا گیا۔

۞ اسلام نے عورت کو ذلت ورسوائی کے مقام سے اتنی تیزی سے اٹھایا اور

حقوق ومراعات سے نوازا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

"کنا نتقی الکلام والانبساط الیٰ نساء نا علیٰ عھد النبی ھیبةً ان ینزل فینا شی ء فلما توفّی النبی تکلمنا و انبسطنا "[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم عورتوں سے گفتگو کرتے اور بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہو جائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو ہم ان کے ساتھ بے تکلف رہنے لگے۔

۞ اسلام کے آنے سے پہلے عورت کو جینے کا حق حاصل نہ تھا قرآن نے کہا نہیں! وہ زندہ رہے گی اور اس کے حق پر جو بھی شخص دست درازی کرے گا اللہ کی طرف سے اس کی باز پرس ہوگی۔

﴿وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ ٥ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾[۲]

جب کہ زندہ درگور لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں وہ ماری گئی۔

۞ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مظلوم صنف کی حمایت میں جو ہدایات و تعلیمات دی ہیں آج تک کوئی بھی مدعی حقوق نسواں ان سے زیادہ صحیح اور حقیقی تعلیمات پیش نہیں کر سکا آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"ان اللّٰہ حرّم علیکم عقوق الامھات ومنعا وھات و واد البنات "[۳]

---

[۱] بخاری کتاب النکاح باب الوصاة بالنساء ۱۶۱/۹ حدیث: ۵۱۸۷۔ ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۲] التکویر: ۹

[۳] بخاری کتاب الادب باب حقوق الوالدین ۴۱۹/۱۰ حدیث: ۵۹۷۵

اللہ نے حرام کی ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی، ادائیگی حقوق سے ہاتھ روکنا اور ہر طرف سے مال بٹورنا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔

۞ ''عَنُ ابُنِ عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنُ كَانَتُ لَهُ انثىٰ فلم يئدها و لم يهنها و لم يوثر ولدهٗ عليها يعنى الذكورَ ادخله الله الجّنة ''[۱]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص کے لڑکی ہو اور وہ اسے نہ زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

۞ ''عن ابی سعیدن الخدریؓ قال قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم من عال ثلث بنات فادبهن وزوجهن و احسن اليهن فله الجنة ''[۲]

حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔

۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔

''من بلى من هذه البنات شيئا فاحسن اليهن كن له ستراً من النّار ''[۳]

اللہ تعالیٰ جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعہ کچھ بھی آزمائش میں ڈالے اور

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فضل من عال یتیماً ۴/۳۳۷ حدیث: ۵۱۴۶۔ مستدرک حاکم ۴/۱۷۷
[۲] ابوداؤد کتاب الادب باب فضل من عال یتامیٰ ورواہ الترمذی وابن ماجہ مع اختلاف یسیر
[۳] بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الوالد وتقبیلہ ومعانقتہ ۱۰/۴۴۰ حدیث: ۵۹۹۵ مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الاحسان الی البنات۔

وہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے تو وہ اسکے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔

۞ آنحضور صلی اللہ نے کتنے پُر زور اور مؤثر انداز میں ارشاد فرمایا ہے۔

''الا ادلک علی افضل الصدقة ابنتک مردودة اليک ليس لها کاسب غيرک ''[۱]

کیا میں تجھے نہ بتادوں کہ بڑی فضیلت والا صدقہ کون سا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپؐ ضرور بتایئے آپؐ نے ارشاد فرمایا، اپنی اس بچی پر احسان کر جو (بیوہ ہونے یا طلاق دیدیئے جانے کی وجہ سے) تیری طرف لوٹا دی گئی ہو اور جس کا تیرے سوا دوسرا کوئی کفیل اور بار اٹھانے والا نہ ہو۔

۞ ''عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عال جاريتين حتى قد ادركنا دخلت الجنة انا وهو كهاتين و اشار باصبعيه السبابة والوسطىٰ بابان معجلان عقوبتهما فى الدنيا البغىٰ والعقوق ''[۲]

حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس کسی نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں (انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا) تو میں اور وہ اس طرح جنت میں داخل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا دو راستے ہیں جن سے دنیا میں بہت جلد عذاب داخل ہوتا ہے ظلم وتعدی اور نافرمانی۔

اس حدیث کے آخری جملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت ہی اونچی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ظلم کی عمر ویسے بھی بہت مختصر ہوتی ہے لیکن خاص کر ظلم کے وہ تیر جن کے ہدف اپنے ہی جگر گوشے ہوں مظلوم کے سینے

---

[۱] ابن ماجہ ابواب الادب باب برّ الوالد والاحسان الی البنات ۲/۱۲۰۹، ۱۲۱۰ حدیث: ۳۶۶۷
[۲] مستدرک حاکم ج:۴ ص:۷۷ ورواہ الترمذی غیرہ قولہ وبابان معجلان الخ

میں پیوست ہونے سے پہلے ظالم کی مہلت حیات ختم کردیتے ہیں۔

۞ دنیا نے عورت کو منبع معصیت اور مجسم پاپ اور گناہ سمجھ رکھا تھا لیکن کائنات کی اس برگزیدہ ہستی نے فرمایا جس کی ہر حرکت وادا صحیفۂ اخلاق تھی جس نے دنیا کو تقویٰ اور خداترسی کے آداب سکھائے جو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا تاکہ کائنات معصیت اور فحاشی کو تہ وبالا کردے۔

''حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَاالنِّسَاءُ وَالطِّیبُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِیْ الصَّلٰوۃِ ''[1]

دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے (لیکن) میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

یعنی عورت سے نفرت اور صفائی ونفاست سے بیزاری خداترسی کی دلیل نہیں ہے خداترسی نام ہے تعلق باللہ کے استحکام کا۔ انابت الی اللہ اور خوف وخشیت کا۔ آدمی عورت سے پسندیدہ تعلقات رکھنے اور باذوق رہنے کے باوجود اللہ تعالی کا محبوب بن سکتا ہے بلکہ اس کی رضاجوئی کا یہی صحیح طریقہ ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ دنیا انسان کا مطمح نظر اور اس کی کوششوں کا مرکز نہ بننے پائے۔

۞ ایک مرتبہ ازواج مطہرات اونٹوں پر سفر کررہی تھیں آپؐ نے شتربان سے فرمایا۔

''رُوَیْدًا سَوقَکَ بِالْقَوَارِیْرِ ''[2] شیشوں کو ذرا سنبھال کے لے چلو۔

۞ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں آپؐ نے فرمایا۔

[1] نسائی کتاب عشرۃ النساء باب حبّ النساء
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للنساء ۸/۸۸ حدیث: ۲۳۲۳

''فَاِنَّمَا اِبنتی بضُعۃ مِّنی یَرِیبنی ما رابھا و یوذینی ما اٰذاھَا ''[1]

میری بچی میرا گوشت پوست ہے جو چیز اس کے لئے باعث تشویش ہوگی وہ میرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہوگی اور جو بات اس کے لئے باعث اذیت ہوگی یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف پہونچے گی۔

۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے تھے؟ جواب دیا: فاطمہؓ۔[2]

۞ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی محبوب ترین شخصیت کون ہے؟ فرمایا: عائشہؓ۔[3]

یہ دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں بیویوں میں حضرت عائشہؓ اور اولاد میں حضرت فاطمہؓ آپ کی منظور نظر تھیں ان احادیث سے آپ صنف نازک کے بارے میں اسلام کے رجحان اور مزاج کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے متبعین کے اندر اس صنف کے حق میں کس قسم کے جذبات کی پرورش کرتا ہے۔؟

اس تعلیم نے فکر وعمل میں ایسا انقلاب پیدا کردیا کہ وہ لوگ جنہیں ایک معصوم جان کو زندہ درگور کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا تھا اور جن کی پیشانی کبھی اس سنگ دلی پر عرق آلود نہیں ہوتی تھی اس کی چارہ گری اور پرورش کو اپنے لئے سرمایۂ حیات تصور کرنے لگے جن کے یہاں اپنے ہی جگر گوشوں کو امان نہیں ملتی تھی وہ دوسروں کے اولاد کے محافظ ونگراں بن گئے اور جو عورت کے ساتھ مہر والفت کی

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب ذبّ الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف ۹/۲۳۸ حدیث: ۵۲۳۰۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل فاطمۃ ۸/۲۳۹ حدیث: ۲۴۴۹
[2] ترمذی أبواب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمہؓ: ۲/۲۲۷
[3] ترمذی أبواب المناقب باب ماجاء فی فضل عائشۃ ۲/۲۲۸

روش سے ناواقف تھے انہیں اپنے آخری لمحاتِ حیات تک اس مظلوم طبقہ کی فکر دامن گیر رہنے لگی۔

۞ جنگ اُحد کے موقع پر حضرت جابرؓ کے والد نے حضرت جابرؓ سے کہا: صاحبزادے شاید پیش آنے والے معرکے میں مجھے اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے اس آخری وقت میں میں تمہیں اپنی لڑکیوں کے بارے میں خیراندیشی کی وصیت کرتا ہوں۔[۱]

چنانچہ باوجودیکہ حضرت جابرؓ عہد شباب سے گزر رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی بہنوں کی نگہداشت کے خیال سے ایک بیوہ کو اپنے نکاح کے لئے منتخب کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے دریافت کیا کہ کسی دوشیزہ سے کیوں نہیں شادی کی؟ تو جواب دیا۔

’’یا رسول الله ان ابی قتل یوم احد و ترک تسع بنات کن لی تسع اخوات فکرهت ان اجمع الیهن جاریة خرقاء مثلهن ولکن امرأة تمشطهن و تقوم علیهن قال اصبتَ ۔‘‘[۲]

یا رسول اللہ میرے والد احد کے معرکے میں شہید کردیئے گئے اور اپنے پیچھے نو لڑکیاں چھوڑ گئے جو میری نو بہنیں ہوئیں ان کی نگہداشت کے پیش نظر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کے ساتھ انہیں جیسی ناتجربہ کار لڑکی کو جمع کردوں اس لئے ایک ایسی عورت کا انتخاب کیا جو ان کی کنگھی چوٹی اور دیکھ بھال کرسکتی ہو آپ نے فرمایا: ٹھیک کیا تم نے۔

---

[۱] مستدرک حاکم ج:۴ص:۲۰۳

[۲] صحیح بخاری کتاب المغازی باب اذ ہمت طائفتان ۔صحیح مسلم کتاب الرضاع باب استحباب نکاح البکر

غور کیجئے ایک نوجوان جس کے سینہ میں جذبات کا سمندر متلاطم ہو اور جس کا نوخیز شباب اپنے مطالبات اور تقاضوں پر شدت کے ساتھ مصر ہو، وہ اپنی بہنوں کے خاطر اپنی جذبات کی آگ پر پانی چھڑک دیتا ہے اور اپنی خواہشات کی آسودگی کا ایسا حل تلاش کرتا ہے جسے جوانی کی سرمستیاں بآسانی قبول نہیں کرسکتیں کیا یہ کوئی معمولی ایثار ہے؟

۞ صحیح بخاری وصحیح مسلم اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی کی کفالت کے تین دعویدار پیدا ہوگئے ایک طرف سے حضرت علیؓ چلے آئے کہ یہ میری چچازاد بہن ہے لہذا میں اس کی پرورش کا حقدار ہوں دوسری طرف سے حضرت جعفرؓ نے دعویٰ کیا کہ میں علیؓ سے زیادہ اس کی نگہداشت کا مستحق ہوں کیونکہ یہی نہیں کہ وہ میری چچا کی لڑکی ہے بلکہ اس کی خالہ بھی میری نکاح میں ہے اس طرح دو دو جہت سے مجھے اس کی پرورش کی سعادت ملنی چاہئے تیسری طرف حضرت زیدؓ نے مقدمہ دائر کردیا کہ وہ تو میرے بھائی (حضرت زید انصاریؓ تھے اور حضرت حمزہؓ مہاجر تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان مواخات قائم کردی تھی) کی بچی ہے اور چچا سے زیادہ بھتیجی کی تربیت کا حق کسے پہونچتا ہے۔[۱]

کیا فکر ونظر کے اس عظیم انقلاب کی مثال تاریخ کے کسی دور میں بھی ملتی ہے؟ ان پر کامل یقین رکھتا ہوا اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ عدل وانصاف سے

---

[۱] نیل الاوطار۔ج:۷ص:۱۳۷ بحوالہ ’’عورت اسلامی معاشرہ میں‘‘ص ۴۵ تا ۵۰

باہر قدم رکھے اور عورت کو بے بس و کمزور پا کر اس پر ظلم کے تیر برسانے لگے۔

انسانی حیثیت: قرآن کریم نے صاف طور پر اس حقیقت کو واضح انداز میں بیان کر دیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی جنس ایک ہے ارشاد ہے۔

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْراً وَّنِسَآءً﴾۱

اے لوگو! اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اس طرح کہ ایک جان یعنی آدم کو پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلائے۔

ایک مقام پر ارشاد ہے۔

﴿وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً﴾۲

اللہ ہی نے تمہاری ذات سے تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے پوتے پیدا کئے۔

ان آیات کے اندر تخلیق انسانی کا تذکرہ ہے اور اس حقیقت کو ثابت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی جنس ایک ہے اور دونوں انسانیت میں یکساں ہیں۔

ایمانی حیثیت: ایمانی حیثیت سے بھی عورتوں کو مردوں کی برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے صاف طور پر وضاحت کی ہے کہ عورتوں کا ایمان مردوں کے ایمان کی طرح ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا جَآءَ کُمُ الْمُوْمِنَاتُ مُھَاجِرَاتٍ

۱ النساء:۱ ۲ النحل:۷۲

فَامْتَحِنُوْھُنَّ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلاَ تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ﴾۱

مسلمانو! جب مومن عورتیں تمہارے پاس مہاجرین بن کر آئیں تو ان کا امتحان کر لیا کرو اللہ تعالی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم ان کو مومن پاؤ تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

شخصیت کا احترام: عزت نفس ایک لازمی چیز ہے اس کی بقاء اگر نہیں تو انسان کا وجود بیکار ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَاناً وَّ اِثْماً مُّبِیْناً﴾۲

مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناحق تکلیف پہونچانے والے بہتان اور کھلے گناہ کے مرتکب ہیں۔

اس آیت میں عورت و مرد دونوں کی عزت نفس کو مساوی مقام دیا گیا ہے۔

معیار بزرگی ایمان وعمل: اسلام کے نزدیک عورت اور مرد دونوں برابر ہیں اس نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا ہے کہ عزت و ذلت اور سربلندی کا معیار صلاح و تقویٰ اور سیرت و اخلاق ہے جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابل قدر اور مستحق اکرام ہوگا اور جس کا دامن ان اوصاف سے خالی ہوگا وہ دونوں ہی جگہ ناکام و نامراد ہوگا ارشاد ربانی ہے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾۳

۱ الممتحنۃ:۱۰ ۲ الاحزاب:۵۸ ۳ النحل:۹۷

جوشخص بھی نیک عمل کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مومن ہے تو ہم (اس دنیا میں) اسے اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ضرور ان کے اچھے کاموں کا اجر عطا کریں گے ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[1]

جس نے کوئی برائی کی اسے بدلہ برائی کے برابر ہی دی جائے گی اور جس نے ایمان کی حالت میں اچھے عمل کئے ہوں گے خواہ مرد ہوں یا عورت وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں بغیر حساب کے ان کو رزق ملے گا۔

اسلامی عقائد عبادات ومعاملات فضائل اعمال اور مکارم اخلاق کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر دیا گیا ہے اور شریعت کی پابندی کرنے والے مردوں اور عورتوں کی بلاتفریق تعریف کی گئی ہے نیز دونوں صنف کے لئے اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْراً عَظِيْماً﴾[2]

بلاشبہ مسلمان مرد اور عورتیں اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور صدقہ کرنے

۱ المومن: ۴۰ ۲ الاحزاب: ۳۵

والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہوا ہے۔

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِيْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَاباً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾[1]

پس ان کے رب نے ان کا دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہی ہو پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہیں میری راہ میں تکلیف دی گئی اور جو لڑے اور مارے گئے تو ضرور میں ان کی غلطیاں معاف کردوں گا اور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ بدلہ ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی ذمہ داری میں بھی مرد اور عورت دونوں کو شریک قرار دیا گیا ہے اور اس کی بجا آوری پر ان کے لئے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُوْلٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾[2]

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے معاون ہیں وہ

۱ آل عمران: ۱۹۵ ۲ التوبۃ: ۷۱

بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں پر اللہ ضرور رحم کرے گا بلاشبہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حقوق میں مساوات: اسلام نے عورت اور مرد دونوں کے حقوق وضوابط کا قانونی طور پر تعین بھی کر دیا ہے اور اس کمال اعتدال اور شان توازن کے ساتھ کہ نہ عورت اپنی زیردستی کی شکایت کرسکتی ہے اور نہ مرد اپنی زوردستی کا اظہار کرسکتا ہے۔

اسلامی معاشرہ کا یہ فرض ہے کہ جو ہاتھ ظلم وتعدی کے لئے اٹھے اسے قلم کردے اور جو قوم حق وانصاف کی پامالی کے لئے بڑھے اسے کاٹ پھینکے اس لئے اس نے اعلان کیا۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾

اے عقل والو! تمہارے لئے قانون قصاص میں زندگی ہے۔

(۱) شریعت کا یہ ایک کلی اصول ہے کہ قاتل سے قصاص میں اس کی جان لی جائے خواہ وہ کسی مرد کو قتل کرے یا کسی عورت کو۔ کیونکہ ایک عورت کی جان ویسے ہی محترم اور معزز ہے جیسے ایک مرد کی جان ہوتی ہے اور جو ہاتھ ان دونوں میں سے کسی کے بھی خون سے رنگین ہو گویا خود اس نے اپنے خون کی قیمت کھو دی۔

اہل یمن کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجموعۂ قوانین تحریر کروایا تھا اس میں اس بات کی تصریح تھی۔

''انَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرأَةِ''[1] بلاشبہ عورت کے عوض مرد قتل کیا جائے گا۔

۱؎ السنن الکبریٰ ج:۸ص:۲۰۸

بخاری ومسلم، ترمذی وابوداؤد، نسائی وغیرہ کتب صحاح کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو اس کا سر کچل کر ہلاک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے اسی شکل میں قصاص لیا۔[1]

(۲) عورت اگر اپنے کسی عزیز کے قتل کو معاف کر دے تو کسی رشتہ دار کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اس کے عطا کردہ پروانۂ معافی کو منسوخ کر دے۔

''عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال على المقتتلين ان ينحجزوا الاول فالاول و ان كانت امرأةٌ''[2]

اگر اولیاء مقتول سے دیت لینے اور جان لینے کے بارے میں اختلاف کرنے لگیں اور کوئی قریبی رشتہ دار قاتل کی جان کو معافی عطا کردے تو دوسرے تمام رشتہ داروں کو جان لینے سے رک جانا چاہئے معافی دہندہ خواہ عورت ہی کیوں نہ ہو؟

(۳) حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام مالیات کے میدان میں عورت اور مرد کو دوڑ دھوپ کی اجازت عطا فرماتا ہے اور ان کی محنت کے صلہ کو ان کا جائز حق تسلیم کرتا ہے جس پر قانوناً کوئی بھی شخص دست درازی نہیں کرسکتا حتی کہ خاوند بھی بیوی کے مال میں تصرف کا مجاز نہیں ہے اور نہ ہی بیوی کے لئے یہ جائز ہے کہ شوہر کی دولت میں اپنی مرضی نافذ کرے۔

وراثت کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ: قانون وراثت کے تحت یہ

۱؎ نیل الاوطار ۷/۱۶۰

۲؎ ابوداؤد کتاب الدیات باب عفو النساء من الدم ۴/۱۸۳ حدیث: ۴۵۳۸ والنسائی کتاب القسامہ باب عفو النساء عن الدم ۸/۳۸۔۳۹

کلیہ بیان ہوا ہے۔

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾[1]

جو کچھ ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے ایک مقرر حصہ۔

اسلام کے ضابطۂ وراثت کے بارے میں چونکہ بالعموم غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور سطح بیں نگاہیں دھوکہ کھاتی رہتی ہیں اس لئے ہم یہاں مجملاً ان اصولوں کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جن پر اسلام کا قانون وراثت قائم ہے۔

(۱) اس نے پہلا اصول یہ پیش کیا۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔

اس پر عمل درآمد دو صورتوں میں ہوگا۔

پہلی صورت یہ ہے کہ وارث میت سے بالواسطہ جائز تعلق رکھتا ہو مثلاً میاں بیوی، دوسری صورت یہ ہے کہ ورثاء رشتہ کے لحاظ سے ایک درجہ کے ہوں اور میت کے سارے مال کے بحیثیت عصبہ (عصبہ ان ورثاء کو کہتے ہیں جو متعینہ حقوق کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے مالک ہوجائیں۔) وارث ہوں مثلاً میت کی اولاد بھائی بہن وغیرہ بظاہر ان دونوں صورتوں میں صنفین کے درمیان مساوات نہیں برتی گئی ہے اور مرد کے مقابلہ میں عورت کی مالی پوزیشن کمزور کردی گئی ہے لیکن اگر اسلام کے پورے خاندانی سسٹم پر غور کیا جائے تو حقیقت اسکے برعکس نظر

۱؎ النساء:۷

آئے گی اسلام نے عورت کی مالی حیثیت کو اس کی بعض فطری کمزوری کی بنا پر بہت زیادہ محفوظ اور مضبوط کردیا ہے جب کہ مرد کی اقتصادی حالت ہر آن غیر یقینی اور نا مستحکم ہے۔ وہ اگر وراثت میں عورت کا آدھا حصہ مقرر کرتا ہے تو دو طریقوں سے اس کی تلافی بھی کرتا ہے ایک تو یہ کہ وہ بیوی کو شوہر سے مہر دلواتا ہے جس کی وہ بلا شرکت غیرے حق دار ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شادی میں جو مال و زیور اور تحفے وتحائف دیئے جاتے ہیں ان کا بھی عورت ہی کو مالک قرار دیتا ہے۔

یہاں ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ کہ اسلام پورے خاندان کی معاشی اور تعلیمی وتربیتی ذمہ داری اصلاً مرد پر ڈالتا ہے بالخصوص معاشی ذمہ داری جس سے عورت بالکل مستثنیٰ ہے یہی نہیں بلکہ وہ عورت کا معاشی بار بھی شادی سے پہلے سرپرست کو اور شادی کے بعد خاوند کو اٹھانے پر مجبور کرتا ہے ایسی صورت میں دونوں کو وراثت میں بھی مساوی حقوق دنیا کس طرح قرین عقل وانصاف ہوسکتا ہے؟

ان دو پہلوؤں سے قطع نظر جہاں اسلام نے محض رشتہ کا خیال کیا ہے وہاں عورت اور مرد کو مساوی درجہ دیا ہے مثلاً میت کی اولاد کی موجودگی میں والدین کے حصے یکساں ہوں گے یا اخیافی بھائی بہن (ماں جائے بھائی بہن) کہ ان کے درمیان بھی اسلام نے کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

(۲) دوسرا اصول شریعت نے یہ پیش کیا ہے۔

﴿الحقوا الفرائض باهلها فما بقى لاولىٰ رجل ذكر﴾[1]

حقوق کو اصحاب حقوق تک پہونچاؤ اور جو کچھ باقی ہے قریبی رشتہ دار مرد کا

۱؎ صحیح مسلم کتاب الفرائض باب الحقوا الفرائض باہلھا ۶/۵۹ حدیث: ۱۶۱۵

حصہ ہوگا۔

قانون وراثت کی یہ دفعہ اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک اسلام کے نظام معاشرہ کے ایک دوسرے اصول کو پیش نظر نہ رکھا جائے وہ یہ کہ اسلام نے مرد پر مالی بارڈالنے کے ساتھ رجال خاندان کے درمیان تعاون وتناصر کے ضابطے بھی مقرر کردیئے ہیں یہ ضابطے نہ صرف اخلاقی اہمیت کے حامل ہیں بلکہ انہیں قانونی اور دستوری حیثیت بھی حاصل ہے اگر ایک شخص افلاس کا شکار ہوجائے تو رجال خاندان میں نسبتاً جو اس سے قریب تر ہوگا اس پر سب سے زیادہ مالی تعاون اور کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

یہ موقع ان مباحث کی تفصیل کا نہیں ہے کہنے کا منشا صرف یہ ہے کہ جب ایک شخص زندگی کے ہر نشیب وفراز ہر مصیبت میں سب سے زیادہ پشت پناہ اور سہارا ہو تو عقل وفہم اور اخلاق وقانون اس بات کا تقاضا نہیں کرتے کہ ادائیگی حقوق کے بعد کم ازکم بقیہ مال کا وہ وارث قرار دیا جائے؟ لیکن قانون وراثت میں چونکہ اصلاً اہمیت نسب ہی کو دی گئی ہے اس لئے اس ضابطہ کے تحت ضروری نہیں کہ مردوں کو زیادہ ہی حصہ ملے یہ عین ممکن ہے کہ ایک عورت مورث سے قریبی تعلق رکھتی ہو اور وہ اس مرد سے زیادہ حصہ پائے جو مورث کے دور کا رشتہ دار ہے مثلاً فرض کیجئے ایک شخص اپنے پیچھے ایک بیوی، ایک لڑکی یا ایک بہن اور ایک چچا چھوڑ جاتا ہے تو اسلامی قانون وراثت اس کے مال متروکہ سے بیوی کو ۱/۸ اور لڑکی یا بہن میں سے جو ہوا سے ۱/۲ اور چچا کو ۱/۸ دلائے گا۔[۱]

[۱] بحوالۂ عورت اسلامی معاشرہ میں ص: ۵۶،۵۵

مشترک قانون: قدیم مذاہب عورت اور مرد کو ایک حیثیت دینے کے لئے آمادہ نہ تھے اس لئے انہوں نے دونوں کے الگ الگ قوانین تجویز کئے لیکن اسلام کی تعلیمات کا مخاطب جیسے مرد ہے ویسے عورت بھی ہے اس کا پیغام ''الناس'' کے لئے ہے اس لئے کہ یہ رب الناس اور ''ملک الناس'' کا پیغام ہے ''ربّ الرِّجَالَ یَا مَلِکُ الرِّجَال '' کا نہیں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد صرف مردوں یا عورتوں نے نہیں بلکہ ''الانسان'' نے اٹھایا تھا لہذا دونوں اصناف انسانی کو اللہ کے دربار میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینا ہوگا۔

﴿اِنَّـا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّه‘ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً o لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتُ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ وَالْمُؤمِنَاتِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَحِيْماً﴾[۱]

ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی لیکن انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ بلاشبہ وہ بڑا ظالم اور نادان تھا۔ یہ اس لئے کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اپنی شفقت ورحمت کے ساتھ رجوع کرے اور اللہ بڑا مغفرت اور رحم کرنے والا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤمِنٍ وَّلاَ مُؤمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه‘ فَقَدْ ضَلَّ

[۱] الاحزاب: ۷۲۔۷۳

ضَلاَلاً مُّبِیْناً﴾ (الاحزاب:۳۶)

کسی مومن اور مومنہ کے لئے صحیح نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کردے تو انہیں اپنے معاملہ میں اختیار ہو جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اسلام نے عقائد و عبادات اخلاق و عادات معاملات اور تعلقات میں سے کسی میں بھی عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے الا یہ کہ خود اختلاف صنف کسی ترمیم کا تقاضا کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''اِنَّمَا النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ''[1]

عورتیں مردوں ہی کی ہم جنس ہیں۔

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الرجل یجد البلۃ ۱/۶۱ حدیث:۲۳۶۔ ترمذی ابواب الطہارۃ باب فیمن یستیقظ ویری بللاً ولا یذکر احتلاماً:۱/۱۶

عورت اسلام کے سائے میں

پردہ کے آداب واحکام

عورتوں کے پردہ کا مسئلہ آج ہر حلقہ میں موضوع بحث بنا ہوا ہے پردہ کے مخالف یہ چاہتے ہیں کہ عورتیں کھلے طور پر مردوں کی طرح باہر نکل کر ہر کام میں حصہ لیں ورنہ قومی ترقی کا سلسلہ رک جائے گا۔تعلیم ،سیاست ،تجارت ،صنعت بلکہ فنون حرب وحزب کے پہلو بہ پہلو یہ لوگ عورتوں کو بزم عیش وطرب اور محفل رقص وسرور تک میں گھسیٹنا چاہتے ہیں ان کے سامنے یورپ وامریکہ کی خواتین کی زندگی قابل تقلید نمونہ ہے۔

دوسری طرف پردہ کے حامی عورتوں کو گھر کی چہار دیواری کے اندر محصور رکھ کر ضروری تعلیم اور بہت سے دوسرے جائز حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ میں اگر عورتیں بیع و شراء غزوات اور نماز وغیرہ کے لئے نکلتی تھیں تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس دور میں فتنہ کے مواقع بہت کم تھے لیکن جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف طرح کے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو ماحول کی پاکیزگی ختم ہوگئی اور رقص وسرور کی محفلوں کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ بڑھ گیا اس لئے اب عورتوں کو کسی بھی کام کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دینا غلط ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو مذکورہ دونوں گروپ پردہ کی حمایت ومخالفت

میں اعتدال سے دور ہو کر افراط وتفریط کا شکار ہو گئے اسلامی تعلیمات کے اندر نہ تو عورتوں کو بالکل آزاد چھوڑا گیا ہے اور نہ ہی ان کو گھر کے اندر محصور کیا گیا ہے بلکہ حالات کے مطابق گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کو بھی انجام دینے کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ شریعت کے بتائے ہوئے اخلاق وآداب کی رعایت کی جائے۔

افسوس کہ اسلام نے جن قوانین کو عورتوں کے تحفظ کے لئے وضع فرمایا تھا مغرب زدہ جدید افکار نے انہیں قید و بند سمجھ کر اسلام پر طرح طرح کی الزام تراشیاں شروع کر دی ہیں غیر قومیں تو درکنار خود مسلم معاشرہ کے بہت سے لوگ اسلامی حدود کو توڑنے اور اس کے تقدس کو پامال کرنے میں پیش پیش ہیں ایسے ہی لوگ عورتوں کے لئے پردے کو قید و بند اور قابل لعنت و ملامت اسلامی ظلم تصور کرتے ہیں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ پردے کو عورتوں پر ظلم قرار دینے والے ہی عورتوں کا استحصال اور ان کے تقدس کو پامال کرنے والے اصلی جراثیم ہیں یہ عجیب بات ہے کہ پردہ مخالف عورتوں اور مردوں کو بلاوجہ پردے کی خرابیاں کرید کر نکالنے کا موقع تو ملتا ہے لیکن یہ بے پردگی کے بطن سے جنم لینے والے ہزاروں عیوب ونقائص پر سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کا انہیں موقع نہیں ملتا کیا آئے دن اخبارات ورسائل وجرائد میں شائع ہونے والے عصمت دری کے عجیب وغریب واقعات ان لوگوں کے لئے باعث تشویش وتفکر نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں آئے دن مشاہدے میں آتا ہے مغربی تہذیب کے رسیا اور اندھی تقلید کرنے والے ذرا مغرب کے پردے میں جھانک کر دیکھیں تو انہیں اس وحشیانہ کلچر کی نیرنگیاں وگل کاریاں اچھی

طرح سمجھ میں آجائیں گی کہ آزاد خیالی اور آوارگی کے سبب امریکہ میں ہر سال نہ جانے کتنی طلاقیں صرف ایسی باتوں کو لے کر واقع ہوتی ہیں کہ شوہر نے بیوی کے کتے کو ڈانٹ دیا۔ شوہر نے بیوی کی کار بغیر اجازت استعمال کر لی..............۔

آج یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ عورتوں کی تعلیم پر اثر انداز ہوتا ہے ایسا اعتراض کرنے والوں کو تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ پردے کی کما حقہ پاسداری کرنے والی ایسی ایسی صحابیات وتابعیات گزری ہیں جنہیں حدیث وفقہ اور دیگر علوم پر وہ درک ومہارت حاصل تھی کہ بڑے بڑے محدثین وفقہاء نے ان سے حدیث وفقہ کا اور علوم وفنون کا باضابطہ درس لیا آپ کہیں یہ تو بہت قدیم زمانے کی بات ہے تو موجودہ دور پر نظر ڈالیں کیا ایسی اسلامی خواتین نہیں جو پردے کے ساتھ کالجوں ویونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتی ہیں اور ان کے تعلیمی سلسلے میں کچھ بھی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ عریانیت پسند اور آزاد خیال لڑکیوں سے کہیں اچھا تعلیمی معاملہ ان خواتین کا ہوتا ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو چہار دیواری کے اندر قید کر رکھا ہے اس کے لئے کسی طرح کی ملازمت کو روا نہیں رکھا ہے یہ اعتراض بھی ان کی کم فہمی کی دلیل ہے کیونکہ اولاً تو اسلام نے عورتوں کے لئے صرف ایسی ملازمت کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں بے پردگی اور دو مختلف جنسوں کا اسقدر عریانیت کے ساتھ اختلاط وتصادم ہو اور غیر محرموں کا اختلاط ہو ایسی ملازمت جو ان نقائص ومفاسد سے مبرا ہو وہ جائز ودرست ہے۔

شریعت نے مختلف حالات میں عورتوں کے لئے ستر پوشی اور پردہ کے درج ذیل احکام دیئے ہیں:

''نماز کی حالت میں چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ پورا جسم مکمل طور پر چھپا رہنا چاہیئے جس کپڑے میں نماز پڑھے وہ اتنا لمبا ہو کہ رکوع اور سجدہ کی حالت میں پیروں کا بالائی حصہ چھپا رہے اوڑھنی سے سر کے بال کندھا گردن اور سینہ چھپانا چاہیئے نماز کے لئے عورت اگر کوئی کپڑا مخصوص کر لے تو بہتر ہے۔

نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں عورت کو اپنے بدن کا ہر حصہ چھپائے رکھنا ضروری ہے اگر کام کاج یا کسی معاملہ میں گواہی کے وقت چہرہ یا ہتھیلی کے کھولنے کی ضرورت ہو تو شریعت میں اسکی گنجائش ہے بیماری کی حالت میں اگر معالج جسم کا متاثرہ حصہ دیکھنا چاہے تو گھر کے کسی فرد کی موجودگی میں دیکھ سکتا ہے کیونکہ مجبوری کی حالت میں شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

جب عورت اپنے شوہر یا محرم لوگوں کے پاس یا مسلم عورتوں کے درمیان ہو تو ایسی صورت میں لباس یا آرائش کی دوسری چیزوں کا اظہار کرنے کی اجازت ہے۔ جنسی معاملات سے ناواقف بچوں یا از کار رفتہ مردوں سے پردہ نہیں لیکن مزدوروں اور خادموں سے پردہ ضروری ہے اسی طرح غیر مسلم عورتوں کے سامنے بھی تمام جسم کا پردہ ضروری ہے البتہ ضرورت پر چہرہ اور ہتھیلی کے اظہار کی اجازت ہے''

پردہ یا لباس کیسا ہو؟: علامہ ناصر الدین البانی محدث رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حجاب المرأة المسلمة' میں پردہ ولباس کی شرطوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔ ان شرائط میں سے ابتدائی پانچ شرطوں کا تعلق اس حالت سے ہے جب عورت گھر سے باہر نکلے لیکن بعد کی تین شرطیں گھر اور باہر دونوں جگہ کے لباس اور پردہ سے متعلق ہیں۔

۱..........پہلی شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ بدن کو ممکن حد تک پورے طور پر چھپا لے چہرہ اور ہتھیلیوں کے چھپانے اور کھولنے کے سلسلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کا چھپا لینا ہی بہتر ہے۔

اس شرط کی ایک دلیل سورۂ نور کی آیت نمبر :۳۱ ہے اس آیت میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نگاہ نیچی رکھیں کسی اجنبی مرد کو نہ دیکھیں پاکدامنی اختیار کریں کپڑے سے بدن چھپائے رکھیں اپنی زینت وخوبصورتی کی نمائش شوہر اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی غیر محرم کے سامنے نہ کریں پیر ٹپک کر پوشیدہ زینتوں کا اظہار نہ کریں۔

اس آیت کی روشنی میں یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے غازہ وغیرہ استعمال نہیں کرنا چاہئے نہ کوئی ایسا لباس زیب تن کرنا چاہئے جو کسی جنسی کشش کا باعث ہو۔

اسی طرح مسلمان عورتوں کو آرائشی لباس اور زیورات سے مزین ہوکر سیر وتفریح کے لئے جانا نہیں چاہئے خلاصہ یہ کہ ہر وہ لباس اور کام عورتوں کے لئے ممنوع ہے جس میں مردوں کے لئے کشش ہو اور وہ نظر اٹھائیں۔

۲..........دوسری شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ بذات خود زینت نہ ہو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ زینت کا ایسے طور پر اظہار نہ کیا جائے جس سے شہوانی جذبہ میں تحریک ہو ایسا فعل باعث لعنت ہے جہنم میں عورتوں کی تعداد کی کثرت کا جو ذکر حدیث میں ہے اس کا سبب عام طور پر زینت کے اظہار کا جذبہ ہی ہے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ذکر ہے کہ امیمہ بنت رقیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو آپ نے ان سے درج ذیل امور پر بیعت لی۔ شرک نہ کریں، چوری اور زنا نہ کریں، اولاد کو قتل نہ کریں، بہتان تراشی نہ کریں، نوحہ وبین نہ کریں اور دور جاہلیت کی طرح زینت کا اظہار نہ کریں۔

۳..........تیسری شرط یہ ہے کہ کپڑا دبیز ہوتا کہ جسم نظر نہ آئے کیونکہ لباس یا پردہ کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جسم کو چھپایا جائے اگر کپڑا شفاف ہو تو اس سے فتنہ میں اضافہ ہوتا ہے اسی لئے ایسی عورتوں پر حدیث میں لعنت بھیجی گئی ہے جو اس قدر باریک کپڑا زیب تن کریں جس سے جسم نظر آئے۔

طبقات ابن سعد (۴٦/۸) میں مذکور ہے کہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن حضرت عائشہ کے پاس ایک باریک اوڑھنی اوڑھ کر آئیں حضرت عائشہؓ نے دیکھتے ہی اسے پھاڑ دیا اور کہا کہ تمہیں سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا حکم معلوم نہیں؟ پھر دوسری اوڑھنی منگا کر انہیں دیا۔

ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب 'الزواجر' میں عورتوں کے باریک و شفاف لباس سے متعلق مستقل باب باندھا ہے اور دلیل دی ہے کہ اس طرح کا لباس استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۴..........چوتھی شرط یہ ہے کہ لباس اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کی ساخت نمایاں ہو بلکہ کشادہ اور ڈھیلا ڈھالا ہو، کیونکہ لباس یا کپڑے کا مقصد فتنہ کا سد باب ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورتیں کشادہ کپڑا استعمال کریں تنگ کپڑوں سے جسم کا

رنگ تو چھپ جاتا ہے لیکن پردہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اسامہ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کا ہدیہ کیا ہوا کتان کا سفید شفاف و باریک کپڑا مجھے دیا میں نے اسے اپنی بیوی کو دے دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کپڑا کیوں استعمال نہ کیا؟ میں نے جواب دیا کہ بیوی کو دے دیا آپ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ نیچے کوئی کپڑا پہن کر اسے پہنا کرے۔

یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا کہ بہت سے موٹے کپڑے بھی نرمی کی وجہ سے جسم کی ساخت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جب ان کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا پہن لیا جائے تو جسم کے اعضاء کی نمائش کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

۵............ پانچویں شرط یہ ہے کہ کپڑے میں خوشبو نہ لگی ہو متعدد احادیث میں یہ حکم مذکور ہے کہ عورت اگر مسجد جانے کے لئے نکلے تو خوشبو استعمال نہ کرے اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس سے شہوت میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور جب مسجد جاتے ہوئے خوشبو کی اجازت نہیں تو پھر بازار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟

۶............ چھٹی شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ مرد کے لباس سے ملتا جلتا نہ ہو، ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو لباس وغیرہ میں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ابن عباس کی ایک روایت میں ان کے گھروں سے نکالدینے کا حکم ہے۔

اس دور میں مغربی تہذیب کے دلدادہ مرد اور عورت لباس وغیرہ میں

ایک دوسرے کی مشابہت سے بچتے نہیں بلکہ اکثر حالات میں فیشن کے خیال سے مشابہت کو اختیار کرتے ہیں احادیث نبویہ میں اس پر سخت وعید ہے تمام مسلمانوں کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۷............ ساتویں شرط یہ ہے کہ کپڑا کافر عورتوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو کیونکہ اسلامی شریعت کا یہ فیصلہ ہے کہ مسلمان مرد و عورت اپنی عبادت تیوہار اور لباس و ہیئت میں کافروں کی مشابہت اختیار نہ کریں شریعت کا یہ ایک اہم قاعدہ ہے اور اس کی پابندی یا مخالفت کے اثرات بڑے ہی دوررس ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اس قاعدہ سے غافل ہے اور کھلے طور پر غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔

۸............ آٹھویں شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ شہرت کا باعث نہ ہو اس کے استعمال سے لوگوں کے مابین ممتاز یا نمایاں ہونا مقصود نہ ہو۔

حدیث میں ایسے شخص کے لئے سخت وعید آئی ہے جو لباس کے ذریعہ شہرت کا طالب ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کو قیامت کے دن رسوائی اور جہنم کی آگ کا مستحق قرار دیا ہے۔

عورتوں کے لباس کے سلسلہ میں مختصر طور پر جو تفصیل بتائی گئی ہے اس کی پابندی ہر مسلمان کا فرض ہے خاندان کے ذمہ دار افراد مثلاً باپ یا شوہر وغیرہ کو چاہئے کہ اپنے ماتحت تمام افراد کو لباس و پردہ کے مذکورہ اسلامی آداب و احکام سے آگاہ کریں اور اسکی پابندی پر زور دیں قرآن مجید میں اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے

بچانے اور حدیث نبوی میں ذمہ داریوں کی بابت پوچھے جانے کا جو ذکر ہے اسکی پابندی اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ ۱؎

پردہ یا حجاب کا مفہوم: حجاب عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کے چھپنے کا ذریعہ یا آڑ جسے اردو میں پردہ کہا جاتا ہے چنانچہ پردہ کرنے یا حجاب کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ کسی چیز کے ذریعہ چھپانا یا آڑ کرنا جب مسلمان عورت اپنی سراپا زینت کو اجنبی نظروں سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے جسم پر موجود لباس کے اوپر ایک اور اضافی و مناسب لباس کے ذریعہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ بقیہ پورے جسم کو چھپالیتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے پردہ کرلیا یا اس نے حجاب کرلیا۔

پردے کی آیات اور ان کا مفہوم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی﴾ (الاحزاب:۳۲۔۳۳)

اے نبی کی بیویو! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو (تمہارا درجہ بہت بلند ہے) اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو پس تم بات کرتے وقت لجاجت اختیار نہ کرو ورنہ جس کے دل میں برائی ہے وہ بری توقع قائم کرے گا تم صرف اچھی باتیں کرو اپنے گھروں میں قیام اختیار کرو اور دور جاہلیت کی طرح بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان آیات میں ازواج مطہرات کو خطاب کیا گیا ہے مگر ان میں تخصیص کے لئے کوئی صریح لفظ یا واضح قرینہ موجود نہیں ہے یہ حکم عام

۱؎ حجاب المرأۃ المسلمۃ بحوالہ خاتون اسلام ص:۱۰۲ تا ۱۰۷

عورت کے لئے بھی ہے۔

جب مسلمان مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے خواہ اس کے مخاطب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا آپ کی ازواج مطہرات ہوں (بشرطیکہ اس میں تخصیص کی صراحت یا واضح قرینہ موجود نہ ہو) تو اللہ کے اس حکم کی تعمیل کس قدر زیادہ ضروری ہوگی جو براہ راست نبی اور ازواج نبی کے ساتھ مسلمان مرد و عورت کو بھی دیا گیا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (الاحزاب:۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنے جلباب ڈھیلی ڈھالی چادر کی شکل میں ہو یا برقع ڈال لیں یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (باعفت عورت کی حیثیت سے) پہچان لئے جائیں پھر (کسی طرف سے کوئی) اذیت نہ دی جائیں اور (اس سے قبل جلباب اختیار نہ کرنے کی وجہ سے جو تقصیر ہوئی ہے) اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

الوقرُ فی البیت کا مفہوم: لفظ قرْنَ وَقرَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں اپنے گھر میں مستقر ہونا یا قیام پذیر رہنا لیکن گھر میں قیام پذیر رہنے کا مطلب گھر میں بند رہنا نہیں ہے اور نہ یہ کہ گھر میں ہمیشہ کے لئے اس طرح موجود رہنا کہ گھر سے نکلنا ہی ناجائز ہو جائے۔

آیت مذکور کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہے بلکہ اس آیت کا مفہوم اور اس کا

مقصد صرف یہ ہے کہ عورتوں کے لئے گھر ہی مناسب مقام وحقیقی قیام گاہ ہے جس کی وہ دیکھ ریکھ کرنے اور نئی نسل کی تربیت کے فرائض انجام دیں گی گویا وہ گھر کی چھوٹی سی حکومت کے وزارت داخلیہ کے منصب پر فائز رہیں گی۔

تبرّج کیا ہے؟: مفسرین نے عورت کے تبرج کی اس طرح تفسیر کی ہے۔

☆ مجاہد نے فرمایا: عورت گھر سے نکلتی تھی اور لوگوں کے درمیان (اپنے حسن وزینت کو دکھاتی ہوئی) چلتی تھی پس وہی جاہلیت کا تبرج یا بے پردگی ہے۔

☆ قتادہ نے فرمایا: عورت مٹکتی ہوئی سینہ تان کر چلتی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

☆ مقاتل بن حیان نے کہا: کہ عورت اپنے دوپٹے کو سر پر رکھ لے لیکن صحیح ڈھنگ سے نہ اوڑھے جس سے اس کا ہار، کان کی بالیاں اور گردن دکھائی دیتی رہے اور یہ سب دیگر لوگوں کو نظر آئیں اسی کو تبرج کہا جاتا ہے۔

☆ ابن کثیر نے فرمایا: بعض عورتیں مردوں کے درمیان سے اپنے سینے کھول کر گزرتی تھیں جن پر اوڑھنیاں نہیں ہوتی تھیں اور بعض اوقات اپنی گردنیں اور اپنے بال کی چوٹیاں اور اپنے کان کی بالیاں بھی ظاہر کرتی تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے احوال وبناوٹوں کا بھی پردہ کریں یہ ہیں جاہلی تبرج وبے پردگی کی بعض صورتیں جن کی قرآن کریم نے نشاندہی کی تاکہ اسلامی سوسائٹی کو جاہلیت کے برے اثرات سے پاک کردے اور اسے فتنہ وگمراہی سے دور رکھے اور ساتھ ہی ساتھ سوسائٹی میں اسلامی آداب وتصورات اور اسلامی شعور ومزاج پروان چڑھے۔

جاہلیت کے کسی زمانے کا معین وقت کا نام نہیں بلکہ یہ وہ خاص اجتماعی حالت ہے جو فطرت سلیمہ سے منحرف ہو جس پر زندگی کے جداگانہ مخصوص تصورات

ہوں جو خود زندگی کے پیدا کرنے والے کے بتائے ہوئے تصورات کے مخالف ہوں ایسی حالت یا ایسا تصور جس جگہ یا جس زمانہ میں پایا جائے گا اس پر جاہلیت کی تعریف صادق آئے گی اور موجودہ زمانہ میں جس میں ہم جی رہے ہیں اس جاہلیت کا پورا پورا مصداق ہے کیونکہ یہ اپنے خالق کی ہدایات کے بہت زیادہ مخالف حالات ومخالف تصورات پر قائم ہے۔[1]

جلابیب کے معنیٰ؟: جلابیب جمع ہے جلباب کی اور جلباب یا تو کوئی بڑی چادر ہو یا ڈھیلا ڈھالا کپڑا یا عربی برقع یا عبایا خواہ سوتی کا ہو یا ریشم کا یا اون کا، خواہ کسی بھی رنگ کا ہو یا کسی بھی شکل کا، بشرطیکہ وہ غیر مزین وغیر مزخرف سادہ یا پلین ہو پورے جسم کو اس طرح چھپالے کہ باہر سے اندر کی چیز نظر نہ آئے اس قدر ڈھیلا ڈھالا ہو کہ جسم کی بناوٹ اور نقوش یا سینے کا اتار چڑھاؤ ظاہر نہ ہو جسم پر سر سے پیر تک اس طرح لٹکا ہوا ہو کہ صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصہ ظاہر نہ ہو جسے عورت یا بالغ لڑکی (اپنے خویش واقارب محارم عورتوں کے درمیان پہنے جانے والے) روزمرہ گھریلو عادی لباس کے اوپر گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کے اندر کسی اجنبی غیر محرم بالغ آدمی کے آنے پر لازمی طور پر پہنے اگر دونوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ کی آڑ نہ ہو۔

پردے کے سلسلے میں متعدد احادیث مروی ہیں جو عورتوں کو پردہ کرنے کی تاکید کرتی ہیں تاکہ جنس مخالف اجنبی یا اجنبیہ کی غیر شرعی نظر بازی کو روکا جاسکے ان

[1] شرعی پردہ ص: ۱۵

میں سے چند احادیث یہ ہیں:

''عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قال المرأة عورة فاذا خَرَجَتُ (بدون حجاب او بدون جلباب) اشتشرفها الشیطان من الانس والجن'' (ترمذی)

ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت مجسمہ شرم وحیاء ہے جب وہ (بغیر پردہ یا بغیر جلباب کے گھر سے نکلے گی تو انسان اور جن کے شیطان صفت لوگ اس پر غلط نظریں ڈالیں گے۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

''عن عائشة رضی الله عنها ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیها ثیاب رقاق فاعرض عنها فقال: یا اسمآء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم تصلح ان یریٰ منها الاھٰذا و ھذا و اشار الی وجهه و کفیه''[1]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں آئیں کہ ان پر باریک کپڑے تھے وہ باریک کپڑے اوڑھے ہوئے آئیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت حیض کی عمر تک پہنچ جاتی ہے تو جائز نہیں ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو سوائے اس کے اور اس کے اور آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

''ام سلمة انها کانت عند رسول الله صلی الله علیه وسلم و میمونة اذا اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم احتجبا منه فقلت یا رسول الله الیس هو اعمیٰ لا

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فیما تبدی المرأة من زینتها ۶۲/۴ حدیث: ۴۱۰۴

یبصرنا؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افعمیا و ان انتما لستما تبصرانه''[1]

ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہ بھی تھیں، اچانک ام مکتوم نظر آئے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم دونوں کو خطاب کرکے) فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو اندھے ہیں ہمیں نہیں دیکھ سکتے اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کہ انہیں دیکھ نہیں پائیں۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

''عن اسماء بنت ابی بکر قالت کنا نغطی وجوهنا من الرّجال''[2]

اسماء بنت ابو بکر نے فرمایا ہم اجنبی غیر محرم مردوں کے سامنے اپنے چہرے ڈھانکے رکھتے تھے۔

چہرہ کا حکم: عورت کے باہر نکلنے کی صورت میں چہرہ چھپانے یا کھولنے کے سلسلہ میں علماء احناف کا اختلاف ہے کچھ لوگ عورت کو چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں عورتوں کو چادر ڈالنے کا جو حکم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ بھی ضروری ہے اسی طرح متعدد احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں عورتیں چہرہ کا پردہ بھی کرتی تھیں پھر جو لوگ چہرہ اور ہتھیلی کے پردہ کے قائل نہیں ہیں وہ بھی فتنہ

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی قولہٖ عزوجل قل للمؤمنات یغضضن
[2] حاکم کتاب المناسک

سے بچنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ عورتیں چہرہ کا بھی پردہ کریں گی خصوصا جب کہ چہرہ یا ہتھیلی پر کسی طرح کی زینت موجود ہو۔

امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ:

''عورت کو احرام کی حالت میں نقاب اور دستانہ پہننے سے منع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ اور ہاتھ کے پردے کے لئے مذکورہ دونوں چیزیں استعمال کرتی تھیں۔

امام ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں کہ:[1]

''فقہاء نے آزاد عورت کے پردہ سے چہرہ اور ہتھیلی کا جو استثناء کیا ہے اسکا تعلق نماز سے ہے یعنی نماز کی حالت میں اسکا چہرہ اور ہتھیلی کھلی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ چہرہ اور ہتھیلی کھول کر باہر غیر محرموں کے سامنے جائے۔''

موصوف نے پردہ کی پابندی کرنے کے سلسلہ میں ایک مقام پر یہ وضاحت کی ہے کہ گھر کے ذمہ دار شخص یعنی باپ شوہر اور بھائی وغیرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ماتحت عورتوں کو بن سنور کر باہر نکلنے باریک وشفاف لباس پہننے اور راستہ میں مردوں سے بات کرنے سے روکے اگر کوئی عورت بن سنور کر اکثر باہر جاتی ہو تو اسے زبردستی منع کرے نہ مانے تو گھر کے اندر قید کردے۔[2]

دوزخی عورتیں: عریانی اور بے پردگی اس دور کا عظیم فتنہ ہے بے پردہ لباس پہننے والی عورتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

[1] اعلام الموقعین ج:۲ص:۶۱

[2] الطرق الحکمیہ فی السیاسیۃ الشرعیۃ ص:۲۸۰

گرامی ہے:

''عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذ ناب البقر يضربون بها الناس و نساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة لايدخلن الجنة و لا يجدن ريحها ليوجد من مسيرة كذاو كذا''[1]

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو قسم کے لوگ دوزخی ہیں جن کو ابھی میں نے نہیں دیکھا ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ گائے کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ ظلماً لوگوں کو ماریں گے یعنی حاکم وزراء ظالم ہوں گے۔ (چنانچہ اس دور میں یہ لوگ موجود ہیں) دوسرے وہ عورتیں جو ظاہر میں کپڑے پہنے ہوں گی اور حقیقت میں وہ ننگی ہوں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور انکی طرف رغبت کریں گی ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے یعنی ایک طرف جھکے ہوں گے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ان کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو دور تک پھیلی ہوئی ہوں گی۔ (چنانچہ اس دور میں ایسی عورتیں بھی موجود ہیں)

کاسیات عاریات: ان الفاظ کے شارحین حدیث نے کئی معنی بیان کئے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو کتاب وسنت اور لغت عربی کی روشنی میں یہ سب معانی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

(ا) ایسی خواتین جو باریک لباس پہنتی ہیں جن سے بدن کا حسن وجمال جھلکتا ہے اسمیں وہ چست کسا ہوا لباس بھی شامل ہے جس کے زیب وتن کرنے سے جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوجاتے ہیں ایسی خواتین ملبوس (باپوشاک) بھی

[1] مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب النسآء الکاسیات العاریات

ہیں اور برہنہ (بے لباس) بھی۔

(۲) وہ خواتین جو جسم کے ان بعض حصوں کو جنہیں ڈھانپنا ضروری ہے کھلا رکھتی ہیں جیسا کہ آج کل عام رواج ہوگیا ہے کہ سینے کا بالائی حصہ اور کہنیاں اور باہیں کھلی رہتی ہیں بلکہ بعض عرب ممالک میں گھٹنوں تک پنڈلیاں بھی لباس سے بے نیاز رہتی ہیں۔

(۳) ایسی خواتین جن کے جسم کا ہر حصہ اللہ تعالی کی نعمتوں سے آراستہ ہے اور جن کے زندگی کا ہر لمحہ اس کی کرم فرمائیوں سے بھر پور ہے لیکن اس کے باجود زبان ذکرالٰہی سے اور دل جذبۂ شکر سے محروم ہیں۔

(۴) ایسی خواتین جو دنیا میں لباس وزینت کے تمام تکلفات میں ڈوبی ہوئی ہیں لیکن اپنی بے عملی کی بناپر آخرت میں اس ثواب سے محروم رہیں گی جو لباس تقوی کی بناپر حاصل ہوسکتا ہے۔

(۵) ممیلات ایسی خواتین جو آواز دار زیور بھڑکیلے شوخ رنگ لباس اور تیز مہکتی خوشبو کے ذریعہ سوسائٹی کے نوجوانوں کی توجہ اپنی طرف پھیر لیتی ہیں۔

(۶) مائلات: ایسی خواتین جن کی چال میں سادگی اور وقار کے بجائے ناز وانداز اور تکبر وفخر کا مظاہرہ ہوتا ہے

(۷) رؤسھن کاسنمۃ البخت: اس جملہ سے ایسی عورتیں مراد ہیں جو اپنے حسن و جمال کی برتری اور بالوں کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے اپنی چوٹیوں کو اس طرح لپیٹ لیتی ہیں کہ کوہان کی مشابہت پیدا ہوجائے یا مصنوعی بال لگا کر کوہان کی شکل بنالی جاتی ہے۔

اجنبی یا غیرمحرم کون ہے؟: اجنبی سے مراد وہ شخص نہیں ہے جسے عورت پہلے سے نہیں جانتی بلکہ شرعی اصطلاح میں ہر وہ مرد وعورت آپس میں اجنبی ہیں جن کے ساتھ دیر یا سویر کسی بھی وقت نکاح جائز ہے اس قسم کے مرد وعورت کو

غیرمحرم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے درمیان نکاح حرام نہیں۔ لہذا ان میں سے ہرایک دوسرے کے لئے اجنبی ہے خواہ ایک دوسرے کو پہلے سے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ کسی عورت کا سگا چچازاد بھائی اس عورت کے لئے اجنبی اور غیرمحرم ہے چاہے وہ اسے بچپن ہی سے کیوں نہ جانتی پہچانتی ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے لیکن ایک عورت کا حقیقی بھتیجہ اس کے لئے اجنبی نہیں ہے کیونکہ وہ اسے ملاقات نہ ہونے یا تعارف نہ رہنے کی وجہ سے پہلے سے نہ جانتی اور نہ پہچانتی ہو پھر بھی وہ آپس میں محرم ہیں کیونکہ ان دونوں کے درمیان نکاح حرام ہے۔

غیرمحرم ڈاکٹر سے عورت کا علاج: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں عورتوں کے علاج کے لئے کبھی غیرمحرم ڈاکٹر سے بھی رجوع کرنا پڑتا ہے اگر ہم عورتوں کو ڈاکٹر سے پردہ کرائیں تو ان کا علاج کیسے کیا جائے گا؟ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت علاج کے لئے بوقت ضرورت اپنے جسم کے خاص اعضاء بھی غیرمحرم ڈاکٹر کو دکھا کر علاج کراسکتی ہے تو اس کے لئے دیگر عام حالت میں بھی اس ڈاکٹر کے سامنے اپنے جسم کے دیگر اعضاء کھلے رکھنے میں کوئی حرج نہیں یعنی جس ڈاکٹر سے عورت ایک بار پردہ ہٹا کر بیماری چیک اپ کرالیتی ہے اس کے لئے ایسے ڈاکٹر سے تاحیات کوئی پردہ نہیں۔

عورت کا بیمار ہونا بھی ممکن ہے اور علاج کے لئے اسے ڈاکٹر کے پاس جانا بھی پڑتا ہے خواہ وہ ڈاکٹر اپنا کوئی محرم آدمی ہو یا کوئی اجنبی غیرمحرم ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کہنے والا اس واقعہ کو ناجائز مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے

تا کہ اباحیت کا رواج ہو اور اباحیت پسندوں کو خوش کیا جاسکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ہر مناسب طریقہ سے علاج کی اجازت دی ہے چنانچہ بوقت ضرورت بیماری چک اپ کرانے کے لئے ڈاکٹر کے پاس عورت کے اپنے پردے ہٹانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ ایک ہنگامی حالت میں وقتی ضرورت ہے اور ضرورت پوری ہوتے ہی وہ حالت ختم ہوجاتی ہے پھر شرعی پردہ وہ اپنی جگہ پر لوٹ آتا ہے بیمار حالت کی وقتی ضرورت کو صحت حالت میں دائمی بے پردگی اور اباحیت کے لئے حیلہ بنانا جائز نہیں جس طرح ایک بار اضطراری حالت میں مردہ جانور کا گوشت کھانا جائز ہونے کی وجہ سے اسے اچھی حالت میں برابر کھاتے رہنا جائز نہیں۔

کسی عورت کا علاج کرنا غیر محرم ڈاکٹر کیلئے رضاعت کا قائم مقام نہیں ہوتا کہ اسے اس عورت کا رضاعی لڑکا یا دودھ بیٹا اعتبار کیا جائے اور اسکے ساتھ محارم جیسا برتاؤ کیا جائے یا اس کے سامنے وہ بغیر پردہ کے نکلنے لگے کسی غیر محرم ڈاکٹر سے علاج کرانے کے بعد تا زندگی اس کے سامنے پردہ نہ کرنے کا نظریہ ایک غلط نظریہ ہے اور اباحیت پسند اقدام ہے جسے اسلام نے حرام قرار دیا۔

ایک خاندان کے افراد کے درمیان پردے کا معاملہ: کوئی خاندان ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے مرد افراد اس کی عورتوں کے حق میں صرف محرم ہوا کرتے ہیں ایسے خاندان کے افراد کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے ایسے خاندان کے مرد افراد کے درمیان اس کی عورتیں اپنے روزمرہ کے گھریلو عام لباس میں بغیر جلباب

کے نکل سکتی ہیں اور ان کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھ کر کھا پی سکتی ہیں۔

لیکن اگر کوئی خاندان ایسا ہے کہ اس کے بعض افراد مرد اس کی بعض عورتوں کی نسبت محرم ہیں اور بعض غیر محرم ایسی صورت میں اس خاندان کی عورتیں اس کے بالغ غیر محرم افراد کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے جیسا کہ اجنبی غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے نہ اس کے ساتھ ایک مجلس میں بغیر جلباب سامنے بیٹھنا جائز ہے نہ سامنے ایک مجلس میں بیٹھ کر کھانا پینا جائز ہے اور نہ ان کے سامنے اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر کرنا جائز ہے سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے۔

خاندان کے بالغ لڑکوں کے لئے اس خاندان کی عورتوں اور بالغ لڑکیوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں تاوقتیکہ یہ لڑکیاں اور عورتیں جلباب نہ پہن لیں یا ان لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان محرم رشتہ نہ پایا جائے خواہ یہ محرم شرعی نکاح کی حرمت کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی حرمت کی وجہ سے۔

خاندان کے افراد کے درمیان جان پہچان یا دوستی خواہ کتنی ہی طویل یا گہری ہو اس خاندان کے غیر محرم افراد کو خصوصیت نہیں دلاسکتی جس کی بنا پر ان کے آپس میں ایک خاص محرم خاندان کی طرح بغیر پردہ ایک مجلس میں اٹھنا بیٹھنا جائز ہو۔

ایک واقعہ: اس بے پردگی کے دور میں اسلامی غیرت کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے

''علامہ اقبالؒ کے ایک بڑے جاگیر دار دوست کے یہاں شادی کی تقریب تھی جس میں علامہ اپنے اہل خانہ سمیت مدعو تھے علامہ کے دوست کے یہاں خواتین نے پردہ ترک کر رکھا تھا دعوت کی رعایت سے یہ خواتین علامہ اقبالؒ کے اہل خانہ کے لئے محو انتظار تھیں انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ حضرت علامہؒ اس

تقریب میں شرکت کے لئے اکیلے ہی تشریف لائے ہیں اس موقع پر علامہ کے دوست اور علامہ اقبالؒ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ اسطرح ہے:

میزبان: آپ اپنے اہل خانہ کو ہمراہ کیوں نہیں لائے؟

علامہ: میرے اہل خانہ پردے کے بہت پابند ہیں ان کا یہاں آنا مشکل تھا۔

میزبان: اس میں مشکل بات کون سی تھی ان کے قیام کے لئے ہمارے اہل خانہ کے ساتھ گھر کے اندر بندوبست کیا گیا تھا۔

علامہ: آپ کی عنایت کا شکریہ مگر آپ کے گھر کی خواتین بھی تو پردہ دار نہیں ہیں اور میرے نزدیک کسی پردہ دار عورت کے لئے بے پردہ عورت بھی کسی غیر محرم مرد کا ہی حکم رکھتی ہے۔[1]

[1] ''ہفت روزہ اہل حدیث''لاہور شمارہ (۲۷) مارچ ۱۹۹۲ء

گھر سے باہر نکلنے کے آداب وشرائط

اسلام نے عورت کے بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کی ہے اسی طرح گھر کے اندر اس کی طرز رہائش لباس بات چیت اور نقل وحرکت کی ضابطہ بندی کی ہے نیز مردوں سے متعلق امور میں ان کی علیحدہ رہنمائی کی ہے ان احکام وآداب سے دین فطرت کا مقصد صرف یہ ہے کہ معاشرہ میں اخلاقی بندی اور عفت وپاکیزگی کا دور دورہ ہو اور اس کے افراد بدکاری وبے حیائی سے محفوظ رہیں۔

لباس اور ستر کے حدود مقرر کرنے کے بعد آخری حکم جو عورتوں کو دیا گیا وہ یہ ہے

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾[1]

اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور زمانۂ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔

تبرج کے دو معنی ہیں ایک زینت اور محاسن کا اظہار دوسرے چلنے میں ناز وانداز دکھانا تبختر کرتے ہوئے چلنا اٹھلانا لچکے کھانا جسم کو توڑنا ایسی چال اختیار کرنا جس میں ایک ادا پائی جاتی ہو آیت میں یہ دونوں معنی مراد ہیں جاہلیت اولیٰ میں عورتیں خوب بن سنور کر نکلتی تھیں جس طرح دور جدید کی جاہلیت میں نکل رہی ہیں پھر چال بھی قصداً ایسی اختیار کی جاتی تھی کہ ہر قدم زمین پر نہیں بلکہ دیکھنے والوں

[1] الاحزاب: ۳۳

کے دلوں پر پڑے۔

اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے کسی تاریخی بیان کی حاجت نہیں کسی ایسی سوسائٹی میں تشریف لے جایئے جہاں مغربی وضع کی خواتین تشریف لاتی ہوں جاہلیت اولیٰ کی تبرج والی چال آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اسلام اسی سے منع کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اول تو تمہاری صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے بیرون خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اسی لئے سبکدوش کیا گیا ہے کہ تم سکون و وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہو اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو تاہم اگر ضرورت پیش آئے تو گھر سے باہر نکلنا بھی تمہارے لئے جائز ہے۔ لیکن نکلتے وقت پوری عصمت مآبی ملحوظ رکھو نہ تمہارے لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہئے کہ نظروں کو تمہاری طرف مائل کرے نہ اظہار حسن کے لئے تم میں کوئی بے تابی ہونی چاہئے کہ چلتے چلتے کبھی چہرے کی جھلک دکھاؤ اور کبھی ہاتھوں کی نمائش کرو نہ چال میں کوئی خاص ادا پیدا کرنی چاہئے کہ نگاہوں کو خود بخود تمہاری طرف متوجہ کردے ایسے زیور بھی پہن کر نہ نکلو جن کی جھنکار غیروں کے لئے سامعہ نواز ہو قصداً لوگوں کو سنانے کے لئے آواز نہ نکالو ہاں اگر بولنے کی ضرورت پیش آئے تو بولو مگر رس بھری آواز نکالنے کی کوشش نہ کرو ان قواعد اور حدود کو ملحوظ رکھ کر اپنی حاجات کے لئے تم گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

یہ ہے قرآن کی تعلیم آیئے اب ان احادیث پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کے مطابق سوسائٹی میں عورتوں کے لئے کیا

طریقے مقرر فرمائے تھے اور صحابہؓ اور ان کی خواتین نے ان پر کس طرح عمل کیا۔

گھر سے باہر سعی وجہد کی اجازت: حضرت عائشہؓ احکام حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کو باہر دیکھ کر تنقید کی تو وہ (خاموشی سے) گھر واپس چلی آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا اس کے فوراً بعد آپ پر نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"انه اذن لكن انه تخرجن لحاجتكن"[1]

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

کاشت کاری: سہیل بن سعد ذکر کرتے ہیں جن کی اپنی کھیتی تھی اور پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں، جمعہ کے دن سہل بن سعدؓ اور بعض دیگر صحابہ ان سے ملاقات کے لئے جاتے تو وہ چقندر اور آٹے سے تیار کردہ حلوہ ان کو کھلاتیں۔[2]

حضرت اسماءؓ ابتدائی حال بیان کرتی ہیں کہ حضرت زبیر سے میرا بیاہ ہو چکا تھا لیکن ان کے پاس ایک پانی لانے والے اونٹ اور گھوڑے کے سوا نہ تو کسی قسم کا کوئی مال تھا نہ خادم اور نہ دوسری چیز۔ میں خود ہی ان کے گھوڑے کے چارہ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب، باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی الخ۔ مسند احمد ج:۶ ص:۵۶

[2] بخاری کتاب الجمعہ، باب قولہ تعالیٰ ﴿فَإِذَا قَضَيْتَ الصَّلٰوةَ ......الخ﴾

دیتی ، پانی پلاتی ، اور اس کا ڈول بھرتی (گھر کا کام کاج بھی مجھ ہی کو کرنا پڑتا چنانچہ مجھے خود ہی آٹا گوندھنا اور روٹی پکانا پڑتی میں روٹی اچھی نہیں پکا سکتی تھی ۔ پڑوس میں انصار کی کچھ عورتیں تھیں جو اپنی دوستی میں بڑی مخلص ثابت ہوئیں وہ میری روٹی پکا دیا کرتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو میرے مکان سے دو میل کے فاصلہ پر ایک زمین کاشت کرنے اور فائدہ اٹھانے کے لئے دے رکھی تھی میں اس زمین سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی ایک دن میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیوں کی ٹوکری لئے آرہی تھی کہ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی آپ نے مجھے بلایا تا کہ اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیں لیکن چونکہ آپ کے ساتھ انصار کے بعض افراد بھی تھے اس لئے مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی ساتھ ہی حضرت زبیر بھی یاد آگئے کہ وہ انتہائی غیور انسان ہیں اسکو پسند نہیں کریں گے چنانچہ میں پس و پیش کرنے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھانپ لیا اور آگے بڑھ گئے ۔[۱]

تجارت: قیلہ نامی ایک صحابیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

> '' انی امرأۃٌ ابیع و اشتری '' میں ایک عورت ہوں جو مختلف چیزوں کو بیچتی اور خریدتی ہوں (یعنی تاجر ہوں) اور پھر آپ سے خرید و فروخت سے متعلق مسائل دریافت کئے ۔[۲]

حضرت عمرؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ اسماء بنت محرمہ کو ان کے لڑکے

---

[۱] بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ

[۲] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۲۲۸

عبداللہ بن ربیعہ یمن سے عطر روانہ کرتے تھے اور وہ اسکا کاروبار کرتی تھیں ۔[۱]

عمرہ بنت طبیخ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ اپنی لونڈی کے ساتھ بازار جا کر میں نے مچھلی خریدی اور اس کو جھولے میں رکھا (لیکن چونکہ جھولا چھوٹا تھا) اس لئے مچھلی کا سر اور دم باہر نکلی ہوئی تھی حضرت علیؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھ کر پوچھا کتنے میں خریدی ہے؟ یہ تو بہت بڑی بھی ہے اور نفیس بھی ۔ اس سے گھر کے سب لوگ سیر ہو کر کھا سکتے ہیں ۔[۲]

حاجات کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے جاتی تھیں شادی کی تقریب اور عیدگاہ میں ان کی حاضری کا بھی ذکر موجود ہے ۔[۳]

> '' لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ اذا استاذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعها ''[۴]
>
> خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اس کو منع نہ کرے ۔

یہ الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں کہ شارع عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکتا تو نہیں ہے کیونکہ مسجد میں نماز کے لئے جانا کوئی برا فعل نہیں ہے جس کو ناجائز قرار

---

[۱] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۲۲۰

[۲] الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ ربیع بنت معوذ ۔ بحوالۂ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۱۰۳،۱۰۴

[۳] فتح الباری ج:۲ص:۳۴۹

[۴] فتح الباری ج:۹ص:۳۳۷

دیا جا سکے مگر مصالح اس کے بھی مقتضی نہیں کہ مساجد میں مرد اور عورت کی جماعت مخلوط ہوجائے لہذا ان کو آنے کی اجازت تو دے دی مگر یہ نہیں فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں بھیجو یا اپنے ساتھ لایا کرو بلکہ صرف یہ کہا:

’’لا تمنعوا نسائكم المساجد و بيوتهن خير لهن ‘‘

اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو مگر ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔

یعنی اگر وہ افضل نماز چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ہی چاہیں اور اجازت مانگیں تو منع نہ کرو۔ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ بنت زید سے ہمیشہ اس معاملہ میں کشمکش رہا کرتی تھی، حضرت عمرؓ نہ چاہتے تھے کہ وہ مسجد میں جائیں مگر انہیں جانے پر اصرار تھا وہ اجازت مانگتیں تو آپ ٹھیک ٹھیک حکم نبوی پر عمل کر کے خاموش ہوجاتے مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں روکتے نہیں ہیں مگر صاف صاف اجازت بھی نہ دیں گے وہ بھی اپنی بات کی پکی تھیں کہا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم میں جاتی رہوں گی جب تک کہ آپ صاف الفاظ میں منع نہیں کریں گے۔[۱]

مسجد میں آنے کی شرائط: شارع نے عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت کے ساتھ چند شرائط بھی مقرر کی ہیں ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ دن کے اوقات میں مسجد نہ جائیں بلکہ صرف ان نمازوں میں شریک ہوں جو اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں یعنی عشاء اور فجر۔

۱ یہ حال صرف حضرت عمرؓ ہی کی بیوی کا نہ تھا بلکہ عہد نبوی میں بکثرت عورتیں نماز با جماعت کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ مسجد نبوی میں بسا اوقات عورتوں کی دو دو صفیں ہوجایا کرتی تھیں۔ (باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ)

’’عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أئذنوا النساء بالليل الى المساجد‘‘[۱]

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو۔

’’عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلى الصبح فينصرف النساء متطففات بمر وطهن ما يعرفن من الغلس ‘‘[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ جب عورتیں نماز کے بعد اوڑھنیوں میں لپٹی ہوئی مسجد سے پلٹتیں تو تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مسجد میں زینت کے ساتھ نہ آئیں اور نہ خوشبو لگا کر آئیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ مزینہ کی ایک بہت بنی سنوری ہوئی عورت بڑے ناز وادا کے ساتھ مسجد میں آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! اپنی عورتوں کو زینت اور تبختر کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو۔[۳]

خوشبو کے متعلق فرمایا کہ جس رات تم کو نماز میں شریک ہونا ہو اس رات کو

۱ صحیح بخاری باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس

۲ صحیح بخاری باب وقت الفجر صحیح مسلم باب استحباب التکبیر بالصبح فی اول وقتہا۔ ابوداؤد باب وقت الصبح۔ ترمذی باب التغلیس فی الفجر۔ اور دوسری کتب حدیث میں بھی مروی ہیں اس کے ساتھ یہ بھی کتب حدیث میں موجود ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مرد نمازی بیٹھے رہتے تھے تا کہ عورتیں اٹھ کر چلی جائیں اس کے بعد آپ اور سب لوگ کھڑے ہوتے۔

۳ ابن ماجہ باب فتنۃ النساء

کسی قسم کا عطر لگا کر نہ آؤ بالکل سادہ لباس میں آؤ جو عورت خوشبو لگا کر آئے گی اس کی نماز نہ ہوگی۔[۱]

تیسری شرط یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں خلط ملط نہ ہوں اور نہ آگے کی صف میں آئیں انہیں مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے فرمایا:

”خیر صفوف الرجال اولها و شرّها آخرها خیر صفوف النسآء اٰخرها شرّها اولها“

مردوں کے لئے بہترین مقام آگے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام پیچھے کی صفوں میں ہے اور عورتوں کے لئے بہترین مقام پیچھے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام آگے کی صفوں میں ہے۔

جماعت کے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ ہی مقرر کردیا تھا کہ عورت اور مرد پاس پاس کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھیں خواہ وہ شوہر اور بیوی یا ماں اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ہمارے گھر میں نماز پڑھی میں اور یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور میری ماں ام سلیم میرے پیچھے کھڑی ہوئیں۔[۲]

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نماز کے لئے اٹھے میں آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا اور حضرت عائشہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔[۳]

---

۱ ملاحظہ ہو صحیح مسلم باب خروج النساء الی المسجد ابن ماجہ باب فتنۃ النساء۔ مؤطا باب خروج النساء الی المساجد
۲ صحیح بخاری باب المرأۃ وحدہا تکون صفا
۳ نسائی باب موقف الامام اذا کان معہ صبی اوامرأۃ

چوتھی شرط یہ ہے کہ عورتیں نماز میں بلند آواز نہ کریں قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ اگر نماز میں امام کو کسی چیز پر متنبہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ اور عورتیں دستک دیں۔[۱]

ان تمام حدود و قیود کے باوجود جب حضرت عمر کو جماعت میں مرد اور عورت کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہوا تو آپ نے مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مختص کردیا اور مردوں کو اس دروازے سے آنے جانے کی ممانعت کردی۔[۲]

حج میں شرکت: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اسلامی شریعت نے عورت کو پابند کیا ہے کہ اگر اس کو کوئی سفر پیش آجائے تو شوہر یا کسی محرم مرد کے بغیر تنہا سفر پر نہ نکلے خواہ سفر کی غرض عبادت ہو یا کچھ اور اس سلسلہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کی بنا پر علماء اسلام نے عورت کے لئے بغیر محرم سفر قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔[۳]

اس شرط کے ضمن میں سفر حج کے لئے عورت کے نکلنے کا مسئلہ آتا ہے متعدد صحیح اور واضح احادیث کی بنیاد پر علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ اگر عورت کے لئے سفر پر جانے کے لئے شوہر یا محرم نہیں ہے تو وہ حج کے لئے نہ نکلے دارقطنی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔[۴]

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ غیر محرم مرد کسی عورت کے

---

۱ صحیح بخاری باب التصفیق فی الصلوۃ ابوداؤد باب التصفیق فی الصلوٰۃ
۲ ابوداؤد (باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال)
۳ فتح الباری ج:۴ص:۲۷۔ صحیح مسلم ج:۲ص:۹۷۵۔ مؤطا امام مالک ج:۲ص:۹۷۹
۴ نیل الاوطار ج:۵ص:۱۶

ساتھ تنہا نہ ہو البتہ اگر عورت کا کوئی محرم ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے اور میں نے ایک غزوہ میں اپنا نام لکھا لیا ہے آپ نے فرمایا جاؤ بیوی کے ساتھ حج کرو۔۱

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد جیسی عظیم عبادت کو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ سفر حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بعض علماء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے کوئی محرم نہیں تو اس پر حج واجب نہیں۔۲

عیدین وغزوات میں شرکت: بعض احادیث میں عید گاہ میں اور غزوات میں عورتوں کی شرکت زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کا بھی ذکر ہے۔۳

ارشاد نبوی ہے:

''عن ام عطية قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج الابكار والعواتق و ذوات الخدور والحيض في العيدين فاماالحيض فيعتزلن المصلى و يشهدون دعوةالمسلمين''۴

ام عطیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری اور جوان

۱ فتح الباری ج:۹ص:۳۳۰
۲ تحفۃ الاحوذی ج:۲ص:۲۰۶
۳ مسلم ج:۳ص:۱۴۴۳
۴ ترمذی باب خروج النساء فی العیدین

لڑکیوں اور گھر گرہستنیوں اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں لے جاتے تھے جو عورتیں نماز کے قابل نہ ہوتیں وہ جماعت سے الگ رہتیں اور دعا میں شریک ہو جاتی تھیں۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

''عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخرج بناته و نسائه في العيدين''۱

ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔

تمام احادیث سے ثابت ہے کہ جنگ میں ازواج مطہرات اور خواتین اسلام آپ کے ساتھ جاتیں اور مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمات انجام دیتی تھیں یہ طریقہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہا۔۲

ترمذی میں ہے ام سلیم اور انصار کی چند دوسری خواتین اکثر لڑائیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی ہیں۔۳

ان تمام صورتوں میں شرط یہی ہے کہ وہ اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ باہر نکلیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے وضاحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ عورت سخت ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔۴

۞۞۞

۱ ابن ماجہ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین۔
۲ بخاری باب حمل الرجل المرأۃ فی الغزو۔
۳ ترمذی باب ماجاء فی خروج النساء فی الغزو۔
۴ حجۃ اللہ البالغۃ ج:۲ص:۶۸۶

خرافات ومنکرات

عورت کے بغیر انسانی معاشرہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یہ وہ سرچشمۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کو سیراب کرتی اور اسے سینچ کر سرسبز وشاداب بناتی ہے یہ وہ گہوارۂ تربیت ہے جہاں انسان بنتا اور پروان چڑھتا ہے اور یہ اسی وقت کارگر ہوگا کہ مسلم معاشرہ میں جو برائیاں پنپ رہی ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں امر بالمعروف کی ترغیب کے لئے معاشرے کی پوری پوری تربیت کی ہے وہاں شرک و بدعت رسم ورواج خرافات ومنکرات سے بچنے اوران کی روک تھام کرنے کا بھی پوراپورا اہتمام فرمایا جو معاشرہ کوتہ وبالا کرنے افراد کو آپس میں ٹکرانے بغض وکینہ حسد وجھوٹ غیبت چغل خوری عنادودشمنی اور معاشرے میں شدید تفرقہ پیدا کرنے کا باعث ہوسکتے ہیں۔

مسلمانوں کے معاشرے اور سماج میں عورت کو ایک عظیم مقام حاصل ہے اس لئے ہم یہاں پر خواتین کی ان خامیوں وکوتاہیوں کی نشاندہی کررہے ہیں تا کہ وہ ان غلطیوں اور گناہوں سے بچیں اوراپنی دوسری بہنوں کو بھی اس گناہ سے بچانے کی کوشش کریں۔

(۱) عقیدہ میں غلطی: ہماری ماؤں بہنوں میں عقیدہ میں غلطیاں کثرت

سے پائی جاتی ہیں جادوگروں، شعبدہ بازوں، اور کاہنوں کے پاس جانا خواہ بیماری کے علاج کے لئے ہو یا نظر بندیا جادو چھڑانے کے لئے یا کسی اور کام کے لئے ہو اسی طرح نجومیوں دشت شناسوں، فقیروں، پنڈتوں سادھوؤں اور تعویذ لکھنے والوں کو قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے ہاتھوں کی لکیریں دکھانا لڑکا لڑکی، فتح اور تندرستی، کے لئے تعویذ لینا اور گمشدہ مال تلاش کرنے کے لئے ان سے پوچھنا اور مدد لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے پاس جانے سے ڈرایا اور منع فرمایا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مستقبل کی خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔[۱]

(۲) قبروں کی زیارت کرنا: اس سے مرادیں مانگنا چادر چڑھانا اور اس کے لئے خصوصی سفر کرنا خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبر کیوں نہ ہو کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ مسند احمد

(۳) گھروں میں ریڈیو ٹیلی ویژن وی سی آر اور ڈش انٹینا کے چینل پروگرام چلانا اوراس کا دیکھنا بہت بڑا گناہ ہے ٹیلی ویژن اور ویڈیو کے اس کلچر نے بڑے چھوٹوں کی تمیز ختم کردی ہے شرم وحیاء کا تصور ہی ختم ہوجاتا ہے اس کی وجہ سے گھر کا ماحول تباہ ہورہا ہے کیونکہ اس کا براہ راست نفسیاتی اثر بچوں اور خواتین پر زیادہ پڑتا ہے صورت حال یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں والدین کا کہا نہیں مانتے ان کی آنکھوں کے

[۱] شرک وبدعت کے موضوع پر تفصیل کے لئے میری کتاب ''خانہ ساز شریعت اور آئینہ کتاب وسنت'' ملاحظہ فرمائیں۔ (عبدالرؤف ندوی)

سامنے بے حیائی اور بے شرمی کی باتیں کرتے نہیں تھکتے۔

(۴) جھوٹ اور نفاق: جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے مؤطا میں یہ روایت ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے اس کا دل کالا ہوجاتا ہے پس اللہ کے پاس جھوٹے لوگوں کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو رحمت کا فرشتہ اس جھوٹ کی بدبو سے ایک میل دور بھاگ جاتا ہے'' (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

جھوٹ اور نفاق معاشرے میں زہر کے بیج بودیتے ہیں خلوص و ایثار کو ختم کردیتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع من كن فيه كان منافقا خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اوتمن خان و اذا حدّث كذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر'' (بخاری و مسلم)

وہ چار خصلتیں یہ ہیں:

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) کسی سے جھگڑے تو گالی گلوج پر اتر آئے۔

(۵) زبان کی حفاظت: ارشاد نبویؐ ہے:

''اللہ کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور

فحش کلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (بخاری و مسلم)

نیز ارشاد نبوی ہے:

''آپ نے فرمایا جو شخص اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی مجھے ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں''[1]

اور ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

''من وقاه الله شرّ ما بين لحييه و شرّ ما بين رجليه دخل الجنة''[2]

جس شخص کو اللہ تعالی زبان اور شرمگاہ کے شر سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو لوگوں کو سب سے زیادہ کون سی چیز جہنم میں لے جانے والی ہوگی فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔[3]

(۶) کانا پھوسی: کبھی کبھی آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کی علیحدہ سرگوشی بھی تیسرے شخص کا دل شک وسوسوں سے بھر دیتی ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا:

''جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں کانا پھوسی نہ کریں'' (الادب المفرد)

(۷) حسد: ارشاد نبویؐ ہے:

---

[1] صحیح بخاری باب حفظ اللسان ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی حفظ اللسان

[2] ترمذی ابواب الزہد

[3] مشکوۃ بتحقیق شیخ البانی حدیث: ۴۸۳۲

’’ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب‘‘

لوگو! حسد سے بچو حسد نیکیوں کو اس طرح جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

نیز فرمایا:

’’قال لا یزال الناس بخیر مالم یتحاسدوا‘‘

اس وقت لوگوں میں بھلائی رہے گی جب تک حسد نہ کریں۔

(۸) غیبت: ارشاد نبویؐ ہے:

’’الغیبة اشد من الزنا ‘‘غیبت زنا سے بھی شدید تر ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! غیبت زنا سے شدید تر کیسے ہوسکتی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر اللہ تعالی سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالی بخلوص دل توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرما لیتا ہے مگر غیبت کو اللہ تعالی نہیں معاف کرسکتا جب تک وہ شخص نہ معاف کردے جس کی غیبت نہ کی گئی ہے[۱]

نیز ارشاد نبویؐ ہے:

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں نے کہی ہے تو کیا یہ بھی غیبت ہے فرمایا اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہ پائی جاتی ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا‘‘[۲]

غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے اس سے ہم سب کو بچنا چاہئے۔

---

[۱] مشکوۃ بتحقیق شیخ علامہ البانی ص:۱۳۶۶ حدیث:۴۸۷۵

[۲] صحیح مسلم ابوداؤد۔ترمذی

(۹) چغل خوری: علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

خرد کی نامسلمانی سے فریاد ☆ زباں کی فتنہ سامانی سے فریاد

یہ حقیقت ہے کہ زبان جس قدر گناہوں اور فتنوں کا سبب ہوتی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی ہے زبان کی فتنہ سامانیوں میں سے چغل خوری بھی ہے کہ چغل خور ان کے خلاف ان سے چغلی کر کے اور ان کے خلاف ان سے چغلی کر کے دو اچھے بھلے آدمیوں کے درمیان اور دو دوستوں اور ساتھیوں کے درمیان یا میاں بیوی کے درمیان بدمزگی ناچاقی اور دشمنی پیدا کر دیتا ہے جس سے بسا اوقات اچھی خاصی نزاع اور بڑا فتنہ جنم لے لیتا ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب سے زیادہ برا انسان قیامت کے دن اس شخص کو پاؤ گے جو دورخا (دو منھ) ہوتا ہے اس آدمی کے پاس ایک رخ سے آ کر ملتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرے منھ سے آ کر ملتا ہے یعنی منافق و چغل خور ہوتا ہے‘‘ (بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لا یدخل الجنة قتات (متفق علیه) وفی روایة مسلم نمام‘‘

یعنی چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

کاش چغلی کرنے والوں کو کم از کم اپنے انجام کی تو فکر ہو۔

(۱۰) پاک دامن عورتوں پر جھوٹا الزام لگانا: کسی بھی شخص پر کوئی

ناروا اور ناحق الزام لگانا بڑا حرام اور گناہ ہے لیکن کسی پاک دامن عفیفہ پر زنا و بدکاری کا الزام لگانا اور ناحق اس کے دامن عفت کو داغدار کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے

اور شریعت کی نظر میں نا قابل معافی جرم ہے اسلامی معاشرہ کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ دوسرے کی عصمت دری کرے اور اس کی پاکدامنی پر بٹہ لگائے کیونکہ تراشنے والا متعلقہ فرد کی سیرت ہی پر حملہ نہیں کرتا بلکہ سوسائٹی میں اس کو جو باعزت مقام حاصل ہے اسے بھی وہ خطرہ میں ڈال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جولوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت باندھیں اور پھر چار گواہ نہ پیش کریں تو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو کیونکہ ایسے ہی لوگ فاسق ہیں'' (النور:۴)

صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سات چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان سے بچتے رہو ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ کسی پاکباز عورت پر تہمت لگائی جائے''

(۱۱) تجسس کرنا کان لگانا راز ٹٹولنا: سورۂ حجر کی آیت:۱۲ میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ولا تجسسوا﴾ اور تجسس نہ کرو یعنی لوگوں کے راز نہ ٹٹولو ان کے مخفی باتوں کے پیچھے نہ پڑو ایک دوسرے کے عیب نہ تلاش کرو دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو یہ حرکت خواہ بدگمانی کی بنا پر کی جائے یا بد نیتی سے کسی کو نقصان پہچانے کی خاطر کی جائے یا محض اپنا استعجاب دور کرنے کی غرض سے کی جائے ہر حال میں شرعاً ممنوع ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر چڑھ کر بہ آواز بلند فرمایا اے لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ابھی جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے ہوگا اللہ تعالی اس شخص کے عیب کے درپے

ہو جائے گا اور جس عیب کے درپے اللہ تعالی ہو جائے اسے رسوا کر کے رہے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو'' (ترمذی ابوداؤد وابن ماجہ)

ایک مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسروں کے جن حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کی کھوج کرید کرے اور پردے کے پیچھے جھانک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کس میں کیا عیب ہے اور کس کی کون سی کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں لوگوں کے نجی خطوط پڑھنا دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا ہمسایوں کے گھر میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کی ٹٹول کرنا ایک بڑی بداخلاقی ہے جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے عیب ٹٹولنے اس کا افشاء کرنے اور اسکے پیچھے پڑنے کے بجائے اس پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دلائی ہے اور اسے باعث ثواب قرار دیا ہے۔

لوگوں کی عزت وحرمت کے تحفظ ہی کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکنے سے شدت سے منع فرمایا ہے:

''من اطلّع فی بیت قوم بغیر اذنهم فقد حل لهم ان یفقؤوا عینه'' (متفق علیہ)

جس نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکا تو اس کے گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

اسی طرح لوگوں کی باتیں ان کی مرضی کے بغیر اور ان سے چھپ کر سننا بھی حرام قرار دیا ہے آپ ؐ نے فرمایا:

''جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں اس حال میں کہ وہ اسے ناپسند

کرتے ہوں تو اسکے کانوں میں قیامت کے دن شیشہ انڈیل دیا جائے گا'' (بخاری)

(۱۲) گھر سے نکلتے وقت شرعی پردہ کا التزام نہ کرنا: مثلاً چہرہ کھلا رکھنا یا اسے نہایت باریک کپڑے سے ڈھکنا تنگ چھوٹے اور کھلے ہوئے لباس کا استعمال کرنا اور برقع پہننا جس سے باریک پلکیں آنکھیں اور رخسار کے کچھ حصے نظر آئیں اور اس کی زینت اور سنگار بھی ظاہر ہو۔

(۱۳) لباس میں نت نئے فیشن کی جستجو بالوں کی سیٹنگ اور بناوٹ میں اسٹائلوں کی تلاش، بناؤ سنگار کے لئے نئے نئے سامان ڈھونڈھنا اور نسوانی اہتمام کرنا اس سے ایک مسلمان عورت کی شخصیت کی کمزوری اور اس کے تشخص کے فقدان کا احساس ہوتا ہے۔

(۱۴) الماریوں میں مجسمے رکھنا اور دیواروں پر تصویریں آویزاں رکھنا۔

(۱۵) شوہر کی بات نہ ماننا سختی سے اس کا جواب دینا اس کے سامنے آواز بلند کرنا اس کے احسانات اور بھلائیوں کا انکار کرنا اور ہمیشہ کبھی کسی وجہ سے اور کبھی بلاوجہ اس کی شکایت کرنا۔

''حصن بن محصن کی پھوپھی سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ضرورت سے آئی آپ نے فرمایا اے عورت کیا شادی شدہ ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو اپنے شوہر کے لئے کیسی ہے؟ میں نے کہا میں کوتاہی نہیں کرتی سوائے اس کے عاجز رہ جاؤں آپ نے فرمایا تو اسے کیا سمجھتی ہے وہی تیری جنت اور جہنم ہے'' (نسائی)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے'' (ترمذی واحمد)

(۱۶) بلا ضرورت فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول اختیار کرنا اور بچوں کی تعداد کم رکھنا جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے ذریعہ دیگر امتوں پر فخر کروں گا'' (ابوداؤد ونسائی)

(۱۷) اولاد کی اسلامی تربیت کی پرواہ نہ کرنا ایسی تربیت نہ کرنا جو ہر طرح کی آلودگی سے پاک ہو جیسے برتھ ڈے یعنی یوم پیدائش منانا ایسے کپڑے پہننا جس پر تصویریں ہوں یا صلیب بنا ہوا ہو بچوں کو موسیقی سکھلانا وغیرہ دوسری طرف انہیں مسجدوں میں جا کر نماز باجماعت پر نہ ابھارنا نہ ہی حفظ قرآن کے لئے حوصلہ پیدا کرنا آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھی جائے گی''

(۱۸) بلا وجہ شوہر سے طلاق مانگنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق مانگتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے'' (ابوداؤد۔ابن ماجہ)

(۱۹) عورت کا غیر محرم اجنبی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی پر سواری کرنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا اور اس سے پردہ نہ کرنا گویا وہ کوئی محرم ہو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ محرم کے بغیر تنہائی میں نہ رہے'' (متفق علیہ)

(۲۰) بعض عورتیں اللہ انہیں ہدایت دے اپنے بالوں کو کالے خضاب سے رنگتی ہیں اور مہندی اور کستم کے بدلے اس سے اپنے بالوں کی سفیدی کو بدلتی ہیں (واضح رہے کہ کستم ایک قسم کی گھاس ہے جس کو مہندی میں ملانے سے رنگ کالا ہوجاتا ہے اور شریعت نے اس کے استعمال کی اجازت دی ہے اس کے برخلاف کالے خضاب کا استعمال حرام ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو کبوتر کے سینوں کی طرح سیاہ خضاب استعمال کرے گی ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے'' (ابوداؤد۔نسائی)

(۲۱) افشاء راز کی ممانعت : بعض لوگ جائز تعلقات کے مختلف احوال و کیفیات کی بھی اس انداز سے تصویر کشی کرتے ہیں کہ سننے والے کے حیوانی جذبات جاگ اٹھتے ہیں۔ نبیؐ نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

''ان من اشرّ الناس منزلةً يوم القيامة الرجل يغضى الى امرأته ثم ينشر سرها''[1]

قیامت کے دن تمام لوگوں میں بدترین ٹھکانا اس شخص کا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور پھر اس کی خفیہ حالت کو پھیلاتا پھرے۔

ایک مرتبہ آپؐ نے نماز کے بعد حاضرین سے سوال کیا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے تو کیا پردہ لٹکاتا اور دروازہ بند کرلیتا ہے

۱ مسلم کتاب النکاح۔تحریم افشاء سر المرأة ۲۶۱/۵ حدیث: ۱۴۳۷

لوگوں نے جواب دیا ہاں پھر آپؐ نے پوچھا کیا وہ اس کے بعد لوگوں میں بیٹھے اس تعلق کی کیفیت پر گفتگو نہیں کرتا؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش ہوگئے۔ یہی سوال دوبارہ آپ نے عورتوں کی مجمع سے کیا وہاں بھی سکوت طاری رہا لیکن ایک نوجوان لڑکی اٹھی اور اس نے کہا یا رسول اللہ عورتیں اور مرد سب کے سب آپس میں ایسی گفتگو کرتے رہتے ہیں لڑکی کا جواب سننے کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''هل تدرون ما مثل ذالك فقال انما مثل ذالك مثل شيطانةٍ لقيت شيطاناً فى السكة فقضىٰ منها حاجته والناس ينظرون اليه الا و انّ طيب الرجال ما ظهر ريحه و لم يظهر لونه الا ان طيب النسآء ما ظهر لونه و لم يظهرريحه''[1]

معلوم ہے اس کی مثال کیسی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گلی میں کسی مادہ شیطان کی نر شیطان سے ملاقات ہوجائے اور اسے پکڑ کر وہیں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اپنی خواہش پوری کرنے لگے سن لو (بے حیائی اور فحاشی کا اشتہار ہر طریقہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ زیب و زینت سے بھی اس لئے) مردوں کا عطر وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ نمایاں نہ ہو اور عورتوں کے لئے ایسی خوشبو مناسب ہے جس کا رنگ تو ظاہر ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔

''عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تباشر المرأة المرأة لتنسعتها لزوجها كانما ينظر اليها''[2]

ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک چادر میں نہ سوئے کہ بعد میں وہ اس کے جسم کی نزاکتوں کا حال اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرنے لگے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

۱ ابوداؤد کتاب النکاح باب مایومر بہ من غض البصر
۲ ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ

(۲۲) تصویر: شادی کے موقع پر کچھ لوگ دولہا دولہن یا حاضرین کی تصویر کھینچتے ہیں اسی طرح گھر کے بعض حصوں میں تصویر آویزاں کرتے ہیں یا تصویر والے کپڑوں سے اسے سجاتے ہیں یہ فعل شریعت کے خلاف ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے اسلام نے مجسم شمسی وغیر شمسی دستی وکیمرہ والی ہر طرح کی تصویروں کو حرام قرار دیا ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا ہے''۱

(۲۳) ابرو دانت کی تزئین: بعض عورتیں ابرو کے بال اکھاڑ کر یا مونڈ کرا سے کمان یا ہلال کی شکل دے لیتی ہیں شریعت نے اس کو حرام بتلایا ہے۔

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ کہا کہ جو عورتیں مصنوعی بال گوندھتی ہیں بچنا کھدواتی ہیں اور دانتوں کو گھس کر خوبصورت بناتی ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے یہ سن کر ایک خاتون نے کہا کہ یہ سب آپ کی بیوی بھی تو کرتی ہیں عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جاؤ پہلے دیکھ آؤ چنانچہ عورت آپ کے گھر گئی لیکن اس کا خیال غلط نکلا''

ابن مسعودؓ نے کہا: اگر میری بیوی ان خلافِ شرع اعمال کا ارتکاب کرتی تو کبھی میرے عقد میں نہیں رہ سکتی تھی۔''۲

عائدہ نامی ایک خاتون عبد اللہ بن مسعود ہی کی ایک تقریر کا ذکر کرتی ہیں۔

''رأیت ابن مسعود یوصی الرجال والنساء و یقول من

---

۱ صحیح بخاری ج:۶ ص:۳۱۲، صحیح مسلم ج:۳ ص:۱۶۶۶

۲ صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ۔ باب تحریم فعل الواصلۃ الخ

ادرک منٔ امراۃ و رجل فالسّمت الاول''۱

میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ مردوں اور عورتوں کو نصیحت کر رہے ہیں آپ فرما رہے تھے کہ تم میں جو بھی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، فتنوں کا زمانہ پائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے طریقہ پر جما رہے۔

(۲۴) مصنوعی بال: جدید دور میں زینت وآرائش کے جو طریقے مسلم خواتین کے درمیان بہت زیادہ رائج اور محبوب ہیں ان میں ایک طریقہ بالوں میں جوڑ لگا کر انہیں بڑھانے کا ہے جن عورتوں کے بال چھوٹے یا ان کے مطلوبہ انداز کے مطابق نہیں ہوتے وہ اپنے بالوں میں دوسرے قدرتی یا مصنوعی بالوں کا جوڑ لگا کر یا کسی دوسرے سے لگوا کر انہیں اپنی مرضی کے مطابق بنوالیتی ہیں۔

یہ عمل صحیح حدیث کی رو سے غلط ہے اور ایسا کرنے والی عورتوں کو آپؐ نے ملعون قرار دیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاریہ لڑکی کی شادی ہوئی بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے تھے رخصتی کے موقع پر لوگوں نے تزئین کے خیال سے دوسرے بال جوڑ کر اس عیب کو دور کرنا چاہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے''

حضرت معاویہؓ نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے مصنوعی بالوں کی ایک لٹ اپنے ہاتھ میں لے کر مدینہ والوں سے سوال کیا:

''این علماء کم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

۱ مقدمہ سنن الدارمی۔ باب فی کراہیۃ اخذ الرای

ینھیٰ عن مثل ھذا و یقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین اتخذ ھذہٖ نساؤھم ''[1]

کہاں ہیں تمہارے علماء(کیوں وہ اس پر تنقید نہیں کرتے) میں نے اس کے استعمال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے ہوئے سنا ہے آپ ؐ نے فرمایا بنو اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس کو اختیار کیا۔

احادیث نبویہ کی روشنی میں علمائے اسلام نے بالوں میں جوڑ لگانے کو حرام قرار دیا ہے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے البتہ سوت یا اون کا جوڑا لگانا جائز ہے نائلن کے بنے ہوئے ربین میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے اس لئے تزئین وآرائش کے معاملہ میں وہ کسی بناوٹ اور ملمع سازی کو پسند نہیں کرتا۔ چھوٹے بال والی عورت اگر چاہتی ہے کہ لوگ اسے بڑے بال والی جانیں تو اس میں کھلا دھوکہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

(۲۵) پڑوسی کا ستانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بڑی اہمیت دی ہے کہ عورتوں کے تعلقات اپنے پڑوسیوں سے اچھے ہوں۔

''حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بکثرت نماز پڑھتی ہے روزے رکھتی ہے اور صدقہ وخیرات کرتی ہے لیکن اپنی بدزبانی اور سرکشی کی وجہ سے پڑوسیوں کو تکلیف پہونچاتی ہے آپ ؐ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی اس نے کہا اس کے برخلاف فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نفل نمازوں اور روزوں کا کم ہی اہتمام کرتی ہے اور کچھ پنیر وغیرہ صدقہ کرتی ہے لیکن خوش اخلاق ہے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہونچاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت

[1] صحیح بخاری کتاب اللباس۔ باب الوصل فی الشعر صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ

میں جائے گی''[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مسلم خواتین کو صحابیات اور تابعیات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور میری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

عبدالرؤف ندوی

(تلشی پور۔ بلرام پور)

[1] قال المنذر رواہ احمد والبز اروابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ باسناد صحیح الترغیب والترہیب ص:۲/۴۷

نکاح کی ترغیب

اسلام نے نکاح کو ایک فطری اور مقدس رشتہ قرار دیا ہے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے خیر و برکت اور الفت و سعادت کا باعث کہا ہے میاں بیوی ایک دوسرے کے محتاج ہیں اس میں ذلت وحقارت اور عزت و سربلندی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا قرآن مجید نے اس حقیقت کی توضیح کی ہے۔ایک مقام پر کہا

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

غور کیجئے کتنی لطیف تعبیر ہے گویا قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ مرد کی زندگی میں بہت سے ایسے تشنہ پہلو ہیں جن کی آسودگی کا سامان عورت ہی کر سکتی ہے اور خود عورت کی زندگی کے متعدد گوشے مرد کے بغیر محتاج تکمیل رہتے ہیں۔اس لئے نسل انسانی کے ارتقاء اور اخلاق و کردار کی استواری میں شادی کی اہمیت ہی کی بنا پر جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام نے اپنی اپنی تعلیمات میں نکاح کی ترغیب دی ہے اس سلسلہ میں آپؐ کے ان ارشادات پر نظر ڈال لینا بالکل کافی ہوگا۔

''اَلنكاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ''[1]

نکاح میری ایک سنت ہے پس جو کوئی میری سنت پر عمل نہ کرے گا وہ میرا نہ ہوگا۔

---

۱ ابن ماجہ ابواب النکاح ص:۱۲۴

''وَ اتزوجُ النسآء فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ''[1]

اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جو کوئی میرے اس طریقے سے روگردانی اختیار کرتا ہے وہ میرا نہ رہے گا۔

''لا صرورة فی الاسلام''[2] اسلام میں تجرد کی کوئی گنجائش نہیں۔

''لا رهبانية فی الاسلام''[3] اسلام میں کسی طرح کی رہبانیت نہیں۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نکاح معروف معنوں میں ایک دنیوی معاملہ ہونے کے باوجود اسلامی نظام شریعت کا جزء ہے، ایک مشروع فعل ہے۔سنت رسولؐ ہے طریقۂ انبیاء ہے، تجرد اور رہبانیت کی دین خداوندی میں کوئی جگہ نہیں ہے چونکہ نکاح مسلمہ طور پر تمدن و اجتماع کی بنیادی اینٹ ہے اس لئے بالکل قدرتی بات تھی اسلام اسے شایان شان اہمیت دیتا اور اپنے نظام شریعت کا لازمی جزء بناتا نکاح بندوں کو مالک حقیقی سے قریب کرنے اور تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ تک پہونچانے کا ایک راستہ ہے ایک حدیث میں بتایا گیا ہے بندہ نکاح کر کے اپنا آدھا ایمان محفوظ کر لیتا ہے۔

''اِذَا تزوَّجَ الْعَبْدُ فَقَد استكملَ نصفُ الايمان''[4]

بندہ نکاح کر کے اپنا آدھا ایمان محفوظ کر لیتا ہے کیونکہ گناہ کے بڑے ذرائع دو ہیں زبان اور شرمگاہ، نکاح کر کے ان میں سے ایک بڑے ذریعہ شرمگاہ پر

---

۱ بخاری کتاب النکاح:۲/۷۵۷

۲ ابوداؤد کتاب المناسک ۱/۲۴۲

۳ نیل الاوطار کتاب النکاح

۴ شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ۲/۲۶۸

قابو پالیتا ہے۔ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بہت اہتمام سے فرمایا۔

’’یامَعْشَرَ الشَّباب مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الباءَ ۃَ فلیتزوّج فانه اغَضُّ لِلْبَصْرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَ مَنْ لَمْ یستَطِعْ فَعَلَیْه بالصَّومِ فانّه لهٗ وَجَاءٌ‘‘[1]

نوجوانو! تم میں جو بھی حقوق زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح ضرور کرے۔ کیونکہ اسی سے نگاہ میں احتیاط آتی اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

نکاح کرنے والوں سے وعدہ:

قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں اسباب ووسائل کے اسیر اعداد وشمار کے پیمانوں سے ہر چیز کو ناپنے والے اور بہت زیادہ حسابی ذہنیت رکھنے والوں کا یہ وہم بھی دور کیا گیا کہ شادی بیاہ فقر وافلاس نیز تنگی و بدحالی کا سبب بنتے ہیں اور تجرد کی زندگی خوشحالی وفارغ البالی کا موجب چنانچہ اسی خام خیالی کو دور کرنے کے لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

﴿وَانْکِحُوا الایَامیٰ مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَائِکُمْ اَن یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾[2]

تمام غیر شادی شدہ (آزاد) افراد کی اور پاکباز غلاموں اور باندیوں کی شادی ضرور کردیا کرو اگر وہ نادار بھی ہوں گے تب بھی نکاح کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطیع الباءۃ فلیصم۔صحیح مسلم باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ ووجد مؤنۃ واشتغال من عجز عن المؤن بالصوم

[2] النور:۳۲

سے (اگر چاہے گا) تو غنی کردے گا وہ بہت وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت مذکورہ کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسی تحریر فرماتے ہیں۔

’’الظاهر انه وعد من الله عز وجل بالاغناء ولا يبعد ان يكون فی ذالک سد لباب التعلل بالفقر وعده مانعاً من المناكحة والله واسع عليم يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر قد تقرر فی الطبائع الساكنة الی الاسباب ان العيال سبب للفقر وعدمهم سبب توفر المال فاريد قطع هذا التوهم المتمكن ان اللّٰه تعالیٰ قد ينمی المال مع كثير العيال و قد يحصل الاقلال مع العزوبة والواقع يشهد فدلّ علی ان ذالک الارتباط الوهمی باطل و ان الفقر والغنی بفضل الله تعالیٰ مسبب الاسباب ولا توقف لهما الا علیٰ المشية فاذا علم الناكح لم يمنعه فی الشروع فيه‘‘[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شادی کرنے والوں کے لئے تونگر بنانے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ فقر وافلاس کا بہانہ کر کے نکاح سے بچنا چاہتے ہیں ان کی بہانہ جوئی کا سد باب مقصود ہو یہاں خدا کی دو صفتیں واسع اور علیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ رزق کی وسعت وتنگی نکاح کرنے نہ کرنے پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کے تقاضے سے جس کو چاہتا ہے تنگی میں مبتلا کردیتا ہے چونکہ اسباب کی اسیر طبیعتوں میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ اہل وعیال کا ہونا فقر وتنگی کا اور ان کا نہ ہونا مال کی فروانی کا سبب بنا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بے بنیاد خیال کی غلطی بھی واضح کردی جائے واقعات کی شہادت اس پر موجود ہی ہے کہ کبھی مال کی فروانی اولاد کی کثرت دونوں باتیں جمع ہوجاتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس نہ مال ہوتا ہے اور نہ بیوی بچے۔اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر انسان کی قوت واہمہ نے ان دو باتوں (اولاد کی کثرت وتنگی نیز خوش حالی وتنہائی) میں جو تلازم سمجھ رکھا ہے وہ غلط ہے بلکہ

[1] روح المعانی ج:۱۸ص:۱۴۸۔۱۴۹ مطبوعہ دیوبند

خوشحالی وتنگ دستی دونوں اللہ کے ارادہ وحکم سے آئی ہیں انسان کو جب اس کا یقین کامل ہوجائے تو نکاح کرنے سے نہیں ڈرے گا۔

آیت کی مذکورہ بالا حکیمانہ تشریح اور نکتہ سنجی کے بعد علامہ موصوف نے متعدد احادیث اور اقوال صحابہ بھی ذکر کئے ہیں جس سے نکاح کا باعث خیر و برکت ہونا نیز فقر وافلاس کے دور کرنے خوشحالی وفراخی لانے کا سبب ہونا معلوم ہوتا ہے ان میں سے چند روایات یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)............نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے فقر وفاقہ کی شکایت کی تو آپؐ نے انہیں شادی کرنے کا حکم دیا۔

(۲)............ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! تم اللہ کے حکم (نکاح کرنے کا حکم) کی تعمیل کرو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ (خوشحالی اور غنی بنانے کا وعدہ) پورا کرے گا۔ ''اطیعو الله فیما امر کم به من النکاح ینجز لکم ما وعدکم من الغنی''

(۳)............اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نکاح کروتا کہ خوش حال بنو۔ ''ابتغوا الغنی فی النکاح''[۱]

ان احادیث وآثار سے عام خیالات کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے فقر وافلاس نہیں بلکہ عموماً خوش حالی فارغ البالی وفراخ دستی آتی ہے اور غور کیا جائے تو روزمرہ کے واقعات بھی عموماً اسی حقیقت کی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں نکاح سے اخلاق کی پاکیزگی اور قلب کی وسعت حاصل ہوتی ہے اور شادی کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے دکھ درد میں حقیقی ہمدرد اور غمگسار بن کر رہتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کا خیال وپاس رکھتا ہے اس کے علاوہ اولاد کی تربیت قرابت

[۱] روح المعانی ج:۱۸ص:۱۴۹ مطبوعہ دیوبند

معذوروں اور بے نواؤں پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا موقع ملتا ہے انسان حرام کاری اور دیگر جنسی فتنوں سے محفوظ رہتا ہے عورت کی محتاجی ختم ہوجاتی ہے اور باہمی اتفاق وتعاون سے دونوں اللہ کی عبادت اور اسکے احکام کی بجاوری میں مصروف ہوجاتے ہیں اسی لئے نکاح کے فوائد کے پیش نظر جمہور علماء اسلام کا خیال ہے کہ نکاح سنت مؤکدہ ہے اور بعض علماء نے نکاح کو واجب مانا ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس نکاح کے لئے ضروری وسائل موجود ہوں اور اسے تجرد کی صورت میں کسی تکلیف یا برائی کا اندیشہ ہوتو ایسے آدمی کے لئے باتفاق علماء نکاح واجب ہے اور اگر ضروری وسائل مہیا نہ ہوں تو پھر وہ روزہ رکھ کر اپنے نفس کو قابو میں رکھے یا اس وقت تک شادی کو مؤخر رکھے جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی نہ بنادے قرآن حکیم میں یہ ہدایت دی گئی ہے۔

﴿وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لاَ يَجِدُوْنَ نِكَاحاً حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾[۱]

جن لوگوں کو نکاح (کے نتیجہ میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں پورا کرنے) کے وسائل میسر نہیں وہ (نکاح نہ کریں بلکہ پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے) اپنے نفس کی اس وقت تک خاص طور پر حفاظت کریں جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی نہ بنادے۔

لیکن اس صورت میں بھی یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ جسمانی قوتوں اور فطری داعیہ کو مصنوعی طریقوں سے کچل دیں اور قوت مردی کو ختم کرڈالیں۔

[۱] النور:۳۳

قوت مردمی ختم کرنے کی ممانعت:

احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اختصاء (قوت مردمی ختم کرنے) کی اجازت چاہی تھی مگر آپ نے انہیں سختی سے منع کر دیا حالانکہ اجازت مانگنے والوں کا جذبہ محض گناہ سے بچنا تھا اور ان لوگوں نے اپنا مقصد ظاہر بھی کر دیا تھا جیسا کہ کتب حدیث میں ملتا ہے۔

"عن ابی هريرة قال قلت يا رسول الله انی رجل شاب و انا اخاف علیٰ نفسی العنت ولا اجد ما اتزوّج به النساء فسکت عنّی فقال النبی صلی الله علیه وسلم یا ابا هريرةؓ جف القلم بما انت لاق فاختص علیٰ ذالک أو ذر"[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول! میں جوان آدمی ہوں گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ نکاح کرنے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ میسر نہیں اس لئے نکاح تو کر سکتا نہیں لہذا قوت مردمی ختم کرنے کی اجازت دیجئے یہ سن کر آپؐ نے (غصہ کی وجہ سے) کچھ نہیں فرمایا میں نے پھر وہی بات دہرائی، آپؐ نے نہایت غضبناک لہجہ میں فرمایا: ابو ہریرہ تقدیر میں جو لکھا ہے وہ تو پورا ہو کر رہے گا (یعنی اگر علم خداوندی میں تجھے گناہ کا سرزد ہو جانا مقدر ہو چکا ہے تو قوت مردمی ختم ہو جانے کے بعد بھی سرزد ہو گا یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ خدا کو ناراض کرنے والا عمل ہے اب اختصاء کر یا نہ کر (قوت مردمی ختم کرا یا نہ کرا)۔

---

[1] صحیح بخاری ج:۲ص:۷۶۰۔ تمام علماء کا اختصاء کے حرام ہونے پر اتفاق ہے جیسا کہ علامہ عینی نے قرطبی کے حوالے سے نقل کیا ہے (وھو محرم بالاتفاق۔ عمدۃ ج ۲ ص:۳۶۲) اور علامہ نوویؒ شارح مسلم کے کلام سے بھی یہی نکلتا ہے (الاختصاء فی الآدمی حرام صغیراً او کبیراً لما فیہ من تغییر خلق اللہ وقطع النسل) ج:۱ص:۴۵۰۔۴۵۱

حضرت ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ میں سے تھے جن کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ والی زندگی ضرب المثل تھی ان لوگوں کو کئی کئی روز تک کھانا بھی میسر نہیں ہوتا تھا کمزوری اور بھوک کی وجہ سے غش آجاتا تھا اور گر گر پڑتے تھے ان حالات میں شادی کے وسائل حاصل ہونے کا بظاہر دور دور امکان نہ تھا مگر اس کے باوجود خدا کی دی ہوئی استعداد و صلاحیت ضائع کر دینا ان کے لئے روا نہیں رکھا گیا۔

احادیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے متعدد صحابہ کرام نے اختصاء کی اجازت مانگی مگر انہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دینے سے انکار فرما دیا۔

"عن عبد الله کنا نغز ومع رسول الله صلی الله علیه وسلم ولیس لنا شی فقلنا الا نستسخصی فنهانا عن ذالک"[1]

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک جنگی مہم میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا ہم نے کہا یا رسول اللہ ہمیں خصی ہونے کی اجازت دیدیجئے (کیونکہ ہم جائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں اس لئے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے) مگر آپ نے منع فرما دیا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

"عن ابن مسعود و لیس لنا نساء فقلنا یا رسول اللّٰه الا نستخصی؟فنهانا عن ذالک"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نے کہا کہ ہمارے پاس عورت نہیں ہے اس لئے اللہ کے رسول ہم خصی کر لیں؟ ہم لوگوں کو اس سے منع فرما دیا۔

---

[1] صحیح بخاری ۲/۷۵۹

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ ۱

''آپریشن کے ذریعہ یا دواؤں کے استعمال سے قوت مردمی ختم کردینے کو بھی اختصاء جیسا جرم بتایا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان چیزوں کو بھی تغییر خلق اللہ (خدا کی کاریگری میں تبدیلی) کا مصداق قرار دیا ہے فرماتے ہیں''

''و کذلک جریان الرسم بقطع اعضاء النسل و استعمال الادویة القامعة للباء ة و التبتل و غیرها تغییر لخلق اللہ و اهمال لطب النسل''

اعضاء تناسل کا قطع کرنا قوت مردمی ختم کرنے والی دواؤں کا استعمال اور تبتل وغیرہ بھی اللہ کی کاریگری میں تبدیلی کرنا اور نوع انسانی کے فروغ کو روک دینا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی بھی صورت میں انسانی قوتوں کو ختم کرنے اور قدرتی استعداد و صلاحیت کو مصنوعی طریقہ سے کچلنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے بلکہ ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرنے والوں کو ''لیس منا'' کہہ کر جتا دیا گیا کہ وہ یہ حرکت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا تعلق منقطع کر لیتے ہیں البتہ وقتی علاج کے طور پر روزہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا۔ ۲

کفاءت: کفاءت کے لفظی معنی مساوات اور برابری کے ہیں اور کفؤ کا معنی مساوی برابر ہمسر اور جوڑ کے ہیں فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ عورت مرد جن کا باہم نکاح مقصود ہے وہ معاشرہ اور سوسائٹی کے لحاظ سے ہم مرتبہ اور ہم درجہ ہوں تاکہ میاں بیوی میں باہم خوشگوار تعلقات قائم رہیں اور ایک دوسرے کو ذلیل یا حقیر نہ سمجھیں اسلام کہتا ہے تمام انسان ایک مرد اور عورت سے پیدا کئے گئے

۱ حجۃ اللہ البالغۃ ص:۳۲۱ مطبع صدیقیہ بریلی بحوالۂ معاشرتی مسائل ص:۲۶
۲ لیس منا من خصی او اختصی ان خصاء امتی الصیام ۔ مشکوۃ ج:۱ ص:۶۹

ہیں لہذا انسانی برادری کے مابین کسی بھی بنیاد پر امتیاز یا اظہار برتری غلط ہے البتہ تقویٰ پرہیزگاری اور شریعت پر عمل کی وجہ سے انسان کو بزرگی حاصل ہوتی ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وزن حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ﴾ ۱

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والا ہو۔

ارشاد نبوی ہے۔

''لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لابیض علیٰ اسود ولا لاسود علیٰ ابیض الا بالتقویٰ الناس من اٰدم و اٰدم من تراب'' ۲

کسی عربی کو عجمی پر، ۳ اور کسی عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر پرہیزگاری کی وجہ سے (فضیلت ہے) تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

''انّ اٰل بنی فلان لیسوا لی باولیاء انّما ولیّ اللہ و صالح المومنین''

۱ الحجرات:۱۳
۲ مسند احمد ج:۵ ص:۴۱۱
۳ آپ ﷺ نے رنگ و نسل کے سارے بت توڑ دیئے اور تقویٰ کو معیار فضیلت اور معیار عظمت قرار دیا اسی منشور کا اثر ہے آپ ﷺ کے حلقہ میں ایک طرف بلال حبشیؓ تشریف فرما ہیں جو کالے ہیں اور دوسری طرف سلمان فارسیؓ ہیں جو گورے ہیں تیسری طرف صہیب رومیؓ ہیں جو سرخ و سفید ہیں۔ مؤلف

فلاں خاندان کے لوگ میرے اولیاء نہیں بلکہ میرا ولی اور دوست اللہ اور صالح مومن ہیں۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اذَا خطَبَ اليكم مَنْ تَرضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فانكحوه . والا تَفْعَلُوْهُ تكُنْ فتنَةٌ فى الارْضِ وَ فسادٌ عريضٌ . خَرَّجه الترمذى وَ حَسَّنَهُ''[1]

جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص رشتے کی درخواست لائے جس کا دین اور خلق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دے دو اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے۔

''تُنْكَحُ المرأة لاربع لمَالَها و لحسبَها ولجِمَالِهَا ولدينَها فاظفر بذات الدّينِ''[2]

عورت سے نکاح چار چیزوں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے اس کا مال اس کا حسب ونسب اس کا حسن اور اس کا دین تو تم دیندار عورت کو اپنے لئے منتخب کرلو۔

''لِتخّذ اَحَدُكُم زَوْجَةً مّؤمنةً تعينُ اَحَدَكُم علىٰ اَمر الاخرة''[3]

تم میں سے ہر شخص کو ایسی صاحب ایمان بیوی کرنی چاہئے جو آخرت کے معاملہ میں اس کی مدد گار بنے۔

آخری دونوں حدیثوں میں صراحتاً یہ ہدایت موجود ہے کہ نکاح کے لئے دیندار اور نیک سیرت اور با اخلاق عورت کا انتخاب کرنا چاہئے اور عورت کے لئے بھی شوہر کے انتخاب میں دین و تقویٰ کو سامنے رکھنا چاہئے۔

---

[1] ترمذی ج:۱ص:۱۲۸

[2] صحیح بخاری و مسلم بحوالۂ مشکوۃ کتاب النکاح

[3] ابن ماجہ ابواب النکاح

نسب اور پیشہ کا کفاءت[1] میں اعتبار نہیں ہے تقویٰ و دینداری اور اخلاق حسنہ ہی اس کو کفو بننے کے لئے کافی ہیں ذات برادری پیشہ کا کوئی لحاظ نہیں ہے آزاد و غلام کا کوئی سوال نہیں کاروبار کی کوئی حیثیت نہیں اس کی شہادت عصر نبوی کے درج ذیل واقعات سے بھی ملتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جعفر اسدیہ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کیا اور فاطمہ بنت قیس قرشیہ کا نکاح اسامہ بن زید سے کیا حالانکہ اسامہ اور ان کا باپ زید دونوں آزاد کردہ غلام تھے اور بلال بن رباح حبشی نے عبدالرحمٰن بن عوف کی ہمشیرہ سے شادی کی جو قبیلۂ قریش کے بنی زہرہ خاندان سے تھیں اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی نے اپنے بھائی ولید کی بیٹی کی شادی اپنے مولیٰ سالم سے کی جو ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے۔

---

[1] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور تابعین میں محمد سیرین اور عمر بن عبدالعزیز سے اور ائمہ اربعہ میں امام مالکؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ کفاءت سے صرف دین میں کفاءت مراد ہے پھر آگے وضاحت کی ہے ''لم يثبت فى اعتبار الكفاءة بالنسب حديث'' یعنی نسب میں کفاءت کے معتبر ہونے سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے (فتح الباری ج:۹ص:۱۳۲)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ فرماتے ہیں کہ

''اسلام میں کفاءت صرف دین ہی ہے جن لوگوں نے آزادی پیشہ اور حسب ونسب کی برابری کو کفاءت کے لئے ضروری قرار دیا ہے ان کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر کفاءت کے مسئلہ میں اسلام کے علاوہ کسی چیز کا لحاظ کیا جا سکتا ہے تو وہ علم اور تقویٰ ہے۔

(حسن الاسوۃ ص:۴۹۱

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں بیٹیوں رقیہ اور امّ کلثوم کی حضرت عثمان سے اور تیسری بیٹی زینب کی ابوالعاص بن الربیع سے شادی کی اور یہ دونوں بنی عبد الشّمس میں سے تھے بنی ہاشم میں سے نہیں تھے۔ اور حضرت علی نے اپنی لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن الخطاب سے کی اور حضرت عمرؓ ہاشمی نہیں عدوی تھے اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ بنت حسین بن علی سے نکاح کیا اور وہ ہاشمی نہیں اموی خاندان سے تھے اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ بنت حسین کی بہن سکینہ بنت حسین سے شادی کی اور وہ ہاشمی نہ تھے بلکہ قبیلہ قریش کے خاندان بنی اسد سے تھے۔

اور مقداد بن الاسود نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ضباعة بنت الزبیر بن عبد المطلب الہاشمیہ سے شادی کی جب کہ مقداد کندی تھے نہ کہ ہاشمی، اور ایسے واقعات بہت ہیں شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو متقی ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ﴾ (پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہوتے ہیں)

جس چیز نے ابوطالب اور ابولہب کو مسلمانوں سے دور کیا وہ ان کا کفر ہے اور جس چیز نے سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی کو قرب بخشا وہ ان کا ایمان، صلاح تقویٰ، شریعت کی پیروی اور صراط مستقیم پر ان کا چلنا تھا۔

اسلام میں رشتۂ ازدواج کے معاملہ میں ذات پات قوم اور خاندان نسل اور برادری صنعت وحرفت کا نہ کچھ اعتبار ہے نہ ہی اسلام کے عہد اول میں اس کا

لحاظ کیا گیا جیسا کہ آپ نے مذکورہ سطور میں ملاحظہ فرمایا لیکن بدقسمتی سے اسلام کے دور تنزل میں کفار وعجم کا نسلی قومی تصور ضرور مسلمانوں میں آ گیا ذات و برادری صنعت اور پیشہ کی بنیاد پر امتیازات کی ایسی آہنی دیواریں اور حدیں قائم کردی گئیں شریعت میں جن کی کوئی سند نہیں فقہ میں اس کی تائید پر جو مواد ملتے ہیں وہ احادیث سب کی سب ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں اور ان کی حیثیت ایسی نہیں ہے کہ وہ کسی مسئلہ کی دلیل بن سکیں خصوصاً جب کہ ان کا مضمون اسلام کے کسی مسلمہ اور متفق علیہ حکم کے خلاف ہو۔[1]

ذات پات قوم اور خاندان نسل اور برادری کی بنیاد پر لڑکیوں کو شادی سے روک رکھنا یا اس میں تاخیر کرنا اخلاقی جرائم عام ہونے کا سبب ہے اور اخلاقی جرائم کا پھیلاؤ اور ان کی نشر واشاعت ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا سرپرست بنایا ہے اللہ سے ڈریں اور سب مل کر معاشرہ میں نیک بختی اور بھلائی کے لئے اور (معاشرتی مسائل کو) آسان کرنے (بہتر معاشرے کی) نشوونما (اس میں افرادی قوت) بڑھانے کے لئے اور اخلاقی جرائم کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ کرام کی اور ان کے طریقے اور راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

---

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری، نیل الاوطار، سنن البیہقی، سنن الدارقطنی، سبل السلام۔ وغیرہ

فرضیتِ مَہر: مہر اس مال کو یا مالیت رکھنے والی شے کو کہتے ہیں جسے مرد کو نکاح کے سلسلہ میں عورت کو دینا ہوتا ہے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا حکم مذکور ہے مثلاً:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾[1]

اور ان عورتوں کے مہر دو دینے کی طرح۔

﴿وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[2]

اور انہیں معروف طور پر مہر ادا کرو۔

نہ صرف یہ کہ مہر دینے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے عائد کردہ فریضہ بھی فرمایا ہے ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ﴾[3] ہمارے علم میں ہے وہ فریضہ جسے ہم نے لوگوں پر ان کی بیویوں کے سلسلہ میں عائد کر رکھا ہے نیز ارشاد نبویؐ ہے۔

''عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احق الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج''[4]

شرطوں میں وہ شرط پوری کئے جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعہ تم اپنی بیوی کے مالک بنے ہو (یعنی مہر کی ادائیگی فرض ہے) یہ تم پر تمہاری بیویوں کا قرض ہے بہر حال ادا کرنا ہوگا۔

معمولی مَہر کی فضیلت: ''عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله

---

[1] النساء:۴ [2] النساء:۲۵

[3] الاحزاب:۵۰

[4] بخاری (۵۱۵۱) کتاب النکاح باب الشروط فی النکاح (۵۲) ترمذی (۱۱۳۷) ابواب النکاح باب ماجاء فی الشرط عند عقدة النکاح (۳۰)

صلى الله عليه وسلم خير الصداق ايسره''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مہر وہ ہے جو تھوڑا ہو اور بآسانی دیا جا سکے۔ نیز ارشاد نبوی ہے۔ ''ان اعظم النكاح بركة ايسره مؤنة''[2] سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس میں مالی بار کم سے کم ہو اور دشواریوں میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ کے اندر نہایت بلیغ انداز میں شریعت کی روح بیان فرمادی ہے آپ نے فرمایا۔

''الا لا تغالوا بصدق النساء فانها لو كانت مكرمة فى الدنيا او تقوىٰ عند الله كان اولٰكم بها النبى صلى الله عليه وسلم''[3]

کان کھول کر سن لو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو اگر یہ دنیا میں اعزاز کی بات یا اللہ کے نزدیک پسندیدہ چیز ہوتی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ایسا کرتے۔

شریعت نے مہر عورت پر نہیں بلکہ مرد پر لازم کیا ہے کیونکہ عورت کی عزت اس کی صنفی نزاکت مطلوب بنائی جانے کی مقتضی ہے نہ کہ طالب بننے کی مہر کا

---

[1] ابوداؤد (۲۱۷) کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتی مات۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے حاکم کے نزدیک (۸۱/۲) جن کی 'ذہبی' موافقت کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے 'حسن' فرمایا بحوالہ جامع الاصول (۱۵/۷)

[2] مشکوۃ المصابیح ج:۲ص:۲۶۸

[3] ترمذی (۱۱۲۳) ابواب النکاح، باب ماجاء فی مہور النساء (۲۱) ابوداؤد (۲۱۰۶) کتاب النکاح، باب الصداق، اور النسائی (۱۱۷/۶، ۱۱۸) کتاب النکاح باب القسط فی الاصدقة۔ احمد ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ نے تخریج کی ہے۔ (جامع الاصول (۸/۷)

مرد پر لازم ہونا اس کے طالب ہونے کا عملی ثبوت ہے۔ اس میں عورت کی دلجوئی بھی ہے۔

مَہر عورت کا حق ہے: ارشاد ربّانی ہے۔

﴿وَ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا اَتَاۡخُذُوۡنَہٗ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا﴾[1]

اور تم جو دے چکے ہو بہت مال پس نہ لے لو اس میں سے کچھ۔ کیا تم اس میں سے کچھ ناحق لینا چاہتے ہو اور یہ صریح گناہ ہے۔

یعنی جب مرد عورت نکاح کے بعد مل چکے ہوں اور خلوت صیحہ ہو چکی ہو تو اس کے معاوضہ میں تمام مہر ادا کرنا واجب ہے تو اب کسی وجہ سے اس مہر کو واپس نہیں لے سکتا ہے عورت اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے تو البتہ سبکدوش ہو جائے گی ورنہ رسمی طور پر مہر کے معاف کر دینے سے مہر معاف نہ ہوگا اگر اس نے یہ سمجھ کر زبانی طور پر معاف کر دیا کہ معاف کروں یا نہ کروں ملنا تو ہے نہیں تو ایسی مجبوری کی معافی کا کچھ اعتبار نہیں۔

مَہر کے بغیر خلوت نہ کرے: ارشاد نبویؐ ہے۔

''من تزوج امرأة بصداق لا يريدان يوديه جاء يوم القيامة زانیاً''[2] جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کی مہر کی رقم کی ادائیگی کا ارادہ نہیں رکھتا تو قیامت کے دن زانیوں میں شمار ہوگا۔

---

[1] النساء:۲۰

[2] فتح الباری ج:۹ص:۱۲۱

مجرّدانہ زندگی گذارنے کی ممانعت: ارشاد ربّانی ہے۔

﴿وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ﴾ تم میں سے جو بے شادی شدہ ہوں ان کا نکاح کرواور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔

اس آیت میں مسلم معاشرہ کے مرد اور عورت لونڈی اور غلام سب ہی اصناف شامل ہیں دور اول کی اسلامی سوسائٹی ان طبقات کے صنفی مطالبات کی تکمیل کا انتظام کرتی تھی۔

مشہور تابعی احنف کہتے ہیں کہ تین معاملات ایسے ہیں جن میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کی جا سکتی جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سے معاملات ہیں تو جواب دیا: عمل صالح کی انجام دہی۔ میت کو سپرد خاک کرنا اور بیاہ کے لئے مناسب بَرمل جانے پر اس کی شادی کرنا۔

''فرماتے تھے میرے گھر کے کسی کونے میں اژدہے کا پایا جانا مجھے زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے کہ کسی بے شوہر عورت کے لئے اس کے ہم مرتبہ مرد کی جانب سے پیغام آئے اور میں اسے رد کردوں۔[1]

مجاہد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس اپنے غلاموں کو شادی کی پیشکش کرتے تھے اور فرماتے تم میں سے جو شادی کرنا چاہے میں اس کی شادی کرانے کے لئے تیار ہوں (یاد رکھو) تجرّد کی زندگی بسر کرنے میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور زنا کی خباثت کا یہ حال ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن

---

[1] البیان والتبیین ج:۲ص:۲۰۴

سے ایمان کا قلاوہ نکال دیتا ہے اگر وہ چاہے تو دوبارہ یہ قلاوہ پہنائے اور نہ چاہے تو نہ پہنائے۔[1]

امام نخعی کہتے ہیں۔ سلف اپنے غلاموں کو نکاح پر مجبور کرتے تھے (اگر وہ نکاح پر آمادہ نہ ہوتے تو) ان کو مکانات میں بند کردیتے تھے۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تین باتیں یاد رکھنے کا حکم دیا تھا نماز اپنے وقت پر ادا کرو، کسی کا انتقال ہو تو اس کے کفن ودفن میں تاخیر نہ کرو، کسی بے شادی شدہ کو مناسب شریک حیات مل جائے تو اس کی شادی میں جلدی کرو۔[3]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ گورنر کوفہ زید بن عبد الرحمٰن کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''تم نے لکھا ہے کہ فوج کی تنخواہ دینے کے بعد بھی تمہارے پاس مال بچا ہوا ہے پس اس مال کے ذریعہ ان میں سے جو شخص حقیقی ضروریات کے تحت مقروض ہو گیا ہو اس کا قرض ادا کرو اور جو لوگ ادائیگی مہر سے قاصر ہوں ان کی مہر دو۔[4]

چار بیویاں رکھنے کی اجازت:

اسلامی معاشرہ مرد کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ چار تک بیویاں رکھے یہ حق عیاشی کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ مرد اپنی

۱ احکام القرآن جصاص ج:۳ ص:۳۵۴
۲ تفسیر قرطبی ج:۱۲ ص:۲۴۱
۳ ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوقت الاول من فضل۔
۴ سیرت عمر بن عبد العزیز تالیف عبد اللہ بن عبد الحکیم المتوفی ۲۱۴ھ بحوالۂ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۳۰۵

جنسی خواہش کی تسکین کے لئے بعض اوقات ایک سے زائد جائز ذرائع کا محتاج ہوتا ہے لیکن شریعت کے لئے اس حق سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ مرد بیویوں کے درمیان ان تمام معاملات میں عدل ومساوات کا پابند رہے جو اس کے بس میں ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾[1]

پس جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو اور تین تین اور چار چار سے نکاح کرو اور اگر تم کو خوف ہو کہ تم ان کے ساتھ عدل نہیں کرسکو گے تو صرف ایک پر اکتفا کرو یا لونڈیوں پر۔

علامہ ابن الہمام نے اس آیت کے قانونی پہلو پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے

''فَاسْتَفَدْنَا اَنَّ حَلّ الاَرْبعُ مقید بعدم خوف عدم العدل و ثبوت المنع عن اکثر من واحدةٍ عند خوفهِ فعلم ایجابه عند تعدّدِهن''[2]

اس سے معلوم ہوا کہ چار عورتیں اس شرط کے ساتھ حلال ہیں کہ ان کے ساتھ ناانصافی کا خوف نہ ہو لیکن اگر اس کا خوف ہو تو ایک سے زائد شادی کرنا ممنوع ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متعدد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ انصاف ضروری ہے۔

علامہ بدر الدین کاشانی فرماتے ہیں۔

''لو کانت تحته امرأتان حرّتان او امتان یجب علیه ان یعدل بینهما فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنیٰ

۱ النساء:۳
۲ فتح القدیر ج:۲ ص:۲۱۶

و البیتوتۃ''۱

اگر خاوند دو آزاد عورتیں یا لونڈیاں رکھتا ہو تو اس کے لئے واجب ہے کہ ان دونوں کے درمیان غذا لباس مکان اور شب باشی میں عدل اور برابری کا سلوک کرے۔

جو شخص ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہیں کر سکتا اسلام اسے صرف ایک شادی کی اجازت دیتا ہے لیکن اگر کوئی عدم استطاعت کے باوجود ایک سے زائد شادی کر لیتا ہے یا استطاعت تو رکھتا ہے مگر انصاف نہیں کرتا تو اس کے بارے میں اسلام کی سخت وعید ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ و شقہ ساقط''۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ برتاؤ نہیں کیا تو ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے جسم کا آدھا حصہ جھکا ہوگا۔

متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو چار سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں دی قبول اسلام کے وقت جن صحابہ کے پاس چار سے زائد بیویاں تھیں آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسی چار کو

---

۱ بدائع الصنائع ج:۲ص:۳۳۲

۲ ترمذی (۱۱۴۱) کتاب النکاح باب ما جاء فی التسویۃ بین الضرائر۔ ابو داؤد (۱۱۲۲) کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء۔ نسائی ۷/۶۳ کتاب عشرۃ النساء بحوالۂ جامع الاصول (۱۱/ ۵۱۳) یہ حدیث صحیح ہے۔

منتخب کر لیں۔

نوفل بن معاویہ جب اسلام لائے تو ان کے پاس پانچ بیویاں تھیں قیس بن حارث اور صفوان بن امیہ جب اسلام لائے تو ان کے پاس آٹھ آٹھ بیویاں تھیں غیلان ثقفی اور عروہ بن مسعود نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے تحت دس دس بیویاں تھیں دربار نبوت سے ان سب کو یہی حکم ملتا ہے کہ صرف چار رکھو اور بقیہ جدا کر دو۔

نوفل بن معاویہ سے مروی ہے کہ وہ اسلام لائے اور ان کے پاس پانچ بیویاں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔

''اَمسِکْ اَربَعاً و فارق الاخریٰ''

چار کو روک لو اور پانچویں کو علیحدہ کر دو۔

قیس بن حارث فرماتے ہیں کہ جب میں ایمان لایا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔

''اختر منھن اربعاً''۱ ان میں سے چار کا انتخاب کر لو۔

صفوان بن امیہ اسلام لائے تو ان کے پاس اس وقت آٹھ بیویاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔

''ان یمسک اربعاً و یفارق سائرھن''۲

چار کو روک لیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔

---

۱ بیہقی ص:۱۸۲

۲ بیہقی ص:۱۸۲

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غیلان ثقفی کے پاس اسلام لاتے وقت زمانہ جاہلیت کی دس بیویاں تھیں ان کے ساتھ وہ سب بھی مسلمان ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ۔

''ان یختار فیھن اربعاً و یترک سائرھن ''[1]

ان میں سے چار کو منتخب کرلیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔

عروہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا اور میرے پاس دس بیویاں تھیں جن میں سے چار قریشی تھیں اور ان چاروں میں ایک ابوسفیان کی بیٹی تھیں تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اختر منھن اربعاً و خل سائرھن''

ان میں سے چار کو چن لو اور باقی کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کردو تو میں نے چار کو پسند کرلیا جن میں ایک ابوسفیان کی بیٹی بھی تھیں۔

غیر اقوام میں تعدد ازدواج کی اجازت: اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں انہیں میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورتوں کو اتنے سارے حقوق عطا کرنے والے اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کیوں ہے؟ کیا یہ عورتوں پر صریح ظلم نہیں ہے۔

تعدد ازدواج کے معترضین کو سب سے پہلے اپنے مذہب اور سماج کی تاریخ پر ہی نظر ڈال لینا چاہئے۔

تعدد ازدواج کا ہر قوم اور ہر تہذیب میں چلن رہا ہے متمدن اور غیر

[1] بیہقی ج:۷ص:۳۰

متمدن مہذب اور غیر مہذب سبھی قبائل واقوام میں مرد اپنے فطری جذبے اور داعیئے کی تکمیل کے لئے ایک سے زائد بیویاں اور عورتیں رکھتے رہے ہیں ہم اپنے ہندوستان اور دنیا کے دیگر ملکوں کے پچھلے لوگوں کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو عیش پرست راجاؤں، مہاراجوں اور بادشاہوں کے علاوہ بھی ایسی مقدس اور محترم ہستیاں اور شخصیتیں بھی تعدد ازدواج پر عامل نظر آتی ہیں جنہیں دنیا عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔ پٹ رانی کوشلیا۔ رانی سمترا، رانی کھیکنی، شری کرشن جی جو اوتاروں میں سولہ کلاس سپوان تھے کی بیشمار بیویوں کے متعلق لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر میں صرف اٹھارہ بیویاں تسلیم کی ہیں۔ مشہور پانڈوں کے جداعلیٰ پانڈو کی دو بیویاں تھیں کنتی اور ماوری تہذیب قدیم میں چین میں خاص قانونی بیوی کے علاوہ بھی کچھ اور عورتیں بیویاں کہلاتی تھیں جو خوش اخلاقی کے تحت رکھ لی جاتی تھیں یا قانونی داشتائیں ہوتی تھیں جاپان میں چینی ٹائپ کی داشتائیں رکھنے کا رواج ۱۸۸۰ء تک ایک قانونی نظام کی حیثیت سے موجود تھا۔ یہودیوں کے یہاں ایک مرد بہت سی عورتیں کسی بھی حالت میں رکھ سکتا تھا اور عورتوں کی تعداد کی کوئی تحدید نہ تھی اور نہ ہی ان بیویوں کی قانونی حیثیت میں کوئی فرق ہوتا تھا۔

یورپ میں تین سو برس قبل تک تعدد ازدواج کا رواج تھا اور ریاست اسے جائز تسلیم کرتی تھی سترہویں صدی تک کلیسا نے تعدد ازدواج کو جائز اور صحیح تسلیم کیا اور بعض مسیحی فرقے اس کے پرزور حامی رہے انیسویں صدی کے

نصف آخر میں پادریوں اور مسیحی مناظرات کے حملہ سے قبل کسی کو اس مسئلہ میں کہیں کوئی تردد پیش نہیں آیا تھا مسئلہ کی موجودہ شکل تمام تر مرعوبیت فرنگ کا نتیجہ ہے۔[1]

مغربی ملکوں جہاں سے تعدد ازدواج کی مخالفت کا صور پھونکا گیا اور اسے عورت پر ظلم قرار دیا گیا ہے آیئے دیکھیں وہاں عورت کے ساتھ کتنا انصاف ہوتا ہے اور وہاں کے انصاف پسند غیر متعصب اہل نظر اور حقیقت پسند کس طرح سوچتے ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تعدد ازدواج کی ممانعت کسی بھی مذہب اور ملک میں۔ موجودہ ذہنی وجنسی آزادی سے پہلے نہیں رہی اخلاق و مذہب کی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

''مسیحت کے اولین مبلغوں نے چندزوجگی کی بھی تنقیص نہیں کی توریت میں چندزوجگی ممانعت نہیں کی گئی اور نہ ہی انجیل میں اس کی ممانعت موجود ہے قدیم یہودیوں کے یہاں اس کا رواج پایا جاتا تھا چنانچہ یہودی علماء اسے اپنی روایات کے منافی نہیں خیال کرتے۔''[2]

عصر حاضر کے مشہور شامی محقق عالم ڈاکٹر مصطفے سباعی رحمہ اللہ جنہوں نے یوروپ کے بھی متعدد سفر کئے پھر اپنے مشاہدات اور انگلستان نیز دیگر مغربی ملکوں میں شائع ہونے والے مواد کی روشنی میں ایک نہایت وقیع کتاب ''المرأة بين الفقه والقانون'' مرتب کرکے عربی زبان میں پیش کی ہے نے

[1] تعدد ازدواج ص:۱۶
[2] بحوالۂ معاشرتی مسائل ص:۱۳۱

لکھا ہے۔

''اسلام ہی نے سب سے پہلے چندزوجیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ تقریباً تمام قدیم اقوام مثلاً یونانیوں، چینیوں، ہندوؤں، بابلیوں، آشوریوں اور مصریوں میں بھی اس کا رواج موجود تھا اور ان میں سے اکثر قوموں کے یہاں بیویوں کی کوئی تعداد بھی محدود مقرر نہ تھی چینی مذہب لیکی میں ایک سو تیس تک بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اور بعض چینی سربراہوں کے یہاں تو لگ بھگ تین ہزار عورتیں تھیں اس کے علاوہ یہودی مذہب میں بھی بغیر کسی حد کے بیویاں رکھنے کی اجازت تھی تمام انبیاء توارت کے یہاں بہت سی بیویوں کا پتہ چلتا ہے۔''[1]

تاریخ ازدواج کے مشہور یورپین ماہر وسٹر مارک کا بیان ہے۔

''سترہویں صدی عیسوی تک کلب کی طرف سے تعدد ازوداج کی اجازت ملتی رہی اور پھر اس نے متعدد شادیاں گنائیں ڈائرمیٹ آئرلینڈ کے حکمراں کی دو بیویاں اور دو باندیاں، شرلمان کی دو بیویاں تھیں اور کثیر تعداد میں باندیاں۔''[2]

ڈاکٹر عباس محمود عقاد نے تو اپنی کتاب[3] میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض عیسائی فرقے تو تعدد کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

مرد اور عورت کی جسمانی ساخت: اس سلسلہ میں ہمیں تاریخ مرد و عورت کی فطرت اور زندگی کے عملی مسائل کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ مرد کو کسی وقت بھی اپنی جنسی پیاس بجھانے کی ضرورت پیش آسکتی ہے اس لئے کہ قدرت نے

[1] المرأة بين الفقه والقانون ص:۷۱
[2] حوالہ مذکور ص:۷۲
[3] المرأة فی القرآن ص:۸۲

اسے ہر حال میں ہمیشہ جنسی فعل کے قابل بنایا ہے جب کہ عورتوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے ماہواری کے ایام [1] میں، حمل کے زمانہ میں، زچگی کے بعد کے چند ماہ

[1] حائضہ اور حاملہ اور زچہ کی حالت کیا ہوتی ہے اس کا اندازہ ماہر و محقق ڈاکٹروں کے بیانات و تحقیقات سے لگایا جاسکتا ہے ڈاکٹر میل نووک جو شعبۂ نسواں کا بڑا محقق ہے لکھتا ہے۔

''حائضہ عورتوں میں عموماً جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ یہ ہیں دردسر، تکان، اعضاء شکنی، اعصابی کمزوری، مثانہ کی بے چینی، ہضم کی خرابی، بعض حالات میں قبض کبھی کبھی متلی اور قے اچھی خاصی تعداد ایسی عورتوں کی ہے جن کی پستانوں میں ہلکا سا درد ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ ٹیس سی اٹھتی معلوم ہوتی ہے بعض عورتوں کا غدہ ورقیہ (تھائی رائڈ) اسی زمانہ میں سوج جاتا ہے جس سے گلہ بھاری ہو جاتا ہے بعض اوقات فتور ہضم کی شکایت ہو جاتی ہے اور اکثر سانس لینے میں دقت ہوتی ہے ڈاکٹر کریکر نے جتنی عورتوں کا معائنہ کیا ان میں سے آدھی ایسی تھیں جن کو ایام ماہواری میں بدہضمی کی شکایت ہو جاتی تھی اور آخری دنوں میں قبض ہو جاتا تھا ڈاکٹر گب ہارڈ کا بیان ہے کہ ایسی عورتیں بہت کم مشاہدہ میں آئیں جن کو زمانۂ حیض میں کوئی تکلیف نہ ہو بیشتر ایسی ہی دیکھی گئیں جنہیں دردسر، تکان، درد زیر ناف اور تھوک کی کمی لاحق ہوتی ہے طبیعت میں چڑ چڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اور رونے کو جی چاہتا ہے''۔

ایام ماہواری سے بڑھ کر حمل کا زمانہ عورت پر سخت ہوتا ہے ڈاکٹر ریبر یف لکھتا ہے

''حمل کے زمانے میں عورت کے جسم سے فضلات کا اخراج ہونا بسا اوقات فاقہ زدگی کی حالت سے بھی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے اس زمانہ میں عورت کے قویٰ کسی طرح جسمانی اور دماغی محنت کا وہ بار نہیں سنبھال سکتے جو حمل کے ماسوا دوسرے ایام میں سنبھال سکتے ہیں جو حالات اس زمانے میں عورت پر گزرتے ہیں وہ اگر مرد پر گزریں یا زمانہ غیر حمل میں خود عورت پر گزریں تو قطعی بیماری کا حکم لگا دیا جائے اس زمانہ میں کئی مہینہ تک اس کا نظام عصبی مختل رہتا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عورت اس قابل نہیں رہتی کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر مباشرت کر سکے سارے مردوں سے یہ توقع رکھنا صحیح نہ ہوگا کہ وہ نہایت صبر وضبط سے کام لیں گے اور جب تک ان کی بیویاں اس قابل نہ ہو جائیں گی کہ وہ ان کے پاس جائیں وہ اپنے کو جنسی فعل سے باز رکھیں گے مرد جائز طریقہ سے اپنی ضرورت پوری کر سکے ضروری ہے کہ اسکے لئے راہیں کھولی جائیں اور ایسی تنگی نہ رکھی جائے کہ وہ حرام راستوں پر چلنے کو اپنے کو مجبور پائے بیوی تو اس کی ایک ہو اور آشنا عورتوں کی قید نہ رہے اس سے سماج وسوسائٹی میں جو گندگی پھیلے گی اور جس طرح اخلاق و کردار برباد ہوں گے اس کا اندازہ کرنا آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے زنا اور بدکاری کو حرام قرار دے کر تعدد ازدواج کو قانونی اجازت دینے والا حکیمانہ دین ـ دین اسلام ہے ایک سے زائد شادیوں کی کچھ حدود کے ساتھ اجازت دے کر دراصل اسلام نے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت ان کی نفسیات اور عملی ضرورت کا پورا لحاظ کیا ہے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) اس کا دماغی توازن بگڑ جاتا ہے اس کے تمام عناصر روحی ایک مسلسل بدنظمی کی حالت میں ہوتے ہیں وہ مرض اور صحت کے درمیان معلق رہتی ہے اور ایک ادنیٰ سی وجہ اس کو بیماری کی سرحد میں پہونچا سکتی ہے۔ وضع حمل کے بعد متعدد بیماریوں کے رونما ہونے اور ترقی کرنے کا اندیشہ رہتا ہے زچگی کے زخم زہریلے اثرات کو قبول کر لینے کے لئے مستعد رہتے ہیں قبل حمل کی حالت پر واپس آنے کے لئے اعضاء میں حرکت شروع ہو جاتی ہے جو سارے نظام جسمانی کو درہم برہم کر دیتی ہے اگر کوئی خطرہ نہ پیش آئے تب بھی اس کو اپنی اصلی حالت پر آنے میں کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔''

(بحوالہ پردہ:۱۴۱)

امام ابن قیم الجوزیہ کا گرانقدر تبصرہ: آخر میں ایک اقتباس امت کے ممتاز ترین محقق عالم علامہ امام حافظ شمس الدین ابن القیم الجوزیہ (۷۵۱م) کا بیان ہدیۂ قارئین ہے جس سے مسئلہ زیر بحث پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے اور شریعت کے حکیمانہ قانون کی کچھ مصلحتیں سامنے آجاتی ہیں فرماتے ہیں۔

"وانہ اباح للرجل ان یتزوج باربع زوجات و لم یبح للمرأة فذلک من کمال حکمة الرب تعالیٰ و لو ابیح للمرأة ان تکون عند زوجین فاکثر لفسد العالم و ضاعت الانساب و قتل الازواج بعضهم بعضاً و اشتدت الفتنة و کیف یستقیم حال امرأة فیها شرکاء متشاکون و کیف یستقیم حال الشرکاء فیها فان قیل فکیف اوعی جانب الرجل و اطلق لہ ان ینتقل من واحدة الیٰ واحدة و داعی المرأة داعیة و شهوتها شهوته؟ قیل لما کانت المرأة وکان مزاجها ابرد من مزاج الرجل و حرکتها الظاهرة والباطنة اقل من حرکتہٖ و کان الرجل قد اعطیٰ من القوة والحرارة اکثر من اعطیته المرأة اطلق لہ من عدد المنکوحات ما لم یطلق المرأة و جعل الرجال قوّامین علی النساء ساعین فی مصالحهن و یعرضون انفسهم لکل بلیة و محنة فی مصالح الزوجات والرب تعالیٰ شکور حلیم فشکرلهم ذٰلک و جبرهم بان مکنهم مما لم یکن منہ الزوجات .

و اما قول القائل : ان شهوة لمرأة تزید علی شهوة الرجل فلیس کما قال والشهوة منبعها الحرارة واین الحرارةالانثیٰ من حرارة الذکر لکن المرأة لفراغتها و بطالتها و عدم معاناتها لما یشغلها عن امرشهوتها یفسدها سلطان الشهوة و یستولی علیها فیظن الظان ان شهوتها اضعاف شهوة الرجل و لیس کذٰلک".

اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے چار بیویوں سے نکاح جائز رکھا عورت کے لئے چار مردوں سے نہیں اس میں پروردگار کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں اگر عورت کو دو یا اس سے زیادہ شوہروں کے پاس بیک وقت رہنے کی اجازت دی جاتی تو عالم میں عظیم فساد برپا ہوتا اور نسب تو ضائع ہوکر رہ جاتے بلکہ دونوں شوہر آپس میں لڑتے یہاں تک کہ قتل و غارت گری کی نوبت آتی اور ایسی عورت کہ جس کے لئے کئی برابر کے شریک حقدار ہوں کیسے سکھ سے رہ سکتی ؟ اور وہ شرکاء بھی کب چین سے زندگی گزار سکتے ہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ مرد کی خواہشات کا تو احترام کیا گیا کہ اسے ایک سے زائد عورتوں سے لطف اندوز کی اجازت دی گئی مگر عورت کو نہیں دی گئی حالانکہ دونوں میں خواہش اور جذبہ یکساں ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کا مزاج نسبتا سرد ہوتا ہے اس لئے اسکی ظاہری و باطنی حرکات بھی مرد کے مقابلہ میں کم ہوتی ہیں اس کے برخلاف مرد میں قوت اور حرارت دونوں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اس کو چند عورتیں رکھنے کی اجازت دی گئی عورت کو چند مردوں کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی گئی اور اسی قوت و صلاحیت کی بنا پر مردوں کو عورتوں کا نگراں اور متکفل بھی بنایا گیا ہے چنانچہ وہ اپنی بیویوں کی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے بسا اوقات خطرات تک مول لیتا اور بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ رعایت دی تاکہ اسکی محنت و مشقت کا صلہ کچھ تو زائد لئے رہا کسی کا یہ کہنا کہ عورت میں مرد کے مقابلہ میں زیادہ خواہش ہوتی ہے خلاف واقعہ ہے بھلا مرد و عورت کا کیا مقابلہ؟ ہاں کبھی ہوتا ہے کہ عورتیں فارغ ہونے اور نفقہ کی ذمہ داری نہ ہونے کی وجہ سے اور بعض دوسری کمزوریوں کی بنا پر جذبات کا شکار ہوجائیں اور اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ پاتی ہیں اس لئے سطحی نظر رکھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔[1]

مغربی مفکرین کا تبصرہ: امام ابن قیم الجوزیہ کے مذکورہ بیان کردہ حقائق کی

---

[1] اعلام الموقعین ج:۲ص:۱۰۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت بحوالہ معاشرتی مسائل ص:۱۲۹

تائید موجودہ دور کے علماء نفس اور ماہرین طبیعات کے اقوال سے بھی ہوتی ہے سب سے زیادہ اہم اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنے والا واقعہ ۱۹۴۸ء میں پیش آیا جب کہ جرمنی کی تاریخی شہر میونخ جواب اولمپک (کھیلوں کی وجہ سے بہت شہرت پا چکا ہے) میں نوجوانوں کی عالمی تنظیم کا ایک جلسہ ہوا جس کے جنگ عظیم کے نتیجہ کے طور پر عورتوں کی غیر معمولی کثرت اور مردوں کی قلت پر طویل بحث ومباحثہ کے بعد سب شرکاء اس نتیجے پر پہونچے کہ تعدد ازدواج کے علاوہ اس مشکل کا اور کوئی حل نہیں ہے ۔ چنانچہ مجلس نے اسی کی سفارش کی اور اس کے بعد اگلے ہی سال ۱۹۴۹ء میں جرمنی کی راجدھانی ''بون'' کے باشندوں نے حکومت کے ذمہ داروں سے مطالبہ کیا کہ ملکی دستور میں چند بیویاں رکھنے کی اجازت کی دفعہ شامل کی جائے چنانچہ جرمنی حکومت نے پہلے شیخ الازہر کے پاس تعدد ازدواج کے اسلامی نظام کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ایک مراسلہ بھیجا اور اس کے بعد ایک وفد روانہ کیا۔[1]

اسے قدرت کا انتظام سمجھئے یا انتقام کہ آج تک جو لوگ تعدد ازدواج کی بنا پر اسلام کو بدنام کرتے رہے آج ان کے مفکرین ومدبرین تعدد ازدواج کو بشری تقاضوں اور فطری ضرورتوں کے عین مطابق بتا رہے ہیں اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے اسے بطور نسخہ تجویز کر رہے ہیں اور ان کی یہ تجویز محض نظریات وتصورات کی بنا پر نہیں بلکہ تجربات ومشاہدات کی بنا پر ہے کیونکہ مغرب میں ان ہی کے بھائی بندوں نے تعدد ازدواج پر پابندی لگا کر تعدد ازدواج پر زور دیا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ

[1] بحوالۂ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۷۵

فطرت بشری نے اپنے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وہاں جنسی تسکین کی نئی راہیں پیدا کرلیں جن کی وجہ سے وہاں ایسی معاشی ومعاشرتی الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں کہ جب تک وہ تعدد ازدواج کو نہ اپنائیں یہ الجھنیں نہیں سلجھ سکتیں اب تو وہاں عورتوں نے بھی اس ضرورت کی اہمیت کو بعد از خرابی بسیار محسوس کرلیا ہے وہاں کی معزز خواتین برملا اس ضرورت کا احساس کر رہی ہیں جیسا کہ برطانیہ کی محترم خاتون مسز فسٹنڈ کے اس تازہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ۔

> ''جب ہم مغرب کے شہروں میں رات کے وقت مجمع لگائے ہزارہا بدبخت عورتوں پر نظر کرتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ مغرب کس منہ سے اسلام کی تعدد ازدواج کی مذمت میں زبان درازی کرتا ہے عورت کے حق میں یہ بہتر بھی ہے معزز تر بھی اور راحت انگیز بھی کہ وہ اسلامی تعدد ازدواج کی قید میں رہے صرف ایک شوہر کے ساتھ منکوحہ ہوکر رہنا اور جائز بچہ اپنی گود میں لے کر پھرنا اس سے بہتر ہے کہ عورت سے آشنائی کی جائے اور پھر سڑکوں پر آوارہ گردی کے لئے چھوڑ دیا جائے جو ناجائز بچے لئے ہوئے قانون کے دائرے سے باہر بے گھر بے در ہوکر راہ گیر کی ہدف بنے اور ہر ایک کی نظر میں ذلیل ہو''۔[1]

جرمنی میں عورتوں کی تنظیم کی طرف سے کھل کر مطالبہ کیا جانے لگا کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی جائے اور وہاں کے اخبارات میں یورپین عورتوں کی ایسے مراسلات شائع ہو رہے ہیں جن میں چند بیویاں رکھنے کی اجازت کا مطالبہ کیا جارہا ہے اور اس کو باعزت زندگی گزارنے کا باعزت طریقہ کہا جارہا ہے یہاں صرف ایک مراسلہ کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جو ''لندن ٹروتھ'' میں ایک

[1] صدق جدید لکھنؤ

خاتون کا شائع ہوا تھا۔

''ہماری لڑکیوں کی آوارگی بہت بڑھتی جارہی ہے اور پانی سر سے اونچا ہونے لگا ہے لیکن لوگوں کو اس کے اسباب کے تلاش کرنے کی طرف بہت کم توجہ ہے میں بھی چونکہ اسی صنف سے تعلق رکھتی ہوں اس لئے لڑکیوں کی اس حالت زار سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے مگر محض رنجیدگی اور غمخواری تو اس مرض کا علاج نہیں۔ جب تک اس گندگی کو مٹانے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اور بھلا کرے ایک عالم فاضل (ٹامس) کا کہ انہوں نے مرض کی بھی صحیح تشخیص کی اور اس کا تیر بہدف علاج بھی بتایا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی اجازت دی جائے اس طریقہ سے تو یقیناً یہ مصیبت ٹل سکتی ہے اور ہماری بے سری آوارہ گشت لڑکیاں ''گھر والیاں'' بن سکتی ہیں خلاصہ یہ کہ سب سے بڑی ایک ہی مصیبت ہے وہ ہے ایک یورپین مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے پر مجبور کرنا۔''[1]

﴿فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ﴾

ان تفصیلات کے سامنے آجانے کے بعد اس کا انکار کرنا مشکل ہے کہ ایک عورت کے لئے تو کئی شوہروں کی گنجائش خلاف فطرت ہے (نیز اسلامی نقطۂ نظر سے یہ چیز جس درجہ شرمناک اور نا قابل قبول لائق مذمت ہے اور اس کا تو ہر واقف علم رکھتا ہی ہے اس لئے مرد و عورت کی مساوات کا نام لے کر یہ مطالبہ کرنا کہ مرد کی طرح اسے بھی بیک وقت چند شوہروں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے)

کس قدر نا مناسب بلکہ بھونڈا مذاق ہے جو کسی سنجیدہ اور عقل مند کی زبان پر آنا بھی شاید مشکل ہو لیکن ایک مرد کے لئے کئی بیویاں رکھنے کا جواز عین تقاضائے فطرت ہے۔

---

[1] لندن ٹروتھ بحوالہ معاشرتی مسائل ص: ۱۳۵

عورت کے لئے عقد ثانی کی تاکید

اسلام عورت کے لئے عقد ثانی کی سخت تاکید کرتا ہے اگر عورت کو بیوگی یا طلاق اور خلع نے اس کو شوہر سے الگ کر دیا ہے تو اسلام معاشرہ کو ترغیب دیتا ہے کہ فوراً اس کا دوسرا نکاح کر دے بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب عورت مر جائے تو مرد دوسری عورت سے نکاح کر لے اور مطعون نہ ہو اور اگر عورت بے شوہر رہ جائے تو دوسرا شوہر کرنے سے مطعون ہو اور طرفہ یہ کہ کنواری لڑکی کے نکاح میں دیر ہونا معیوب سمجھیں اور جوان عورت کا بیوہ رہنا قباحت نہ جانیں حالانکہ جو برائی اس میں ہے وہی برائی بلکہ اس سے زیادہ اس میں ہے سبحان اللہ بارش سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہونا ایسے ہی عقلمندوں کا کام ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

’’اخرج الترمذی عن علی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا علی ثلاث لا تو خرها الصلوة اذا اتت والجنازة اذا حضرت ولایم اذا وجدت لها کفواً‘‘[1]

مشکوۃ کے باب تعجیل الصلوۃ میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ علی نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تین کام میں دیر نہ کیجئے نماز میں جب وقت آجائے اور جنازہ کی نماز میں جب جنازہ تیار ہو جائے اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب اس کا جوڑ مل جائے۔

[1] سنن الترمذی ۳/۳۸۷

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے دور میں بڑی آسانی سے عورتوں کا عقد ثانی ہو جاتا تھا آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات حضرت عائشہؓ کے علاوہ مطلقہ یا بیوہ تھیں۔ چنانچہ حضرت رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا اور حضرت ام کلثوم دوسری بیٹی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے نکاح میں تھیں اس کے بعد دوسرا نکاح ان کا حضرت عثمان سے ہوا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں تھیں جب ان کی وفات ہوئی تب حضرت ام کلثوم نے حضرت جعفر کے ایک بیٹے عون سے نکاح کیا جب عون وفات پا گئے تب جعفر کے دوسرے بیٹے محمد نے ان سے نکاح کیا جب وہ وفات پا گئے تب حضرت جعفر کے تیسرے بیٹے عبداللہ نے ان سے نکاح کیا اور بی بی امامہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت زینب کی بیٹی کہ حضرت فاطمہ کے بعد حضرت علی کے نکاح میں تھیں بعد حضرت علی کے وفات کے انہوں نے حضرت علی کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن نوفل سے نکاح کیا اور سوائے حضرت عائشہؓ کے سب بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی تھیں کہ کسی ایک کا خاوند مر چکا تھا کسی کا دوسرا خاوند بھی مر چکا تھا اور کسی کا تیسرا بھی اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تھا ایک بی بی ام رومان تھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ساس کہ پہلے عبداللہ بن منجرہ کے نکاح میں تھیں پھر دوسرا نکاح انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیا کہ ان

سے بی بی عائشہؓ اور عبدالرحمان پیدا ہوئے اور بی بی اسماء بنت عمیس کہ پہلے جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے نکاح ہوا کہ محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حضرت علیؓ سے ان بی بی کا نکاح ہوا۔

عاتکہ بنت زید کی شادی حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ سے ہوئی اور جب عبداللہ طائف کی جنگ میں شہید ہوگئے تو بعض روایات کے مطابق زید بن خطاب نے عاتکہ بنت زید سے نکاح کرلیا جب وہ یمامہ میں شہید ہوگئے تو حضرت عمر اور حضرت عمر کے بعد حضرت زبیر سے ان کی شادی ہوئی حضرت زبیر کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو پیغام بھیجا لیکن خود ہی انہوں نے انکار کردیا۔

سہیلہ بنت سہیل کا نکاح یکے بعد دیگرے چار اصحاب حضرت حذیفہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن الاسود اور شماخ بن سعید سے ہوا اسی طرح عبداللہ بن ابی کی لڑکی جمیلہ کا عقد حضرت حنظلہ سے ہوا وہ احد میں شہید ہوگئے تو ثابت بن قیس نے ان سے شادی کی ثابت کے بعد مالک بن دخشم نے اور آخر میں حبیب بن یساف کے عقد میں وہ آئیں۔[1]

اب سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ کی وفات کے بعد دوسرا نکاح کیوں نہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿ازواجه امهاتم﴾ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں

---

[1] شادیوں کے لئے ملاحظہ ہو ابن سعد کی طبقات اور ابن عبدالبر کی الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں متعلقہ صحابیات کا تذکرہ۔

ہیں اور ماں کا نکاح بیٹے کے ساتھ درست نہیں اس واسطے ان کا نکاح نہ ہوا۔

تحریک شہیدین اور نکاح بیوگان:

ہندوستان میں تحریک شہیدین کو توحید کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید نیز منکرات کا قلع قمع کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ۔[1]

''قیام وطن کی اس مہلت میں (شعبان ۱۲۳۴ھ سے شوال ۱۲۳۶ھ تک) جب کہ سید احمد شہید رائے بریلی میں مقیم تھے سید صاحب نے احیاء سنت کے جو ممتاز کارنامے انجام دیئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے گھر سے بیوگان کا آغاز کیا۔

سید احمد صاحب کے منجھلے بھائی سید اسحٰق کی بیوہ جوان تھیں ان کا صرف ایک بچہ تھا سید اسمٰعیل جس کی عمر بہ مشکل چھ سات برس کی ہوگی سید صاحب نکاح بیوگان کا اجراء چاہتے تھے احیاء سنت اور تجدید شیوۂ اسلامیت کے سلسلہ میں وعظ و تبلیغ سے کہیں بڑھ کر فائدہ عملی اقدام سے پہونچ سکتا تھا اسی بنا پر خود اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کے لئے تیار ہوگئے۔''

مہر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

''بعض اولوالعزم اصحاب نے بندش کو محو کرنے اور اصل سنت کو رواج عام دینے کے شوق میں ضرورت کے بغیر بھی بیوہ خواتین کے نکاح کردیئے اس کی مثال شاہ اسمٰعیل شہید کی ہمشیرہ بی بی رقیہ کا نکاح تھا۔ بی بی رقیہ شاہ اسمٰعیل سے بڑی تھیں ان کی عمر پچاس سے اوپر ہوچکی تھی وہ شیخ ولی محمد پھلتی کے چچا شیخ کمال الدین سے بیاہی گئی تھیں اور غالباً جوانی ہی میں بیوہ ہوگئی تھیں اگرچہ حد یاس کو پہنچ چکی تھیں اور انہیں نکاح کی ضرورت نہیں رہی تھی لیکن شاہ اسمٰعیل شہید کو احیاء سنت کے ثواب میں شریک ہونے کا اتنا شوق اور ایسا ولولہ تھا کہ بہن کو راضی کیا اور مولانا عبدالحئ

---

[1] سیرۃ سید احمد شہید ص: ۱۴۴

سے ان کا نکاح کر دیا۔''[1]

''تحریک شہیدین کا زمانہ مسلمانوں کے عملی زوال اور اسلامی تعلیمات سے دوری و بے توجہی کا زمانہ تھا توحید وسنت کے مسائل کی ان کی نظر میں اہمیت کم تھی اور رسم ورواج کو اسلامی تعلیمات کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دیتے تھے مسلم گھرانوں میں خلافِ شرع جو باتیں رواج پا گئی تھیں انہیں میں نکاح بیوگان کی مخالفت بھی تھی۔ مہر صاحب اس کراہت کا مآخذ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ میل جول میں جو معیوب اور سراسر غیر شرعی رسمیں اختیار کر لی تھیں ان میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ کسی خاتون کا شوہر فوت ہوجاتا تو ضرورت کے باوجود دوسرا نکاح نہ کرتی اور ایسے نکاح کو نجابت وشرافت کے منافی سمجھا جاتا تھا خصوصاً اونچے گھرانوں میں تو اس کا تصور بھی موجب ننگ تھا۔''[2]

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ وَ اَخَوَاتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾[3]

حرام ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور

[1] سیرۃ سید احمد شہید ص:۱۴۴
[2] حوالہ مذکور ص:۱۴۸
[3] النساء:۲۳

بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ عورتیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو لیکن اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ گناہ نہیں تم پر (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) اور تمہارے نطفے سے جو بیٹے ہیں ان کی بیویاں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾[1]

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں درج ذیل رشتے ہمیشہ کے لئے حرام کر دیئے گئے ہیں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

(۱) ماں دادی ونانی وغیرہ
(۲) بیٹیاں
(۳) بہنیں
(۴) پھوپھیاں
(۵) خالائیں
(۶) بھتیجیاں
(۷) بھانجیاں
(۸) رضاعی ماں
(۹) رضاعی بہن

[1] النساء:۲۲

(۱۰) بیوی کی ماں اور دادی و نانی وغیرہ

(۱۱) مدخول بہا بیوی کی لڑکیاں

(۱۲) بیٹے کی بیوی

(۱۳) باپ کی بیوی

شریعت نے جن خاص اور قریبی رشتوں کی بنا پر عورتوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام کر دیا ہے انہیں محرم کہا جاتا ہے ایسے رشتے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک نسبی دوسرا سسرالی تمام احکام کی طرح اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتیں رکھی ہیں جن میں سے بعض کی طرف حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔[۱]

نسبی رشتے سے عام طور پر وہی عورتیں محرم قرار دی گئی ہیں اور ہمیشہ کے لئے ان ہی سے نکاح حرام کیا گیا جن کے ساتھ نہ صرف دن و رات اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا، عادتاً بلکہ فطرتاً لازمی ہوتا اور پردہ کا التزام دشوار ہوتا ہے بلکہ ان کی حاجتیں قدرتی طور پر ایک دوسرے سے اکثر اس طرح وابستہ ہوتی ہیں کہ الگ تھلگ رہنا عملاً مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اس لئے شریعت نے ایسے رشتوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے نکاح کا دروازہ بند کر کے ہر ایک کو دوسرے سے جنسی تعلق کا قیام ناممکن بتا کر قطعاً مایوس کر دیا اور امید کی ہلکی سی کرن بھی باقی نہیں رہنے دی اگر نکاح کی امید تھوڑی سی بھی رہتی تو یہ اختلاط بہت سے اخلاقی مفاسد پیدا کرنے اور شرمناک برائیوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنا کرتا کیونکہ جب ایک آدھ مرتبہ مرد و عورت کا ہم نشین ہو جانا یا صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینا ہی بسا اوقات بڑے بڑے مفاسد اور

۱؎ تفصیل کیلئے دیکھئے حجۃ اللہ البالغۃ ص: ۳۱۸ تا ۳۲۱ مطبع صدیقیہ بریلی بحوالۂ معاشرتی مسائل ص: ۴۳ تا ۴۵

بھیانک جرائم کا پیش خیمہ بن جاتا ہے جس سے کوئی باخبر انکار نہیں کرسکتا تو مسلسل ملنا جلنا دیکھنا بھالنا کتنے عظیم فتنوں کا باعث ہوا کرتا اس کا انداز مشکل نہیں۔''[۱]

علاوہ ازیں یہ کہ اگر اتنے قریبی رشتوں مثلاً ماں، بہن بیٹی، پوتی، بھتیجی اور بھانجی وغیرہ میں نکاح کی اجازت دے دی جاتی تو عورتوں کا مستقبل نہایت تاریک ہو جاتا کیونکہ عام طور پر باپ بھائی چچا، ماموں ہی اپنی بیٹی، بہن، بھتیجی اور بھانجی کے لئے بہتر سے بہتر رشتے تلاش کرتے اور اچھے سے اچھے شوہر کے انتخاب کی فکر کرتے ہیں لیکن اگر خود انہیں اپنی ہی جنسی بھوک بجھانے کے لئے ان سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ خود ہی پسند آ جانے پر شادی رچا بیٹھتے چاہے عورت کی رضا ہوتی یا نہ ہوتی پھر کوئی اس صنف نازک کی حمایت کرنے والا اور اس کمزور کے حقوق دلانے والا بھی نہ ملتا کیونکہ یہ کام اگر کوئی کرتا یا کرسکتا تھا تو یہی رشتے دار کرسکتے تھے مزید یہ کہ ان رشتہ داروں کی مرضی کے خلاف عورت اپنی صوابدید اور پسند کا رشتہ حاصل کرنے پر قادر ہی نہ رہتی اس طرح اس کی پوری زندگی سخت کرب و بے چینی سے گزرتی اور فریاد بھی نہ کرسکتی بلکہ بزبان حال کہا کرتی ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی میری صیاد کی ہے

سسرالی رشتے سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جانے والی عورتیں چار ہیں ساس بہو (حقیقی بیٹے کی بیوی) بیوی کی لڑکی اور مادر (سوتیلی ماں) اگر ان میں سے کسی سے جنسی تعلق قائم کرنے اور نکاح کرنے کا امکان ہوتا تو اس کو پورا خطرہ تھا

۱؎ مغرب کی لادینی اور حیوانی زندگی میں اس کا تماشا دیکھا جاسکتا ہے

ہر وقت کے اختلاط اور ملنے جلنے کی بنا پر کہ اصلاً جس سے نکاح ہوا ہے وہ ٹوٹ جائے اور اس کے بجائے ساتھ رہنے سہنے والوں میں اسے کسی سے تعلق پیدا ہو جائیں اور اس کی طرف طبعی میلان ہو جائے کہ اکثر یہی اسباب زوجین کے ربط کو کمزور کرنے بالآخر توڑنے کا موجب ہوتے ہیں اسی وجہ سے شریعت نے ہر ایسے مرد وعورت کے درمیان ربط بڑھانا ممنوع اور پردہ کرنا ضروری قرار دیا جن کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔

ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہونے کا سبب بننے والی ایک تیسری چیز رضاعت ہے۔[1] یعنی جس طرح نسبی ماں اور اس کے شوہر نیز اولاد (یعنی والد اور بھائی بہن) سے نکاح نہیں ہوسکتا بالکل اسی طرح رضاعی ماں اور اس کے ان تمام رشتوں سے بھی شادی نہیں ہوسکتی۔

محرمات کی ان تین قسموں کے علاوہ کچھ اور عورتیں وہ بھی ہیں جن سے نکاح دائمی طور پر تو نہیں البتہ وقتی طور پر ممنوع ہو جاتا ہے مثلاً جس عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح ہو چکا ہے اب اس وقت تک اس کا کسی دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا جب تک پہلا نکاح یا اس کا اثر (عدت) باقی ہے کیونکہ دوسرے سے نکاح کی اجازت دینے کا مطلب ہوگا ''عورت میں شرکت'' جو انسانی فطرت اور طبعی تقاضے کے بالکل خلاف ہے۔

---

[1] ''یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب'' (بخاری ومسلم) نسب سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ دو بہنوں اسی طرح دو انتہائی قریبی رشتہ دار محرمیت والا رشتہ رکھنے والی عورتوں کا بیک وقت کسی ایک شخص کے نکاح میں رہنا ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ عام طور پر سوکنیں آپس میں ایک دوسرے سے لڑتی ہیں اور ہر اک دوسری کی مخالف بلکہ دشمن بن جاتی ہیں اور شریعت نے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات جوڑنے اور ان سے بہتر سے بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا ہے لہذا ایسی دو قریبی رشتہ دار عورتوں کا ایک شخص کے نکاح میں رہنا شریعت کی روح اور اس کی تعلیمات وہدایات کے بالکل خلاف ہوتا۔

حرمت کے ان اسباب کے علاوہ کافر ومشرک (غیر کتابی) ہونا بھی ایک سبب ہے یعنی کسی مسلمان مرد کا نکاح (غیر کتابی) مشرک یا کافر عورت سے نہیں ہوسکتا اور مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی غیر مسلم سے نہیں ہوسکتا (خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہی کیوں نہ ہو)

۱؎ المومن:۴۰ ۲؎ الاحزاب:۳۵

۱؎ ال عمران:۱۹۵ ۲؎ التوبۃ:۷۱

مسئلہ طلاق

اسلام میں شادی مرد وعورت کے مابین محبت ورحمت پرمبنی ایک ایسا دائمی ومقدس رشتہ ہے جسے برقرار رکھنے کے لئے ہرطرح کی کوشش ضروری ہے اسی وجہ سے شریعت نے میاں بیوی دونوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں محبت، مروت چشم پوشی ،نرمی اوراخلاص کا برتاؤ کریں اور ہرممکن طور پراس رشتہ کو برقرار رکھیں کیونکہ اسی میں ان کی ان کے خاندان معاشرے اور پوری انسانیت کی بھلائی کا راز پوشیدہ ہے دونو ں ایک دوسرے سے جدا ہوکر اپنے لئے کچھ نہ کرسکیں گے اس لئے زوجیت کا رشتہ اگرمحبت ورحمت کے بجائے انصاف اور برابری ہی پر قائم رہ سکے تو اسے قائم رکھیں اور دونوں علیحدگی نہ اختیار کریں۔

لیکن طبیعتوں کی ناہمواری اور بعض دوسرے اسباب[1] کی وجہ سے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی ایک ساتھ رہ کر احکام الٰہی کی پابندی اور باہمی حقوق کی

---

[1] حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور بعض دیگر صحابہ وتابعین کی رائے میں جنسی نقص ہی نہیں بلکہ برص، جذام ،اندھا پن اور جنون بھی ایسے عیوب ہیں جن کی بنا پر زوجین کوایک دوسرے سے جدا ہونے کا اختیار ہے (السنن الکبریٰ بیہقی ج:۷ ص:۲۱۴ تا ۲۱۵

امام ابن قیم الجوزیہ نے ان عیوب پر دوسرے عیوب کوبھی قیاس کیا ہے فرماتے ہیں

''اما الاقتصار علی عیبین اوستة او سبعة او ثمانية دون ما هو اولیٰ منها مساولها فلا وجه له والقياس ان كل عيب ينفر الزوج (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ادائیگی سے قاصر ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں اسلامی شریعت نے مرد کو اختیار دیا ہے کہ وہ عورت کو سنت کے مطابق طلاق دے کر جدا کردے تا کہ پھر دونوں آئندہ زندگی کے لئے اپنا اپنا راستہ متعین کرلیں۔

طلاق کو عورت پر زیادتی تصور کرنا ذہن کا قصور ہے میاں بیوی کا باہمی رشتہ ان کی سعادت و بہتری کے لئے مشروع ہے لیکن اگر قربت واتصال باہمی کدورت ونفرت کا باعث بنتا ہوتو ایسی صورت میں اس رشتہ کو ختم کرنے کے علاوہ دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا طلاق کو اصل میں اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہئے۔

بے جا اعتراض: اسلام کے نظام طلاق کی مصلحت اور گذشتہ ادیان و تہذیب کے عائلی احکام وقوانین سے ناواقف کچھ لوگوں نے ایک عرصہ تک طلاق کے بارے میں اسلامی شریعت پرطرح طرح کے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھا لیکن حالات نے جب انہیں مجبور کیا تو پھر خود بھی اس نظام کے قائل ہوگئے مگرایسی تفصیلات کے ساتھ جن سے میاں بیوی اور معاشرہ دونوں پر انتہائی برے اثرات رونما ہوئے۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا) الاخر منه ولا يحصل به مقصود النكاح من الرحمة والمودة یوجب الخيار'' (زادالمعاد:۴/۴۳

دو یا چھ یا سات آٹھ عیبوں پر اقتصار کرنا اوران سے بڑے بڑے یا ان کے برابر کے عیوب کو شمار نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا قیاس یہ کہتا ہے کہ ہراس عیب پر علیحدگی کا اختیار ملنا چاہئے جو میاں بیوی میں سے ایک کو دوسرے سے متنفر کرے اور جس کی وجہ سے باہمی رحمت ومودت ختم ہوجائے جو نکاح کا مقصود ہے۔

اصول وہدایات: میاں بیوی کے مابین رونما ہونے والے اختلاف کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جوطریقہ اختیار کیا ہے اس کی مختصر توضیح یہ ہے۔

۱.................سب سے پہلے اسلام نے میاں بیوی کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ باہمی حقوق اور اولاد کی تربیت کے معاملہ میں دونوں کو سمجھنا چاہئے اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ان تمام باتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

''والرجل راع فی اھلہ وھو مسئول عن رعیتھا والمرأۃ راعیۃٌ فی بیت زوجھا وھی مسئولۃ عن رعیتھا''[1]

مرد عورت کا نگہبان اور اس سے متعلق جواب دِہ ہے اور اسی طرح عورت شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس کے متعلق جواب دِہ ہے۔

۲.................زوجین کے مابین اگر اختلاف رونما ہوتو ایسے وقت میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں صبر وضبط سے کام لیں اور ناپسندیدہ امر کو برداشت کریں اخلاق وطبائع میں اختلاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اچھے برے دونوں طرح کے برتاؤ سے دوچار ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ اور تکلیف دہ امر ہی باعث خیر وبرکت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[2]

---

۱ فتح الباری ج:۲ ص:۳۸

۲ النساء:۱۹

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کوئی چیز تم ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی کا سامان کردے۔

۳.................اگر دونوں کے مابین اختلاف زیادہ ہوجائے اور صبر وضبط سے ممکن نہ ہو بلکہ مزید نفرت ومخالفت کا اندیشہ ہوجائے تو ایسی صورت میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک ایک شخص کو حَکَم مقرر کرکے ان کے سامنے اپنا مسئلہ رکھیں دونوں حَکَم اسے سلجھانے کی کوشش کریں گے اور میاں بیوی کو سمجھائیں گے قرآن کریم کا فرمان ہے کہ اگر زوجین اصلاح چاہیں گے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت پیدا کردے گا۔

۴.................حَکَم کی کوششوں کے باوجود اگر زوجین صلح وصفائی کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہوسکیں تو پھر ایسے وقت میں اسلام کی طرف سے مرد کو یہ اجازت ہے کہ وہ عورت کو ایک طلاق دے اس طلاق کے بعد عورت عدت کے تین مہینوں میں شوہر کے ساتھ اسی کے گھر میں رہے گی لیکن دونوں میں میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ ہوں گے۔

یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے یعنی شوہر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عدت کے اندر تجدید نکاح کے بغیر رجوع کرلے اور دونوں کے مابین ازدواجی تعلقات قائم ہوجائیں۔

۵.................لیکن اگر پہلی طلاق کے بعد عدت گذر گئی اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو یہ طلاق بائن ہوجائے گی یعنی مہر اور نکاح کے بغیر شوہر اس عورت کے

ساتھ نہیں رہ سکتا ہے اور اگر عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ اپنا نکاح کرنا چاہے تو مرد اسے مجبور نہیں کر سکتا۔

۶............ پہلی طلاق کے بعد اگر رجعت کر کے میاں بیوی پھر ایک ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں اور اتفاقاً پھر ان کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اولاً ہر ایک کو صبر وضبط کی تلقین کی جائے اگر اس سے اصلاح نہ ہو تو دونوں طرف سے حکم مقرر ہوں گے جو اصلاح حال کی کوشش کریں گے، ان کی کوششیں اگر ناکام ہو جائیں تو مرد کو یہ اختیار ہوگا کہ عورت کو دوسری طلاق دے دے مرد کو اس دوسری طلاق کے بعد بھی پہلی طلاق کی طرح رجعت کا حق حاصل ہے۔ رجعت کے بعد اگر پھر زندگی حسب معمول بسر کرنے کا امکان نہ ہو تو مرد کو تیسری طلاق کا حق حاصل ہوگا جس کے بعد عورت اس کے لئے قطعی حرام ہو جائے گی یعنی کسی دوسرے مرد کے اس سے شادی کرنے اور پھر طلاق دینے کی بعد ہی پہلا شخص اس سے شادی کر سکتا ہے بشرطیکہ عورت کی دوسری شادی کے سلسلہ میں کسی چال اور حیلہ تراشی سے کام نہ لیا گیا ہو جیسا کہ حلالہ کے نام سے آج کل وقتی وعارضی نکاح کی رسم بد جاری ہے۔

طلاق کے معاملہ میں یہ ضابطہ اس لئے متعین کیا گیا ہے کہ رجعی دو طلاقوں کے بعد مرد آخری مرتبہ یہ سوچ لے کہ اب اسے عورت کے سلسلہ میں کیا کرنا ہے اگر اسے اندازہ ہو کہ گزارہ ممکن نہیں تو تیسری طلاق دے لیکن یہ سوچ کر کہ اس کے بعد عورت کسی اور مرد کے عقد میں جائے بغیر اس کے لئے حلال نہیں

ہو سکتی ظاہر ہے کہ تیسری طلاق کے بعد جب عورت کسی اور مرد کے عقد میں رہ کر اس کے طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کے عقد میں آئے گی تو اس سے میاں بیوی دونوں کو شدید پشیمانی اور تکدر ہوگا اسلام نے تیسری طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کی شرط اس لئے ضروری قرار دی ہے کہ مرد تیسری طلاق دیتے ہوئے اچھی طرح یہ سوچ لے کہ اگر اس عورت کو دوبارہ وہ اپنے عقد میں لانا چاہے گا تو اسے مذکورہ ناخوش گوار صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس ضابطہ کی توضیح سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام نے رشتۂ ازدواجیت کو مستحکم و برقرار رکھنے کے لئے کتنی دقت پسندی اور حکمت بالغہ سے کام لیا ہے۔

وقوع طلاق کی بعض شرطیں: شوہر کی طرف سے طلاق واقع ہونے کے لئے علماء نے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ عاقل بالغ اور با اختیار ہو لہذا دیوانے، بچے اور مجبور شخص کی طرف سے دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی علماء نے وضاحت کی ہے کہ طلاق ایسا اقدام ہے کہ جس کے ازدواجی زندگی میں انتہائی دوررس نتائج و اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اقدام کے وقت شوہر با اہلیت و صلاحیت ہو اسی لئے علماء نے درج ذیل قسم کے شوہروں کی طرف سے صادر ہونے والی طلاق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

۱............ مُکرَہ و مجبور آدمی جو اپنے اختیار کے بجائے کسی کے مجبور کرنے سے طلاق دے رہا ہو۔

۲............ بدمست انسان جو نشہ کے باعث اپنے اقدام کی اہمیت اور اس کے

اثرات سے غافل ہو۔

۳..................ایسا غضبناک آدمی جسے اپنے کام کے نتائج کا علم نہ ہو۔[1]

حق طلاق: اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلاق کا حق صرف مردوں کو کیوں دیا گیا ہے عورتیں اس میں شریک کیوں نہیں کی گئیں؟ جو لوگ اسلامی نظام کی عظمت و برتری پر ایمان نہیں رکھتے ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام نے اس طرح عورتوں کے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن اگر طلاق کے جملہ احکام وشرائط اور قیود پر غور کیا جائے تو اس طرح کا سوال نہیں پیدا ہوگا بلکہ اس کے برخلاف عورتوں کے ساتھ اسلام کے حکیمانہ ومنصفانہ موقف کا یقین ہوگا۔

صرف مرد کو طلاق دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمام تر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اسی پر ہوتا ہے اس لئے رشتۂ زوجیت کو باقی رکھنے کا اسے زیادہ خیال ہوگا کیونکہ طلاق کے بعد دوسرے عقد کی صورت میں اسے ازسرنو مہر اور شادی کے اخراجات بھی ادا کرنے ہوں گے۔ ان مختلف مالی ذمہ داریوں کو سوچتے ہوئے یقیناً مرد طلاق میں تامل کرے گا اور عورت کی جانب سے پیش آنے والی ناپسندیدہ حرکتوں پر صبر کرے گا اس کے برخلاف چونکہ عورت پر اس طرح کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ دوسرے عقد میں اس کا مالی فائدہ ہے اسلئے اندیشہ ہے کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر اس طرح کا اقدام کرنے کے لئے تیار ہوجائے گی نیز مرد کے مقابلہ میں عورت جذبات سے جلد مغلوب ہوجاتی ہے اس لئے اتنے اہم معاملہ میں سوچنے اور صبرو

[1] فقہ السنۃ ج:۲ص:۲۴۷

ضبط سے کام لینے کی اس سے بہت کم توقع ہے۔

اہل مغرب نے عورتوں کو طلاق کا اختیار دے کر یہ اندازہ کرلیا کہ اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوتے ہیں چنانچہ مختلف اعداد وشمار سے یہ بات ثابت ہے کہ مغرب میں طلاق کی تعداد مشرقی ممالک کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہے۔[1]

اس وقت بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز بھی سننے میں آتی ہے کہ طلاق کے لئے قاضی کی اجازت کو بھی ضروری قرار دینا چاہئے یہ مطالبہ باعث فساد ہونے کے ساتھ ساتھ نقصان دہ بھی ہے اس کی توضیح کے لئے درج ذیل پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے۔

۱..................قرآن حکیم وحدیث شریف میں مختلف مقامات پر یہ تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے اور میاں بیوی کے باہمی اختلافات کی صورت میں ہر ایک کو صبر وضبط سے کام لینا چاہئے اگر کسی وجہ سے زوجین کے مابین اختلاف بڑھ جائے تو دونوں جانب سے حکم بٹھا کر مسئلہ کو سلجھانا چاہئے اگر اس سے بھی میاں بیوی میں اتفاق نہ ہوسکے اور دونوں ایک ساتھ رہنے پر تیار نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں طلاق آخری حل ہے۔

اس حکیمانہ طریقہ پر عمل کے بعد ظاہر ہے کہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے کوئی اور راستہ باقی نہیں رہ جاتا تا اب طلاق کے لئے قاضی کی اجازت یا طلاق دینے پر کسی طرح کے جرمانہ کا کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص:۱۱۲حقوق النساء فی الاسلام ص:۱۶۰

۲................قرآن کریم نے طلاق دینے کا فعل شوہر کی طرف منسوب کیا ہے اس پر قرآن وحدیث کی آیات اور علماء کا اجماع شاہد ہے لیکن کسی جگہ بھی طلاق کے فعل کو قاضی یا کسی اور شخص کی اجازت یا مرضی سے مقید نہیں کیا گیا ہے اس لئے طلاق پر کسی قسم کے جرمانہ یا پابندی کا اقدام شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

۳................مرد کو طلاق کی صورت میں مختلف قسم کے مالی حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں جو اپنی جگہ خود مرد کو طلاق سے روکنے یا اس پر غور کرنے کے لئے کافی ہیں قاضی سے اجازت یا دوسری قید سے اصلاح کی توقع بے معنیٰ ہے۔

۴................تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ زوجین کے مابین تعلقات کی خرابی اور ازدواجی زندگی میں ناکامی کے بعد پھر کوئی ذریعہ دونوں کے ملانے کا باقی نہیں رہتا۔ عیسائیوں کے یہاں جب طلاق کی اجازت دی گئی تو ان لوگوں نے اس کے ساتھ قاضی کی اجازت کو بھی ضروری قرار دیا لیکن اس کے باوجود صرف امریکہ میں ہر سو شادیوں میں اڑتالیس کا انجام طلاق ہوتا ہے، جرمنی میں یہ تعداد ۳۵ فی صد ہے۔

اس کے بالمقابل اسلامی ممالک میں جہاں طلاق قاضی کی اجازت سے مشروط نہیں ہے طلاق کی نسبت زیادہ سے زیادہ گیارہ فیصد ہے اس لئے یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ طلاق کو قاضی کی اجازت کے ساتھ مقید کرنے سے لوگ طلاق دینے سے باز آجائیں گے اور اس سے عورت کا تحفظ ہوگا عورتوں کے تحفظ کیلئے معاشرہ میں پھیلی ہوئی عریانی وبے حیائی کو روکنا چاہئے لوگوں کو اخلاق وآداب کی پابندی پر آمادہ کرنا چاہئے اور ایسے لوگوں کی تادیب وتعزیر کرنا چاہئے جو دوسروں کی عزت و

آبرو سے کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں ان وسائل کے بغیر اصلاح کا کوئی قدم کامیاب نہ ہوگا۔[1]

اہم اصلاحات: اب ایک نظر ان اصلاحات پر ڈالئے جن کے ذریعہ اسلام نے طلاق کے سلسلہ میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا

۱................اسلام نے رجعی طلاق کو دو تک محدود کر دیا ہے اس کے بعد اگر مرد تیسری طلاق دے دے تو اسے رجعت کا حق حاصل نہ رہے گا اس کے مقابلہ میں جاہلی دور میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ طلاق کی کوئی حد یا تعداد نہ تھی اگر کسی عارضہ غصہ کی بنیاد پر مرد طلاق دیتا تھا تو پھر غصہ رفع ہونے کے بعد رجعت کر لیتا تھا اور حالات اعتدال پر آجاتے تھے لیکن اگر عورت کو تکلیف پہونچانے کے لئے طلاق دیتا تو عدت گزرنے سے پہلے رجعت کر لیتا پھر طلاق دیتا اور رجعت کر لیتا اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا اور عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونا بنی رہتی اسلام نے اسی لئے یہ حکم دیا کہ

﴿اَلطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌ بِاِحۡسَانٍ﴾[2]

رجعی طلاقیں دو تک ہیں پھر یا بدستور روک ہے یا بھلائی سے رخصت یعنی دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد یا تو عورت کو رکھ لے یا پھر اسے رخصت کر دے اس کے بعد کوئی اور طلاق دی تو پھر رجعت کا حق باقی نہیں رہے گا۔

۲................مرد نے عورت کو شادی کے موقع پر مہر وغیرہ کی جو رقم دی ہے اسے

۱؎ ماذا عن المرأۃ ص:۱۸۸
۲؎ البقرۃ:۲۲۹

لینا جائز نہیں۔

﴿وَلاَ یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئاً اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ﴾[1]

اور اپنے دیئے ہوئے سے کچھ نہ لو ہاں جب دونوں یہ جانیں کہ ہم سے اللہ کے احکام ادا نہ ہوں گے پھر اگر تم یہ جانو کہ وہ احکام خداوندی ادا نہیں کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت کچھ دے کر رخصت لے لے۔

۳............مطلقہ عورت کو تکلیف دینے کے لئے عدت کے بعد روکنا جرم ہے

﴿وَلاَ تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُوْا﴾ اور دکھ دینے کے لئے ان کو مت روکو کہ ظلم کرنے لگو۔

۴............عدت گزرنے کے بعد دوسری شادی سے مطلقہ عورت کو روکنا بھی حرام ہے۔[2]

﴿فَلاَ تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

تم تو ان کو خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں۔

بلا وجہ طلاق: ارشاد نبویؐ ہے

'' المنتزعات والمختلعات ھُنَّ المنافقات ''[3]

جو عورتیں بلا وجہ اپنے شوہروں سے طلاق وخلع کا مطالبہ کرتی ہیں وہ

[1] البقرۃ:۲۲۹
[2] حقوق النساء فی الاسلام ص:۱۶۶ بحوالہ خاتون اسلام ملخص ۲۲۹ تا ۲۳۶
[3] نسائی کتاب الطلاق باب ماجاء فی الخلع

منافق ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔

'' ایما امرأۃ سالت زوجھا طلاقاً من غیر بأسٍ فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ ''[1]

جو عورت بلا کسی حقیقی وجہ سے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

ایک تیسری حدیث ہے۔

'' ان اعظم الذنوب عند اللہ رجلٌ تزوج امرأۃً فلما قضیٰ حاجتہ طلّقھا و ذھب بمَھرھا ''[2]

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور جب اپنی خواہش پوری کرے تو اسے طلاق دے دے اور ساتھ ہی اس کا مہر بھی کھا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

'' لیس منا من خبّبَ امرأۃً علیٰ زوجھا او عبداً علیٰ سیدہ ''[3]

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے خاوند سے برگشتہ کر دے یا کسی غلام کو اس کے آقا سے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کی بیوی سے خود نکاح کرنے یا کسی دوسرے سے نکاح کرنے کے لئے اس کے شوہر کو قتل کر دیتا ہے تو

[1] ترمذی أبواب الطلاق واللعان باب ماجاء فی المختلعات، ابن ماجہ ابواب الطلاق باب کراھیۃ الخلع للمرأۃ
[2] مستدرک حاکم ص:۱۸۲
[3] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی من خبّب امراۃ علیٰ زوجھا

خواہ عورت اس سازش میں شریک ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اصول دین اور اس کی روح کا تقاضا یہ ہے کہ متعلقہ شخص کو حق نکاح سے محروم کر دیا جائے۔[۱]

طلاق دینے کا شرعی طریقہ: طلاق دینے والے مرد کو چاہئے کہ وہ طلاق کا شرعی طریقہ اختیار کرے اور طلاق کا شرعی اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ:

(۱)......صرف ایک طلاق دی جائے یعنی شوہر بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی اس پر طلاق ہو جائے گی پس ایک طلاق دینے ہی پر اکتفا کرے۔(سورۂ طلاق:۱)

(۲)......طلاق حالت طہر (یعنی ماہواری کے بعد پاکی کی حالت) میں دی جائے جس سے شوہر نے مجامعت نہ کی ہو (بخاری)

(۳)......طلاق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں دی جائے الطلاق:۲

(۴)......طلاق دینے کے بعد عورت کو عدت گذارنی ہوگی عدت تین ماہواری تک ہے لیکن حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور اگر عورت کو ایام ماہواری نہ آتے ہوں تو اس کی عدت تین قمری ماہ تک ہے عدت کے دوران مرد رجوع کر سکتا ہے رجوع کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے رجوع کر لیا رجوع دو عادل گواہوں کی موجودگی میں کیا جائے۔البقرۃ: ۲۲۸، الطلاق:۴، الاحزاب:۴۹

(۵)......رجوع نہ کرنے کی صورت میں عدت گذارتے ہی عورت مرد سے جدا ہو جائے گی لیکن یہ ایک طلاق ہوگی اگر مرد عورت دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔البقرۃ:۲۳۱، الطلاق:۲، البقرۃ:۲۳۲

تین طلاق دینے کا شرعی طریقہ: طلاق کا صحیح ترین طریقہ اوپر بیان کیا گیا ہے لیکن اگر کسی شخص کو تین طلاقیں ہی دینی ہیں تو وہ تین طہروں یعنی

---

[۱] اقامہ الدلیل علیٰ ابطال التحلیل المطبوع مع الفتاویٰ ص:۱۴۷۔۱۴۸

تینوں میں تین طلاقیں دے سکتا ہے امام نسائی ''باب طلاق السنّۃ'' کے تحت حدیث بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مسنون طلاق یہ ہے کہ طہر (پاکی) کی حالت میں بغیر ہم بستری کئے ایک طلاق دے پھر ماہواری کے بعد پاکی میں دوسری طلاق دے اور پھر اسی طرح تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔
سنن نسائی:۲/۸۰

اس طرح تین طلاقیں دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے اور عورت مرد پر قطعی حرام ہو جاتی ہے۔

خلع: اسلام نے جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا حق عنایت کیا ہے اور یہ مجبوراً اسی صورت میں ہے جب کہ میاں بیوی کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور عورت شوہر سے نفرت کرے اور بُغض رکھے اور ان میں ایک ساتھ رہنے میں دیگر بہت سی خرابیاں لاحق ہوں تو ایسی صورت میں عورت کچھ مال یا روپیہ وغیرہ دے کر شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے خواہ وہ رقم مہر ہو یا اس سے کم یا زیادہ اس صورت کو اصطلاح شریعت میں خلع کہا جاتا ہے خلع کا ذکر قرآن مجید میں آیت طلاق کے ضمن میں اس طرح آیا ہے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَاللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ﴾البقرۃ:۲۲۹

پھر اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کے حدود کو ادا نہیں کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ عورت کچھ دے کر رخصت لے۔(چھٹکارا حاصل کرے)

بلاوجہ خلع کرانے پر وعید: جس طرح طلاق کے معاملہ میں مردوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ بہت ہی تدبر کے ساتھ طلاق کے بارے میں فیصلہ کریں بالکل اسی طرح عورتوں کو بھی تاکید کی گئی ہے کہ وہ خلع کے معاملہ میں جلدی نہ کریں اور بغیر کسی معقول وجہ کے خلع کا مطالبہ نہ کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''ایما امرأۃ سالت زوجھا الطلاق من غیر باسٍ فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ'' (ابوداؤد)

جو عورت اپنے شوہر سے ایسی صورت میں طلاق طلب کرتی ہے کہ شوہر کی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہونچ رہی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

عدّت خلع: خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے خلع کے بعد عورت جو عدت گزارتی ہے اسے عدت خلع کہتے ہیں اور وہ ایک حیض ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

''عن ابن عباس ان امرأۃ ثابت ابن قیس اختلعت من زوجھا علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضَۃٍ''[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی عورت نے اپنے شوہر سے دور نبوی میں خلع کیا تو آپ ﷺ نے اسے ایک حیض عدت گذارنے کا ارشاد فرمایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مختلعہ عورت کی عدت طلاق والی عورت سے الگ ہے اور وہ ایک حیض ہے۔

[1] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۲/۲۱۶ طبع دہلی

اکٹھی تین طلاقوں کی شرعی حیثیت: حقیقت میں شریعت نے جس طلاق کو مغلظہ بائنہ قرار دیا ہے وہ تین مرتبہ تین وقفوں کے ساتھ دی جانے والی الگ الگ طلاقیں ہیں نہ کہ ایک وقت میں اور ایک ہی سانس میں دی جانے والی تین طلاقیں۔

اسلامی شریعت نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے سنن نسائی نے کتاب الطلاق ۲/۸۹ میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دی ہیں تو آپؐ نے ناراضگی فرمایا اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔

احناف کی مشہور کتاب ہدایہ ۲/۳۵۵ باب طلاق السنۃ میں ایک مجلس میں تین طلاقوں کو بدعت کہا گیا ہے اور اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی وگنہگار بتایا گیا ہے۔

یہ ہے وہ غیر شرعی اور بدعی طلاق جس کا عام طور پر رواج ہوگیا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاق کا شرعی حکم: ایک ہی لفظ میں تین طلاقوں کو دے دینا یعنی طہر واحد میں کلمہ واحدہ کے ساتھ تینوں طلاقیں دے دی جائیں مثلاً شوہر بیوی سے کہے میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، یا دس طلاقیں دیں یا یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، یا

طلاق طلاق طلاق ، ان سب الفاظ سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے ایسی تین طلاقوں کے بعد شوہر کو رجعت کا پورا اختیار ہے دور حاضر میں اہل سنت والجماعت کی اکثریت اسی بات کی قائل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ البقرۃ:۲۲۹

طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو خوبی کے ساتھ رجعت کر لی جائے ورنہ شرافت کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔

اس آیت کو بغور پڑھا جائے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طلاق ایک ہی مرتبہ یک بیک واقع نہیں ہوسکتی بلکہ ایک کے بعد دوسری واقع ہوگی۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ دو طلاقیں ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ دو مرتبہ کر کے دو ہیں پس اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے تجھے دو طلاقیں ہیں یا دس ہیں یا ہزار ہیں تو یہ طلاق ایک ہی مانی جائے گی''[۱]

ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں

''لغت عربی اور دنیا کی تمام زبانوں میں مرّتان سے مراد مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ ہے یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ نہ کہ محض لفظی تکرار''

ارشاد نبویؐ ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں اس کے بعد حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگ طلاق کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں

---

[۱] فتاویٰ ابن تیمیہ ۳ر۷ ،طبع قدیم مصر

حالانکہ اس میں ان کے لئے ڈھیل اور آسانی تھی اس لئے اچھا ہے کہ ان سب کو ان پر جاری کر دیا جائے چنانچہ وہ جاری کر دیں[۱]

حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث میں دو حکم بیان کئے ہیں ایک حکم شرعی اور دوسرا حکم سیاسی پہلا حکم شرعی یہ ہے کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی اور دو سال تک عہد فاروقی میں طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں جس میں کسی ایک صحابی کا اختلاف بھی ثابت نہیں۔

دوسرا حکم اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کا قول ''فقال عمر'' کو بھی بیان کیا ہے اور یہ تین طلاقوں کو جاری کرنے کی علت اور دلیل ہے۔

قرآن وحدیث سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتی ہیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ثبت ہے نجات اسی میں ہے کہ فقہاء کی مہر کو چھوڑ کر مہر محمدی کو اختیار کریں اور سکہ فقہاء کو چھوڑ کر سکہ محمدی کو لازم پکڑیں کیونکہ وہی مسئلہ قابل قبول ہے جس پر مہر محمدی ہو۔

عدت: غیر مدخولہ عورت (یعنی وہ عورت جس کے نکاح کے بعد شوہر نے وطی نہ کیا ہو) اس پر کوئی عدت نہیں وہ طلاق واقع ہوتے ہی فوراً بائنہ ہو جاتی ہے اور دوسرے نکاح کے لائق ہو جاتی ہے یعنی دوسرا نکاح مدت کے انتظار کے بغیر ہوسکتا ہے اور یہ دوسرا نکاح طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ بغیر حلالہ کے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[۱] صحیح مسلم ار۴۷۷،۸۷۷ طبع رشیدیہ دہلی

"اے ایمان والو! تم جن منکوحہ عورتوں کو وطی سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہارے لئے عدت کی پابندی نہیں ہے" (الاحزاب:۴۹)

عدت کی پابندی کا حکم مدخولہ عورتوں کے لئے خاص ہے اور مدخولہ عورت کے لئے طلاق کے بعد رجوع کی مدت قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

"یعنی مطلقہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اگر وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے حلال نہیں کہ ان کے رحم میں جو چیز اللہ نے پیدا کر رکھی ہے اسے چھپائیں اور تین حیض کی اس مدت انتظار میں ان کے شوہر ان سے رجوع کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں" (البقرہ:۲۲۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو خواہ ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں ایسی عورت کے شوہر کو رجوع کرنے کے حق کی مدت تین حیض ہے اگر اس مدت کے اندر شوہر نے رجوع نہ کیا تو مطلقہ عورت بائنہ ہوجائے گی پھر وہ جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اگر دونوں میاں بیوی راضی ہوں اور یکجا رہنا چاہیں تو اس طلاق دینے والے شوہر سے بھی نئے نکاح کے ساتھ عورت دوبارہ بغیر حلالہ کے لوٹائی جاسکتی ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں فرمایا ہے۔

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرہ:۲۳۲)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی مدت پوری کرچکیں تو تم ان کو ان کے خاوندوں سے جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہوجائیں نکاح کرنے سے مت روکا کرو۔

لیکن جن عورتوں کو حیض نہیں آتا کسی بیماری کی وجہ سے یا بڑھاپا یا کم سنی کی وجہ

سے یا جو عورتیں حاملہ ہوں ان کے لئے مدت انتظار دوسری جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔

"(یعنی کبرسنی وصغرسنی یا کسی وجہ سے) جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت تین مہینہ اور حاملہ عورت کی اجل یعنی عدت وضع حمل ہے" (الطلاق:۴)

اس آیت میں صراحت کی گئی ہے کہ کبرسنی وصغرسنی یا کسی وجہ سے حیض نہ آنے والی عورتوں کو پہلی مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کرنے کی جو مدت شریعت نے مقرر کی ہے وہ تین مہینہ ہے اور حاملہ سے رجوع کرنے کی عدت وضع حمل ہے اس مدت کو اس آیت میں "عدت" اور "اجل" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے والی اور بعد والی آیت میں اسی عدت واجل کو مدت "تربّص" یعنی مدت انتظار کہا گیا ہے یعنی زمانہ رجوع کا نام اصطلاح شریعت میں عدت "اجل" اور "مدت تربص" ہے۔

لیکن جن عورتوں کے خاوند فوت ہوجائیں ان کی عدت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"جو لوگ مرتے ہوئے اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ چار مہینے دس دن بیٹھا کریں پھر جب اپنی مدت پوری کرچکیں تو جو کچھ وہ اپنے حق میں موافق دستور کریں تو تم پر کوئی گناہ نہیں" (البقرہ:۲۳۴)

اس آیت کریمہ میں اس عورت کی عدت جس کا شوہر فوت ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ دس دن مقرر فرمائی ہے۔

عورت صرف شرعی طریقہ پر حلال ہوتی ہے: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو شرعی طریقہ پر تین طلاق دے دیتا ہے تو شرعی طور پر دی ہوئی مطلقہ ثلاثہ

بالاتفاق حرام ہے اوراس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک کہ کسی دوسرے شخص سے شرعی طور پر نکاح نہ کرے اور وہ دوسرا شوہراس سے جماع بھی کرے لیکن وہ دوسرا شوہر جس نے اپنی مرضی سے ازدواجی زندگی گزارنے کیلئے برضاورغبت نکاح کیا ہے عورت کے رویّے سے دل برداشتہ ہوکر شرعی اجازت طلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر کسی حیلہ کے طلاق دے دیتا ہے تواس صورت میں شوہراول کے لئے عورت کے حلال ہونے میں سارے علماء اسلام کا اتفاق ہے۔لیکن حلالہ کے بہانے سے جونکاح کیا جاتا ہے شریعت محمدی میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔

حلالہ

حلالہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے پھر دوسرا آدمی اس عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس عورت سے وطی کرنے کے بعد اسے طلاق دے دیگا تا کہ وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے (النہایۃ فی غریب الحدیث)

علامہ ابن قیم الجوزیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حلالہ کہتے ہیں جس عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہوں اس کا نکاح کسی سے صرف اس لئے کر دینا کہ وہ اگلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے یہ نیا خاوند اس سے سیاہ کاری کر کے اس کو طلاق دے تو پہلا دیوث خاوند اس سے پھر نکاح کر لے یہ حنفی مذہب کا مسئلہ ہے اسکی برائیاں حد سے سوا ہیں جوان مسلمانوں کی پریشانی پر بدنما داغ ہے حلالہ دراصل خفیہ زنا ہے جو شرعاً حرام محض ہے اس گندے مسئلہ کو شرعی مسئلہ کہنا دین خدا میں عیب پیدا کرنا ہے (اعلام الموقعین اردو ایڈیشن حصہ دوم ص:٦٧)

یہ متعہ کی طرح نکاح موقت ہوتا ہے حلالہ کرنے والا نہ اس عورت کو اپنی بیوی و شریک حیات بنا کر رکھنے کے لئے نکاح کرتا ہے جو کہ شرعی نکاح کا مقصد ہوتا ہے نہ اسکے بعد وہ ولیمہ وغیرہ کرتا ہے وہ تو فقط رات بھر اپنی شہوت پوری کرنے اور جماع کر کے اس عورت کو عصمت دریدہ بنا کر چھوڑ دینے کے لئے وقتی نکاح کا سہارا لیتا ہے اور پہلا دیوث و بے غیرت مرد اور اس عورت کے بے غیرت ماں باپ بھائی بہنیں اور اس کے بچے جانتے سمجھتے اسے دوسروں کو اپنا پہلو گرم کرنے، اپنی

شہوت پوری کرنے اور جماع کرنے کے لئے وقتی طور پر رات بھر کے لئے دے دیتے ہیں کیا کسی صحیح الدماغ غیرت مند و شریف انسان کی عقل بھی اسے صحیح قرار دے سکتی ہے جبکہ اسے شرعی کام سمجھ کر مسلسل کیا جارہا ہے اور کتنی حنفی نیک دامن عورتیں بھی اس حلالہ کا شکار ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں اور اس حلالہ کا شکار ہو چکنے کے بعد ان کے جذبات واحساسات اور ان کے بارے میں دوسرے متعلقین کے جذبات واحساسات کس حد تک قدر ومنزلت کے رہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ حلالہ پر اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔

''دوستو! خدارا غور کرو کس قدر آبروریز، کس قدر ستم خیز سین ہے کہ ایک ملعون سانڈ اس مطلقہ عورت کو لئے ہوئے گھر میں پڑا ہے باہر عورت کے ولی اولیاء اور اگلا خاوند اور اس کے اقرباء کھڑے ہیں وہ وہاں اپنی سیاہ کاری میں مشغول ہے اور لطف اندوز ہو رہا ہے یہ یہاں تڑپ رہے ہیں خون کے گھونٹ پی رہے ہیں منتظر ہیں کہ کب کام پورا ہو اور کب یہ حرام عورت حلال ہو توبہ توبہ یہ بے شرمی استغفراللہ یہ بے غیرتی؟ اسلام تو کیا واللہ دنیا کی تہذیب بھی اس سیہ کاری سے چکر کھا جاتی ہے واللہ اگر اسلام کا یہ مسئلہ ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ اسلام اللہ کا دین نہیں۔
(اعلام الموقعین اردو ایڈیشن ص:٧٧)

مروجہ حلالہ کی مذمت اور برائی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے ہم یہاں پر صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں۔

''عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له''[1]

---

[1] رواہ الترمذی وقال حسن صحیح ۱۸۶/۲۔ والحاکم فی الصحیح والنسائی ۹۲/۲ واحمد ۴۴۸/۱ والدارمی ۸۱/۲ وعبدالرزاق ۲۶۹/۶ والبیہقی ۲۰۸/۷ وابن ابی شیبہ ۲۹۵/۴

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے اور اس پر بھی جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔

حلالہ (یعنی طلاق دینے کے شرط کے ساتھ نکاح کرنا) نکاح فاسد ہے اس شرط کے ساتھ نہ نکاح ہوتا ہے نہ اس سے وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوتی ہے یہی قول ہے تمام صحابہ وتابعین کا اور ائمہ اربعہ میں امام مالک امام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ کا اور امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی وہ عورت حلالہ کے ذریعہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عمرؓ نے بغرض حلالہ نکاح و جماع کرنے والے مرد وعورت دونوں کو زانی قرار دیا (اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اس کا ارتکاب کرے گا میں اسے رجم کردوں گا)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں ادھار لیا ہوا سانڈ کون ہے؟ صحابہ کرام نے کہا ضرور بتلایئے فرمایا حلالہ کرنے والا شخص ہے اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس پر بھی جو حلالہ کرائے اس حدیث کو حاکم نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

حیض

﴿وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ہُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْہُنَّ حَتّٰی یَطْہُرْنَ فَاِذَا تَطَہَّرْنَ فَاْتُوْہُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ﴾
(البقرۃ:۲۲۲)

اور تم سے لوگ حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو وہ تو نجاست ہے اس لئے ایام حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اس راستے سے جاؤ (جماع کرو) جس کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے بے شک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے آپ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تمہیں دیکھا ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ایسا کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو عقل ودین میں ناقص ہونے کے باوجود میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقل مند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا عورتوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے دین اور ہماری عقل میں کمی کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا جی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس یہی ان کی عقل کا نقصان ہے پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے آپؐ نے فرمایا یہی اس کے دین کا نقص ہے'' (صحیح البخاری مع الفتح ۱/۴۰۵)

حیض: حیض عربی زبان میں کسی چیز کے بہنے اور اصطلاح شرع میں معلوم وقت میں بنا کسی سبب کے طبعی وفطری طور پر عورت کے رحم سے آنے والے خون کو کہتے ہیں۔

حکمت حیض: اللہ تعالیٰ نے اسے عورت کے پیٹ میں پلنے والے بچے کی خوراک کے لئے جاری کیا ہے۔

حیض کا وقت: عام طور سے بارہ سال سے ۵۰ سال کی عمر میں حیض آتا ہے آب وہوا خوراک اور صحت کے اعتبار سے ۱۲ سال سے پہلے بھی حیض آ سکتا ہے حیض کی کم سے کم مدت (کہ اس سے پہلے حیض نہیں آ سکتا) یا زیادہ سے زیادہ مدت (کہ اس کے بعد حیض نہیں آ سکتا) کی تعیین وتصریح صحیح نص میں موجود نہیں ہے۔

علامہ دارمی کہتے ہیں کہ جس عمر میں بھی خون آ جائے وہ حیض ہے۔[1]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ عورت جب بھی خون دیکھے تو وہ حیض ہے چاہے اسکی عمر ۹ سال سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

حیض کے دنوں میں خون کی تعیین: حیض کے دنوں کی تعداد کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے ابن مندہ اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ ایام حیض کی تعیین کسی نص میں نہیں ملتی قرآن وحدیث میں نصوص عام وارد ہوئے ہیں اور حکم وجود حیض یا انقطاع حیض پر لگایا گیا ہے دن کی تعیین نہیں کی گئی ہے

۱ المجموع شرح المہذب: النووی ۱/۳۸۶

اس لئے جس عورت کو جتنا حیض آتا ہے اسی کا ہمیشہ اعتبار کرے گی۔

حاملہ کا حیض:

(۱) عام طور پر حالت حمل میں حیض نہیں آتا ہے اور حیض کے رک جانے سے عورتوں کو حمل ٹھرنے کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) اگر حاملہ عورت کو ولادت سے چند دن قبل (۲-۳) دردزہ کے ساتھ خون آئے تو وہ نفاس ہے لیکن اگر ولادت سے زیادہ یا تھوڑا پہلے بنا درد کے خون آتا ہے تو آنے والا خون نفاس کا نہیں ہوگا۔

لیکن مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ یہ حیض ہوگا یا نہیں تو اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے صحیح رائے یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے حمل ٹھہرنے کے بعد بدستور حیض آیا کرتا تھا تو آنے والا خون حیض کا ہوگا ورنہ بیماری کا خون شمار کیا جائے گا حیض ماننے کی صورت میں حامل کا حیض ان تمام چیزوں سے مانع ہوگا جس سے غیر حامل کا حیض مانع ہوتا ہے البتہ دو مسئلے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) حالت حیض میں غیر حاملہ کو طلاق نہیں دیا جا سکتا لیکن اس حاملہ حائضہ کو طلاق دیا جا سکتا ہے۔

(۲) اس حاملہ حائضہ کی عدت وضع حمل ہے دیگر عورتوں کی طرح حیض کا اعتبار نہیں کرے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾[1] اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

احکام حیض: حیض کے احکام بہت زیادہ ہیں ہم یہاں ضرورت پڑنے والے چند مسئلوں کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

۱ الطلاق:۴

(۱) حائضہ عورت نماز نہیں پڑھ سکتی (بعد میں چھوڑے ہوئے نمازوں کی قضا نہیں)

(۲) روزہ نہیں رکھ سکتی (لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرے گی)

(۳) بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔

(۴) اس سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے۔

(۵) اس کا مسجد میں بیٹھنا حرام ہے۔

(۶) اس حالت میں ہم بستری ناجائز ہے۔

(۷) اس حالت میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

(۸) حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

(۹) طلاق کی عدت کا اعتبار حیض سے ہوگا اس لئے اگر کوئی آدمی مجامعت یا خلوت کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو حائضہ ہونے کی صورت میں حیض کی عدت گذارنا واجب ہوگی اگر حاملہ ہے تو بچہ جننا اس کی عدت ہے کمسن عمر رسیدہ (کہ حیض آنا بند ہو چکا ہے) اور وہ عورتیں جن کا رحم بذریعہ آپریشن نکالا جا چکا ہے (اور حیض نہیں آسکتا) اس کی عدت تین مہینہ ہے لیکن اگر خلوت و مجامعت سے پہلے عقد نکاح کے بعد طلاق دے تو اس کی کوئی عدت نہیں۔

حائضہ سے جماع کا حکم:

(۱) اگر بھول کر کرے تو کچھ نہیں۔

(۲) حلال سمجھ کر کرنے والا مرتد اور کافر ہے۔

(۳) حرمت کے اعتقاد کے باوجود جماع کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

(۴) لیکن اگر کوئی جہالت یعنی مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر حیض کی حالت میں جماع کرے تو عند اللہ معذور ہوگا اور اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا۔

استحاضہ

استحاضہ: استحاضہ یہ ایسا خون ہے جو عورت کو غیر فطری طور پر برابر آتا رہتا ہے (یا مہینے میں ایک یا دو دن کے لئے رک جاتا ہے)

تنبیہ: حیض کا خون رحم کی گہرائی سے آتا ہے لیکن استحاضہ کا خون رحم کے منھ سے عازل نامی ایک رگ سے آتا ہے[۱]

مستحاضہ کے حالات: جس عورت کو استحاضہ کا خون آتا ہے اس کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) دم استحاضہ کے آنے سے پہلے اسے معلوم اور معین دنوں میں حیض آتا رہا ہو تو یہ عورت اپنی پرانی عادت کے مطابق ایام حیض میں بیٹھی رہے گی اور اسکے لئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے حیض کے متعین دن گزر جانے کے بعد آنے والا خون استحاضہ کا ہوگا اور اسکے لئے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے مثال کے طور پر ایک عورت کو مہینے کے شروع میں کچھ دن حیض آتا تھا پھر اسے دم استحاضہ آنے لگا تو مہینے کے شروع چھ دن حیض کے ہوں گے (اور ان ایام میں ممنوعات حیض سے رک جائیگی) اس کے بعد آنے والا خون استحاضہ کا ہوگا اور یہ خون نماز روزہ اور دیگر عبادتوں سے مانع نہ ہوگا۔

(۲) استحاضہ آنے سے پہلے حیض کے معلوم اور معین دن نہ ہوں عورت کو پہلے پہل حیض آیا اور استحاضہ کا شکار ہو گئی تو ایسی عورت دم استحاضہ اور دم حیض میں

---

[۱] شرح مسلم: النووی ۲۰۴/۳

تمیز کرے گی حیض کا خون کالا گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے اگر ایسا خون ہے تو حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور روزہ نماز جماع وغیرہ سے رک جائے گی اور جب خون کا رنگ و بو بدل جائے تو آنے والا خون استحاضہ ہوگا اور یہ خون کسی بھی عبادت سے مانع نہ ہوگا مثال کے طور پر ایک عورت کو پہلے پہل حیض آیا اور مسلسل جاری رہا ۱۰ دن تک خون کالا رہا اس کے بعد بقیہ پورے مہینے سرخ خون آیا یا ۱۰ دن تک بدبودار خون آیا اس کے بعد پورے مہینے غیر بدبودار خون آیا یا دس دن تک گاڑھا خون آیا اور باقی ایام میں پتلا تو دس دن تک کالا گاڑھا اور بدبودار آنے والا خون حیض کا ہوگا اور بقیہ استحاضہ کا۔

(۳) عورت کے حیض کے ایام معلوم نہ ہوں اور نہ ہی حیض و استحاضہ میں تمیز ہو سکے جیسے کسی عورت کو پہلے پہل حیض آیا اور برابر ایک ہی طرح کا خون جاری رہا یا ایسے رنگ کا خون آیا جو حیض نہیں ہو سکتا تو ایسی صورت میں دیگر عورتوں کی عام عادت کے مطابق ۶ یا ۷ دن حیض کے شمار کرے گی اور ہر مہینے کے شروع میں ۶ یا ۷ دن حیض کے گذارے گی اور بقیہ دن آنے والا خون استحاضہ ہوگا مثال کے طور پر کسی عورت کو مہینے کے ۵ تاریخ کو حیض آیا اور مسلسل آتا رہا اور اس شکل میں جاری رہا کہ حیض و استحاضہ میں رنگ بو اور گاڑھا پن وغیرہ سے تمیز ممکن نہیں تو ایسی عورت کے مہینے ۵ تاریخ سے ۶ یا ۷ دن حیض کے ہوں گے اور بقیہ استحاضہ کے۔

استحاضہ کے احکام: مستحاضہ پاک عورتوں کے حکم میں ہے صرف دو مسئلے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) ہر نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت جحش کو حکم دیا تھا کہ ''ہر نماز کے لئے وضو کیا کرو''[۱]

(۲) وضو کرتے وقت خون وغیرہ دھل کر پٹی باندھ لے تاکہ خون کا آنا بند ہو جائے۔

---

۱ صحیح البخاری مع الفتح ۱/۳۳۲ سنن الترمذی ۱/۱۸ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

نفاس

ایسا خون ہے جو ولادت کی وجہ سے وضع حمل کے ساتھ یا اس سے دو دن پہلے یا اس کے بعد دردزہ کے ساتھ آیا ہے۔

نفاس کی کم سے کم مدت: نفاس کی کم سے کم مدت کی تعیین قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے اس لئے اس کا تعیین نہیں کیا جا سکتا۔

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت: اکثر علماء نفاس کی اکثر مدت چالیس دن مانتے ہیں چالیس دن کے بعد آنے والا خون بیماری کا ہوگا اور وہ عام طور پر استحاضہ کا خون ہوگا عورت اپنے آپ کو مستحاضہ سمجھے گی اور اسکے لئے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے البتہ بعض صورتوں میں اس خون کو حیض بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

نفاس کے احکام: نفاس کے تمام احکام حیض ہی کی طرح ہیں البتہ چند مسئلے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) عدّت کا اعتبار حیض سے ہوگا نفاس سے نہیں اس لئے اگر وضع حمل سے قبل کسی عورت کو طلاق دے دی جائے تو ولادت کے بعد فوراً عدت ختم ہو جائے گی نفاس کے ختم ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا لیکن اگر طلاق ولادت کے بعد دی جائے تو حیض کے آنے کا انتظار کرے گی۔

(۲) ایلا کی عدت کا حساب حیض سے ہوگا نفاس سے نہیں۔

(۳) بلوغت کا اعتبار حیض سے ہوگا نفاس سے نہیں۔

(۴) حیض کا خون اگر بند ہوکر دوبارہ آنے لگے تو بعد میں آنے والا خون حیض ہی ہوگا جیسے کسی عورت کو آٹھ دن حیض آتا ہے اسے چار دن حیض آ کر دو دن رک گیا پھر چھٹے اور ساتویں دن خون آنے لگا تو چھٹے اور ساتویں دن آنے والا خون حیض ہی ہوگا اور اس کے لئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے۔

لیکن اس کے برعکس نفاس کا خون اگر چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے اور پھر چالیسویں دن آنے لگے تو یہ خون مشکوک ہے اس لئے عورت ایسی حالت میں روزہ نماز کرے گی یہی حنبلی فقہاء کے یہاں مشہور ہے لیکن کچھ دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ دوبارہ آنے والا خون اگر اس مدت میں آیا ہے کہ نفاس کا خون ہوسکتا ہے تو اس کا شمار نفاس ہی میں ہوگا بصورت دیگر حیض ہوگا اگر برابر جاری رہتا ہے تو اس کا شمار استحاضہ میں ہوگا۔[1]

[1] ملخص از کتاب ''الدماء الطبیعیة للنساء'' (محمد صالح العثیمین حفظہ اللہ)

فیملی پلاننگ

اسلام قتل اولاد کا سخت مخالف ہے ایک خدا پرست کا عقیدہ یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی رزاقیت کے سامنے اضافۂ آبادی کوئی حیثیت و وقعت نہیں رکھتی وہ خدائے لم یزل جو صرف خالق کائنات ہی نہیں بلکہ ذرائع و وسائل کا بھی خالق ہے وہ نہ صرف مسبب الاسباب ہے بلکہ ہماری تمام ضروریات کا کفیل و ذمہ دار بھی ہے وہ دنیا کی ابتدائے آفرینش سے ہمارے مسائل و وسائل کے درمیان توازن و ہم آہنگی برقرار رکھے ہوئے ہے طاقت و توانائی کے نئے نئے سرچشمے ہماری نظروں کے سامنے ظہور پذیر ہو رہے ہیں آگے خزانۂ غیب میں ہمارے لئے کیا کیا پوشیدہ ہے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے آج کچھ لوگ بڑھتی ہوئی آبادی کو نوع انسانی کے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے یہ کہہ کر لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اگر آبادی کی شرح میں اسی برق رفتاری کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا تو آئندہ چند دنوں میں خوراک و رسد اور دیگر غذائی اجناس تو در کنار پانی اور ہوا کے ذخائر بھی ہماری ضروریات کے لئے ناکافی ثابت ہوں گے حالانکہ رزق کی کمی آبادی کی زیادتی سے نہیں گناہوں اور خالق کی نافرمانیوں کی زیادتی سے ہے قرآن حکیم کا حکم ہے۔

﴿لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾[۱]

اور اولاد کو بھوک کی ڈر سے مت قتل کرو۔[۲]

یہ مضحکہ خیز تصور اور یہ احمقانہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ خالق کائنات کی قدرت کاملہ اور اس کی حکمت بالغہ کا انکار کر کے ہر چیز کا مالک انسان خود اپنے آپ کو سمجھنے لگے اور انسان جو بھی احمقانہ اقدامات نہ کرے وہ کم ہے۔

اسلام ضبط تولید کا سخت مخالف ہے افزائش نسل کا شرعی مقصد فوت ہو جاتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”تزوجوا لودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامة“[۳]

محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں مجھے تمہاری کثرت کے سبب فخر وغلبہ حاصل ہوگا۔

غرضیکہ اسلام کے نزدیک اس کے عامل دوائیں دینے والے ڈاکٹر اطباء اس کی دوائیں تیار کرنے والے دوا ساز کمپنیاں، اس کے متعلق کتابیں لکھنے والے حضرات سب گنہ گار ہیں۔

ایک سیمینار کی تجاویز: دہلی میں بحث و تحقیق کے ایک مسلم ادارہ نے

---

۱ بنی اسرائیل: ۳۱

۲ ”وان تقتل ولدک خشیة ان یطعم معک“ الحدیث تم اپنے بچوں کو اس لئے ختم کردو کہ وہ تمہاری کمائی کھائے گا اس دور میں کتنے لوگ ہیں جو اپنی حاملہ عورت کا حمل مشین کے ذریعہ چیک کراتے ہیں اگر حمل کا بچہ نر کے بجائے مادہ ہوتا ہے تو اسے ختم کرا دیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

۳ ابوداؤد کتاب النکاح صحیح ابن حبان ج: ۱ ص: ۱۳۴

ہندوستان کے علماء کا ایک اجتماع ۱۹۸۸ء میں منعقد کیا تھا اس میں متعدد مسائل زیر بحث آئے تھے شرکاء سیمینار نے ضبط تولید سے متعلق درج ذیل تجاویز باتفاق رائے منظور کیں ان سے ہندوستان کے اکثر علماء کا نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے۔

۱............کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلہ کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

۲............بطور فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت وملازمت کی مشغولیتوں کے متاثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا کرنے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داریوں سے انکار وگریز کو شرع اسلامی کسی بھی حال میں قبول نہیں کر سکتی۔

۳............ جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصد تخلیق اور اس مقدس فریضہ کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں بننے کی حیثیت سے ان پر عائد کیا ہے۔ ان مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے۔

۴............ جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش رضاعت اور نشو ونما پر اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۵............ دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں سوائے ایک صورت کے وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ماہر وقابل اعتماد اطباء کی رائے میں اگلا بچہ

پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے کا یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہو تو اس صورت میں آپریشن کر دینا تا کہ استقرار حمل نہ ہو سکے جائز ہے۔

۶............عارضی منع حمل تدابیر وادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

۷............چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر و ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے مثلاً عورت بہت کمزور ہے ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو، ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں نا قابل برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔[1]

نلکی بچہ کی شرعی حیثیت: عراقی عالم احمد الحجبی الکروی نے اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے درج ذیل شرعی رکاوٹوں کی جانب اشارہ کیا ہے۔

۱............مصنوعی طور پر حمل کے استقرار میں مرد و عورت کی شرمگاہ کو غیر محرم اور ڈاکٹر کے سامنے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے جو قرآن وحدیث کی رو سے حرام ہے ستر یا شرمگاہ کو جن ہنگامی ضرورتوں میں کھولنے کی اجازت ہے ان میں مذکورہ عمل داخل نہیں۔

۲............مرد و عورت سے نطفہ اور بویضہ کے حصول کے لئے شہوت کو برانگیختہ کرنا ضروری ہے اور یہ غیر محرم کے سامنے جائز نہیں۔

۳............نطفہ یا بویضہ کے تبدیل ہو جانے کا اندیشہ ہے جس سے نسب کا اختلاط

[1] مصنف کے نام سیمینار کی رپورٹ بحوالۂ خاتون اسلام ص:۱۶۲

لازم آئے گا مسند ذریعہ کے طور پر اس کام کو جائز قرار دیا جائے گا۔

۴............مصنوعی حمل میں بچہ کی جسمانی اور اخلاقی حالت میں بنیادی تبدیلی کا احتمال ہے اگر معاشرہ میں اس طرح کے زیادہ افراد ہو جائیں گے تو امت کا کام خراب ہو جائے گا۔

۵............فطری طور پر پیدا ہونے والے لڑکوں کے مقابلہ میں نلکی کا بچہ خود کو کمتر محسوس کرے گا اور اسکا نسب بھی مشکوک سمجھا جائے گا پھر ضرورت ہوگی کہ اولاد کی دو قسم کیجائے ایک فطری طور پر پیدا ہونے والی دوسری جو مصنوعی طور پر پیدا ہوئی ہے۔

۶............مصنوعی تلقیح کا کوئی معقول سبب نظر نہیں آتا اگر انسان اس مسئلہ کو تقدیر کے حوالہ کر دے تو زیادہ باعث طمانیت ہوگا۔[1]

''مجلّہ فکر ونظر[2] اسلام آباد کے ایک شمارہ میں فضیلۃ الشیخ حضرت العلام مولانا عبد الغفار حسن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے نلکی بچہ کے شرعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے قرآن کریم کی تیرہ آیتیں ذکر کی ہیں پھر ہر آیت کے محل استدلال کو واضح کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مختلف مفاسد کی بنا پر نلکی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا''

''مجلّہ فکر ونظر'' کے ایک مقالہ نگار سید محمد حسن الزماں نے اپنے مقالہ میں نلکی بچہ سے متعلق شرعی و عقلی مسائل کا جائزہ لینے کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ۔

''مندرجہ بالا مباحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نلکی بچہ چاہے وہ میاں بیوی کے ہی مادۂ تولید سے قرار پایا ہو نا قابل قبول ہے پھر اس کا وجود مسلم

[1] احکام المرأۃ فی فقہ الاسلامی ص:۱۶۲

[2] فکر ونظر' اسلام آباد' اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۸ء ص:۹۵

معاشرے کے لئے لا ینحل مسائل کا حل ہے اس سے مفسدات کا دروازہ کھلتا ہے اسلام کے معاشرتی نظام میں نہ اس کی ضرورت ہے نہ گنجائش اسکا حل یہ ہے کہ اسلامی معاشرتی نظام اپنی صحیح روح کے ساتھ اپنایا جائے اور دوسرا یہ کہ اسلام کے عائلی قانون پر عمل کیا جائے چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نہ صرف یہ کہ مندرجہ ذیل دونوں نکات کی طرف حکومت کو توجہ دلائے بلکہ حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا جائے کہ پاکستان میں اس قسم کے کسی تجربہ کی اجازت نہ دی جائے اور قانون سازی اور سماجی اداروں کے تعاون سے اس کی روک تھام کی جائے نیز عالمی مسلم معاشرے کو اس سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ تجویز زیر غور لائی جاسکتی ہے کہ کونسل حکومت پاکستان کو اعتماد میں لے کر رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے ایک عالمی کانفرنس طلب کرے جس میں کیتھولک چرچ اینگلیکن چرچ اور جو مذہبی فرقہ بھی اس کے خلاف ہو اس کو شامل کیا جائے اور اس طرح اس عالمی پلیٹ فارم سے تمام ممالک اور خاص طور سے اقوام متحدہ کے متعلق اداروں سے اپیل کی جائے کہ وہ اس قسم کے تجربات کی ہمت شکنی کریں رحم مادر محترم ہے اسے نہ ڈاکٹر کی لیبارٹری بننے دیا جائے اور نہ کرائے کی انڈسٹری۔''[۱]

۱؎ مجلّہ فکر و نظر اسلام آباد۔ جولائی، ستمبر ۱۹۸۹ء ص: ۷۹

حقوق زوجین

اسلام نے معاشرتی نظام کو بڑی اہمیت دی ہے صحیح خطوط پر اگر معاشرہ کی تعمیر نہ ہوسکے تو اس کے افراد جسمانی وروحانی سکون سے ہمکنار نہیں ہوسکتے اور کسی معاشرہ کی صحیح ومتوازن تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد باہمی حقوق و فرائض کا پورالحاظ کریں۔

زندگی میں حقوق وفرائض کے دوررس اثرات کی وجہ سے اسلام نے میاں بیوی کے حقوق وفرائض کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور دونوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حقوق کے حصول کی بات سوچتے ہوئے اولاد معاشرہ اور پوری امت کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھیں ایسا نہ ہو کہ انسان اپنے حقوق کے حصول کی کوشش میں اولاد معاشرہ یا امت کے لئے نقصان کا باعث بن جائے۔

بیوی کے حقوق: عقد نکاح کے بعد بیوی کے درج ذیل حقوق شوہر پر عائد ہوتے ہیں۔

(۱) مادی حقوق

(الف)............مہر کی رقم یہ عورت کا مخصوص حق ہے اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس رقم سے گھریلو ساز وسامان خریدے کیونکہ گھر کو رہائش کی

تمام ضروریات سے آراستہ کرنے کی ذمہ داری شوہر کے اوپر عائد ہوتی ہے۔

(ب)............ضروری اخراجات کے لئے مرد کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ روزمرہ کے ضروری اخراجات کا بندوبست کرے کیونکہ عورت اولاد کی تربیت اور امور خانہ داری میں مصروف رہنے کی وجہ سے کسب معاش کے لئے کوئی کام نہیں کرسکتی۔

مرد پر اخراجات کی ذمہ داری اس وقت ضروری ہے جب تک عورت اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرتی رہے لیکن اگر وہ اس سلسلہ میں فرائض ادا نہ کرے تو پھر اس کا نفقہ ساقط ہوجائے گا البتہ اگر اپنی ذمہ داری دوبارہ ادا کرنے لگے تو نفقہ کی مستحق ہوجائے گی۔

(۲) معنوی حقوق

(الف)............ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر اس کے ساتھ مناسب برتاؤ کرے قرآن کریم کی آیت میں اس نوعیت کے حقوق کو بڑے جامع اور بلیغ انداز میں واضح فرمایا گیا ہے۔

﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[1]

جیسے عورتوں پر مرد کے حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ان پر دستور کے موافق حقوق ہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے۔حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں۔

''اکمل المومنین ایماناً احسنهم خلقاً وخیارکم خیارکم

---

[1] البقرۃ:۲۲۸

نسائهم ''۱

ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں۔

ایک روایت میں بیوی بچوں کے ساتھ لطف و محبت کو ایک ایسا وصف قرار دیا گیا ہے جس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔

'' انّ من اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاً و الطفهم باهلهٖ ''۲

اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ زیادہ لطف و محبت سے پیش آئے۔

حضرت عائشہؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

'' خیرکم خیرکم لاهله و انا خیرکم لاهلی ''۳

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو اور میں بھی اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہوں۔

اسلام نے عورتوں کے ساتھ سختی یا ان پر ظلم و زیادتی سے تاکید کے ساتھ روکا ہے اور ان کے ساتھ احسان و نرمی کا حکم دیا ہے ارشاد نبویؐ ہے۔

'' استوصوا بالنساء خیراً فانهن خلقن من ضلع و ان اعوج شیء فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته و ان ترکته لم یزل

۱ ترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا
۲ ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی استکمال الایمان
۳ ترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورواہ ابن ماجہ عن ابن عباس کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء

اعوج فاستوصوا بالنساء خیراً ''۱

عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت قبول کرو وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے اگر اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اسے اگر چھوڑ دو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔

اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے مابین ہر چیز میں انصاف ضروری ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

'' اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة و شقّه ساقط ''۲

اگر کسی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا بدن جھکا ہوگا۔

عمر بن احوصؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھے معاملے کو ضروری سمجھو وہ تمہاری محتاج ہیں جب تک ان سے کسی بےحیائی کا صدور نہ ہو ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو تمہارا ان پر اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کے ساتھ برائی نہ کریں اور کسی ناپسندیدہ شخص کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اور ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھا کھانا کھلاؤ اور اچھا کپڑا پہناؤ۔۳

۱ فتح الباری ج:۹ ص:۳۵۳
۲ ترمذی ۱۱۴۱ کتاب النکاح باب ماجاء فی التسویة
۳ ابن ماجہ ج:۱ ص:۵۹۴

ابوداؤد کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے۔

’’ان تطعمها اذا طعمت و تکسوها اذا کتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تَهجُرُ الا فی البیت ‘‘۱؎

جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ (غصہ سے بے قابو ہو کر) اس کے منہ پر مت مارو اور اس کو برا بھلا مت کہو (اس سے کنارہ کشی ضروری ہو جائے) تو گھر سے مت نکال دو بلکہ گھر ہی کے اندر اس سے علیحدہ رہو۔

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

’’اطعموهن مما تاکلون و اکسوهن مما تکسون ولا تضربوهن ولا تقبحوهنّ ‘‘۲؎

تم جو کھاؤ وہی ان کو بھی کھلاؤ جو پہنو وہی ان کو بھی پہناؤ مت مارو اور برا بھلا مت کہو۔

بعض اوقات آدمی گھر سے باہر تو حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتا پھرتا ہے لیکن بیوی کے ساتھ اس کا رویہ بہت غلط ہوتا ہے حالانکہ بیوی جو زندگی بھر کی ساتھی ہے اس کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے۔

اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے کہ مرد اپنی بیوی کے قانونی حقوق ہی نہ ادا کرے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرے بیوی کے ساتھ حسن سلوک ہر حال میں مطلوب ہے اگر ان کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ حرکت صادر ہو تو مرد کو صبر کرنا چاہئے بعض اوقات بیوی کی شکل وصورت ومزاج اور عادات آدمی کو ناپسند ہوتے ہیں اس کا اثر ان کے تعلقات پر بھی پڑتا ہے اس طرح

۱؎ ابوداؤد کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجها ۲؎ حوالہ مذکور ایضاً

کے مواقع پر آدمی کو بیوی کے اچھے پہلوؤں کو بھی دیکھنا چاہئے اس کی ایک بات ناپسندیدہ ہو تو دس باتیں قابل تعریف ہوسکتی ہیں اس لئے شرافت واخلاق ہی کا نہیں حکمت ودانائی کا بھی تقاضا یہ ہے کہ آدمی گھر کے وسیع مفادات کو سامنے رکھے اور تعلقات کو خراب نہ کرے بعض اوقات آدمی کو ایک چیز ناگوار ہوتی ہے لیکن اسی میں خیر کے بیشمار پہلو پوشیدہ ہوتے ہیں اس معاملہ میں اسلام نے جن اعلیٰ اور مثالی رویہ کی تلقین کی ہے۔ وہ دنیا میں شاید کسی اور جگہ نہیں ملے گی ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾۱؎

ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے زندگی بسر کرو اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ نے اسی میں بہت سی بھلائی رکھ دی ہو۔

(ب)...........شوہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس طرح بیوی کے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا انتظام کرتا ہے اسی طرح اسے اعزاء واقارب کے پاس ملاقات کے لئے بھی جانے دے اگر کوئی اس کے گھر بیمار ہو تو اس کی خبر گیری کا بھی موقع دے۔

(ج)...........بیوی کے حقوق میں اس کے جذبات کی رعایت اور رائے کا احترام بھی ہے۔ اگر کسی معاملہ میں اس کی رائے مفید ہو تو اس پر عمل ضروری ہے سیرت نبویؐ میں ہمیں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کی رائے پر عمل فرمایا تو اس سے مسلمان گناہ سے محفوظ رہے۔

۱؎ النساء:۱۹

(د)...........معنوی حقوق میں یہ بات بھی اہم ہے کہ شوہر بیوی کو اسلام کے ضروری عقائد وعبادات کی تعلیم دے اور شریعت کے احکام پر عمل کی تلقین کرے ۔سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۶ میں اللہ تعالیٰ نے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کی ایک صورت یہ بھی ہے ۔

(ہ)........... بیوی کے تدیّن اور عزت وآبرو کا خیال رکھنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے ایسی مجلسوں اور مقامات سے اسے دور رکھنا ضروری ہے جس سے عزت وآبرو پر حرف آنے کا اندیشہ ہو اور اسلامی احکام وآداب کی خلاف ورزی لازم آئے اسی طرح فطری طور پر بھی عورت کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا چاہئے جس میں اس کے تدین کا جذبہ پروان چڑھ سکے گھر میں صاف ستھرا دینی وثقافتی لٹریچر مہیا کیا جائے اور گندے ناولوں اور فحش افسانوں وغیرہ سے اسے محفوظ رکھا جائے فکری وعملی طور پر جب تک عورت کے اندر بلندی وپاکیزگی نہ پیدا ہوگی اس وقت وہ گھر کے ماحول کو صاف ستھرا اور پرسکون نہیں بنا سکتی اور نہ اس کی گود میں پلنے والی اولاد افکار واعمال کے لحاظ سے مثالی بن سکتی ہے ۔[1]

ایک واقعہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتیں اپنے شوہر کے معاملہ میں بدگمان واقع ہوئی ہیں اگر ان کا شوہر بازار چلا جائے اور کسی پڑوسی عورت کے لئے کوئی سودا وغیرہ لے آئے تو فوراً یہ بات لگا دے گی کہ تم فلانی عورت سے تعلق رکھتے ہو اور طرح طرح کی جلی کٹی سنائے گی ایسے موقع پر صبر سے کام لینا چاہئے ۔[2]

۱؎ خاتون اسلام ص:۱۶۶ ۲؎ منتخب کنز العمال ج:۱ص:۴۲۰، ۴۲۱

ایک بار جابر بن عبد اللہ حضرت عمرؓ کے پاس اپنی بیوی کی بدگمانی کی شکایت کرنے لگے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بھائی میرا حال تم سے مختلف نہیں ہے میری بیوی بھی اسی طرح کہتی ہے کہ جب تم بیت المال کا غلہ مختلف قبیلوں میں تقسیم کرنے جاتے ہو تو ان کی جوان عورتوں سے ضرور دیدہ بازی کرتے ہوگے تو بھائی عورتوں کی ایسی باتوں سے صرف نظر کرنا چاہئے ۔[1]

دوسرا واقعہ: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک صاحب اپنی بیوی کی زبان درازی کی شکایت لے کر پہونچے حضرت عمرؓ اپنے مکان کے اندر تھے اس لئے حضرت عمرؓ کو یا امیر المومنین کہہ کر پکارا آپ تک آواز پہونچ گئی لیکن حضرت عمرؓ فوراً اندر سے باہر نہ آسکے فریادی نے جو کان لگایا تو معلوم ہوا کہ ان کی بیوی حضرت عمرؓ پر بے تحاشا برس رہی ہیں اور حضرت عمرؓ یک دم خاموشی سے سنتے جارہے ہیں یہ منظر دیکھ کر وہ خاموشی سے پلٹنے لگے کہ جس کے پاس فریاد لے کر آیا وہ خود اس مصیبت میں مبتلا ہے اس کے پلٹتے ہی حضرت عمرؓ اندر سے باہر آگئے اور فریادی کو آواز دے کر بلایا پوچھا بھائی کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ امیر المومنین اپنی بیوی کی بدکلامی وزبان درازی کی شکایت کرنے حاضر ہوا تھا لیکن وہی کیفیت خود آپ کے گھر میں دیکھ کر مایوس ہوکر واپس جارہا ہوں فرمایا کہ میرے بھائی بیوی کے احسانات اس قدر ہوتے ہیں کہ آدمی کو ان کی وجہ سے اس کی تیز کلامی کو برداشت کرنا چاہئے اول وہ تو کھانا پکاتی ہے جو اس پر واجب نہیں شوہر کا بستر بچھاتی ہے جو

۱؎ منتخب کنز العمال ج:۱ص:۴۲۰، ۴۲۱

اس پر واجب نہیں آپ کے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں جو اس پر واجب نہیں، بچہ کا پیشاب پاخانہ اٹھاتی ہے جو اس پر واجب نہیں، اس اعتبار سے عورت آپ کی باورچی، ملازمہ دایہ، مہترانی تک ہو جاتی ہے ’’فاحتمل یا اخی ‘‘ پس بھائی ان خوبیوں کی وجہ سے بیوی کی زبان درازی برداشت کرلو۔[1]

خاوند کے حقوق: اسلامی معاشرت اپنا ایک تفصیلی نقشہ رکھتی ہے اس نقشہ میں مرد کو قوّام تسلیم کیا گیا ہے یعنی وہ عورت پر امر واقتدار کا حق رکھتا ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾[2] مرد عورتوں پر قوّام ہیں۔

۱.........اسلام نے جس طرح بیوی کے حقوق مقرر کئے ہیں اسی طرح شوہر کے حقوق ہیں ان کی ادائیگی ہر مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے بشرطیکہ احکام شریعت اور اللہ کی مرضی سے متصادم نہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد صالح بیوی دنیا کی سب سے بڑی بھلائی اور نعمت ہے صالح بیوی کی ایک صفت آپؐ نے یہ بیان فرمائی ہے۔

’’ان امرھا اطاعته ‘‘[3] اگر وہ حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔

۲.........ایک حدیث میں ہے

’’عن انسٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المرأة

[1] الزواجر ج:۲ ص:۴۱
[2] النساء:۳۴
[3] ابن ماجہ ابواب النکاح باب افضل النساء

اذا صلّت خمسها وصامتْ شهرها و احصنت فرجها و اطاعت بعلها فلتدخل من ایّ ابواب الجنة شاءت ‘‘[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پانچ وقت کی نماز کی پابند ہو رمضان کے روزے رکھے اپنی عصمت کی محافظ ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو پھر جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوسکتی ہے۔

اسلامی تعلیمات عبادت خالق اور خدمت مخلوق پر مشتمل ہیں دو فقروں میں عبادت خالق کے دو بنیادی مظاہر (نماز روزہ) بیان کئے گئے ہیں اور چوتھے فقرے میں خدمت خلق کی ایک ضروری شکل یعنی اطاعت شوہر کی تاکید کی گئی ہے ایک عورت کی اجتماعی زندگی میں شوہر کی خدمت واطاعت ایک اہم حیثیت رکھتی ہے ان دونوں کے درمیان تیسرے جملے کے ذریعے عفت و پاکدامنی پر ابھارا گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ تو عبادت خالق میں لطف آسکتا ہے اور نہ ہی اطاعت شوہر کا حق ادا ہوسکتا ہے۔

۳.........ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ نیک عورتوں کی کیا صفات ہوتی ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔

’’التی تسره اذا نظر و تطیعه اذا امر و لا تخالفه فی نفسها و مالها و بما یکره ‘‘[2]

وہ جو شوہر کو خوش کردے جب وہ اس کو دیکھے اور اس کی بات مانے جب وہ حکم دے اور اپنے نفس اور مال میں کسی ایسی حرکت سے اس کی مخالفت نہ کرے

[1] مسند احمد ج:۱ ص:۱۹۱ مشکوۃ:۲۸۱/۲
[2] نسائی کتاب النکاح باب ای النساء خیر - مستدرک حاکم ج:۲ ص:۱۶۱ واللفظ للاول

جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

۴............حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

’’ما استفاد المؤمِنُ بعد تقوی الله خیراً له من زوجة صالحة ان امرها اطاعته و ان نظر الیها سرّته و ان اقسم علیها ابرّته و ان غاب عنها نصحته فی نفسها و ما لهٖ ‘‘[1]

اللہ کے تقویٰ کے بعد ایک مومن جن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے ان میں صالح بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں ایسی بیوی کہ اسے حکم دے تو اطاعت کرے دیکھے تو مسرت بھر دے کوئی بات قسم دے کر کہے تو اسے پوری کرے اور اس کی غیر موجودگی میں اپنے نفس اور اس کے مال میں خیر خواہی کا رویہ اختیار کرے۔

۵............حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

’’الدنیا متَاعٌ و خیر متاعها المرأة الصالحة‘‘[2]

یہ دنیا زندگی گزارنے کا سامان ہے اس کا بہترین سامان صالح عورت ہے۔

۶............حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی جمع کرنے سے تو منع فرما دیا ہے پھر ہم کس قسم کا مال اپنے پاس رکھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔

’’لیتخذ احدکم قلباً شاکراً و لساناً ذاکراً و زوجة مؤمنة تعین احدکم علیٰ امر الاخرة‘‘[3]

تم میں سے ہر کسی کو شکر گزار دل، اللہ کو یاد کرنے والی زبان اور مومن بیوی

---

[1] ابن ماجہ کتاب النکاح باب افضل النساء
[2] صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیة بالنساء۔ ابن ماجہ کتاب النکاح باب افضل النساء
[3] حوالہ سابق

جو آخرت کے کاموں میں اس کی مدد کرے اپنے پاس رکھنا چاہئے یہی سب سے بڑی دولت ہے۔

۷............ایک حدیث میں وارد ہے کہ بیوی کے لئے شوہر کی فرماں برداری کا اجر جہاد فی سبیل اللہ کے اجر کی مانند ہے۔[1]

۸............ایک حدیث میں مذکور ہے کہ عورت اگر اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔[2]

۹............حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت پر کس کا حق زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا شوہر کا پھر انہوں نے پوچھا کہ مرد پر کس کا حق زیادہ ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ماں کا۔

۱۰............شوہر کے احساس وشعور کی نگہداشت رکھے یعنی گھر کے اندر شوہر کا کسی ایسی چیز سے سابقہ نہ پڑنے دے جو اس کو ناپسند ہو آدمی گھر سے باہر کام کاج میں مصروف رہتا ہے تو بہت سی ناخوشگوار چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں گھر پہونچنے کے بعد اگر اس کو ذہنی وجسمانی سکون نہ حاصل ہو تو اس کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینا مشکل ہو جائے گا۔

۱۱............شوہر کے دین اور اس کے عزت وآبرو کا تحفظ کرے یعنی گھر میں اور گھر سے باہر پردہ کا خیال رکھے اور نامحرم مردوں کا سامنا نہ کرے ان کے لئے زیب وزینت کا اظہار کر کے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے نہ گھر میں کسی کو

---

[1] کشف الاستارج:۲ص:۱۸۱
[2] ابن ماجہ ج:۱ص:۵۹۵

داخل ہونے کی اجازت دے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔

’’ لا یحل لامرأۃ تومن باللہ و الیوم الاٰخر ان تاذن فی بیت زوجھا و ھو کارہ و لا تخرج وھو کارہ و لا تطیع فیہ احداً و لا تخش بصدرہ و لا تضربہ ‘‘[1]

جوعورت اللہ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہےاس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جسے وہ ناپسند کرتا ہواور وہ گھر سے نکلے ایسی صورت میں جب کہ اس کا نکلنا شوہر کو ناگوار ہواور اسے چاہئے کہ شوہر کے معاملہ میں کسی کی اطاعت نہ کرے اوراس کے آنے پر خشونت نہ اختیار کرےاور نہ اس کو مارے پیٹے۔

یعنی عورت اگر نگاہ پست رکھے اور عفت و پاکیزگی کو اختیار کرے تو اس سے شوہر کی نظر میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی مستحق ہوگی ایسی عورت سے شوہر کو اسلامی احکام پرعمل کرنے میں تعاون حاصل ہوگا اور اپنی عزت وآبرو کے سلسلہ میں وہ مامون رہے گا۔شوہر جن لوگوں کو اپنے گھر میں دیکھنا نہیں چاہتا بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں اپنے قریب بھی پھٹکنے نہ دے،ایک شوہر سب کچھ برداشت کرسکتا ہےلیکن اس معاملہ میں ذرا بھی لچک اسے گوارا نہیں ہوسکتا،شوہر کی غیر موجودگی میں چونکہ وہ گھر کی ذمہ دار اورنگراں ہےاس لئے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھائے۔

۱۲............ذاتی معاشرتی زندگی میں شوہر کی رضامندی اور پسند کا خیال رکھے جن کاموں کو وہ انجام دینا چاہے ہے یا جن لوگوں سے ملنا جلنا پسند کرتا ہے اس میں رکاوٹ

[1] مستدرک حاکم ج:۴ص:۱۹۰

نہ پیدا کرے کسی ایسی معیار زندگی کا شوہر سے مطالبہ نہ کرے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اس سے مرد کے جذبہ کوٹھیس لگنے اور غلط طور پر مال حاصل کرنے کی کوشش میں پڑنے کا اندیشہ ہے ایک باایمان بیوی کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ شوہر کو ہمیشہ رزق حلال کی تلقین کرے۔

ہمارے اسلاف کی بیویاں شوہروں سے صاف طور پر کہتی تھیں کہ حرام روزی سے ہمیں بچانا ہم فقر وفاقہ کی شدت کو برداشت کرسکتے ہیں لیکن جہنم کی آگ برداشت کرنا مشکل ہے۔

۱۳............گھر کے انتظام کو پوری طرح سنبھالے،صفائی ستھرائی کا خیال رکھے اور ضروری کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دے حضرت فاطمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم طلب کیا تھا تو آپ نے انہیں تکبیر وتسبیح کی تلقین فرمائی اس سے امت کی خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ خادم کی استطاعت نہ ہو تو عورت کے لئے گھر کا کام کاج کرنا بہتر ہے۔

۱۴............شوہر کے مال ومتاع کا پورا تحفظ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہ دے بلا اجازت شوہر کا مال خرچ کرنے میں اندیشہ ہے کہ شوہر کو غلط فہمی پیدا ہوجائے اور وہ بیوی کو غیر مخلص سمجھ کر اس سے متنفر ہوجائے حدیث میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ’’ **اَلمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا** ‘‘عورت اپنے شوہر کے گھر اور بال بچوں کی نگراں ہے۔اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔

یعنی عورت کا اپنا ایک مقام ہے اور اس کی جہد و مساعی کا ایک مخصوص میدان ہے وہ معاشرہ کا ایک ضروری حصہ ہے اور اپنے دائرہ کار میں اسے نگراں اور محافظ بنایا گیا ہے گھر میں موجود مال و دولت کی حفاظت و نگرانی اس کی ذمہ داری ہے اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل چونکہ وہ وہیں سے کرتی ہے اس لئے ہر حیثیت سے محفوظ رکھنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اسلام نے یہاں تک اسے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی بخیل شوہر اس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتا تو بقدر ضرورت وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی اس کے گھر سے لے سکتی ہے گھر بگاڑنے یا اس میں موجود مال و دولت کو برباد کرنے کی اجازت اسے نہیں اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اللہ کے یہاں جواب دِہ ہوگی۔

۱۵............اگر شوہر گھر پر رہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے بخاری شریف کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا جائز نہیں اور نہ اس کی مرضی کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینا چاہئے۔[1]

۱۶............شوہر کی رضامندی کا خیال رکھے گھر کا ماحول ایسا بنائے کہ جب وہ گھر میں داخل ہو تو اس کی طبیعت مکدر نہ ہو خندہ پیشانی سے استقبال کرے کام کاج کی محنت و مشقت کا شکوہ نہ کرے اور اپنا لباس اور شکل و صورت ایسی نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو۔

۱۷............شوہر کے والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ احترام اور نرمی کا برتاؤ

۱؎ فتح الباری ج:۹ص:۲۹۵

کرے اور جائز کاموں میں ان کا کہا مانے اسلام نے عام لوگوں کے ساتھ نرمی و مروت کی تاکید کی ہے جو لوگ شوہر کے قریبی عزیز ہیں ان کے ساتھ مناسب برتاؤ اور زیادہ ضروری ہے۔

۱۸............شوہر کے ساتھ غصہ یا بلند آواز سے بات نہ کرے اپنے حسن و جمال اور خاندان وقبیلہ کی عزت ورسوخ کا تذکرہ فخریہ انداز سے نہ کرے اس سے کبھی شوہر کو تکلیف ہوسکتی ہے۔

۱۹............شوہر سے کبھی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔

۲۰............اولاد کی بہترین تربیت کرے شوہر کے بچے خود اس کے بچے ہیں ممکن ہے دوسرے محل سے بھی بچے شوہر کے ہوں دونوں کی نگراں عورت بتائی گئی ہے اور دونوں کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری ہے بچوں کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے۔ بچپن میں جو عادات سیکھیں گے ان کا نقش تاحیات باقی رہے گا اچھی باتیں سکھانا بری عادت سے نفرت دلانا اور دوسروں کی عزت کرنا وغیرہ سکھانا ماں کی ذمہ داری ہے شفقت و محبت کا جو جذبہ ایک ماں کے سینے میں موجزن ہے اس کی نظیر تلاش نہیں کی جاسکتی اگر ماں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرتی ہے تو اس کی خدمت پر نہ صرف وہ آخرت میں اجر وثواب کی مستحق قرار پائے گی بلکہ دنیا میں اسے سکون وطمانیت نصیب ہوگی شوہر کی الفت و محبت میں اضافہ ممکن ہی اسی وقت ہوگا جب وہ اپنے گھر کے ماحول کو صاف ستھرا دیکھے گا سلیقہ شعار بیوی شوہر کی نہ صرف مزاج آشنا ہوتی ہے بلکہ اپنی ہوشمندی سے نازک لمحات میں شوہر کو صحیح مشورہ بھی دیتی ہے۔

۲۱............ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تم شوہر والی ہو اس نے کہا جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیف انت لہ" تو اپنے شوہر کے معاملہ میں کیا رویہ رکھتی ہے عورت نے جواب دیا کہ حتی الامکان شوہر کی اطاعت گزاری میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی ہوں آپؐ نے فرمایا کہ ہاں شوہر کی اطاعت کا خوب خیال رکھنا "فانما هو جنّتكِ ونارُك" شوہر ہی تیرے لئے جنت یا دوزخ کا باعث ہے۔[۱]

یعنی اگر شوہر کی تابعداری کر کے اس کو راضی رکھے گی تو تیرے لئے جنت کا دروازہ کھلا ہوگا اور اگر شوہر تجھ سے ناراض رہا تو دوزخ تیرا ٹھکانا ہوگا۔

۲۲............عورت کو شوہر کی ناشکری نہیں کرنی چاہئے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں جہنم کی سیر کرتے ہوئے دیکھا کہ جہنم میں عورتیں زیادہ ہیں پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا بڑا سبب شوہر کی ناشکری ہے۔ شوہر ہزار احسان وسلوک کرتا رہے لیکن اگر کوئی ایک بات بھی خلاف مزاج پڑ گئی تو عورت صاف کہہ دیتی ہے۔

"ما رأيت خيرا منک قط"[۲]

میں نے زندگی بھر تم سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی

"لا ينظر الله الىٰ امرأة لا تشكر لزوجها"

---

[۱] مسند احمد ج:۴ص:۳۴۱

[۲] منتخب کنز العمال ج:۶ ص:۴۳۴

اللہ تعالیٰ اس عورت کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا جو شوہر کی نافرمانی و ناشکری کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

"اثنان لا تجوز صلاتهما رؤسهما عبدٌ ابقٌ من مواليه حتى يرجع و امرأةٌ عصت زوجها حتى ترجع"[۱]

دو طرح کے افراد کی نماز ان کے سروں سے اوپر نہیں جاتی (یعنی بارگاہ الٰہی تک اس کی رسائی نہیں ہوتی) وہ غلام جو اپنے آقا سے فرار ہو گیا ہو جب تک کہ وہ لوٹ نہ آئے اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تا آنکہ وہ اس سے رجوع نہ کر لے۔

حُسن معاشرت کا ایک تازہ واقعہ:

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ نے ہفتہ وار "صدق جدید"[۲] کے شذرات میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی بیگم کا ایک واقعہ لکھا ہے۔

"ایک دن کوئی خاتون زلیخا بیگم سے ملنے گئیں تو خلاف عادت دس پندرہ منٹ بعد مسکراتی ہوئی آئیں اور معانقہ کرتے ہوئے کہا کہ معاف کیجئے گا بہن آپ کو اتنی دیر تک میرا انتظار کرنا پڑا میں مولانا کو کھانا کھلا رہی تھی وہی خاتون بیان کرتی ہیں کہ ایک دن جب صبح آپ کے پاس گئی تو بیگم آزاد کے نرگسی آنکھوں میں سرخ ڈورے دیکھ کر میں نے مسکرا کر پوچھا کہ کیا رَت جگا ہوا ہے بھاوج؟ آنکھیں کیوں خمار و نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں وہ ہنس کر بولیں کہ آپ کی عادت تو بس بنانے کی ہے آج کل مولانا تفسیر لکھ رہے ہیں رات کے دو بجے کے بعد اٹھ بیٹھتے ہیں جتنی دیر وہ لکھتے ہیں میں پنکھا جھلتی رہتی ہوں موسم بہت گرم ہے حبس ہی رہتا

---

[۱] الترغیب والترہیب ج:۳ص:۳۴۲

[۲] صدق جدید بحوالہ حقوق و معاملات ص:۲۰۷

ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جاگیں اور محنت کرتے رہیں اور میں آرام سے سوتی رہوں''

اس پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں۔

''اللہ اللہ اتنے بڑے پبلک لیڈر کی بیوی کے لئے اس بیسویں صدی میں پردہ نشین ہونا ہی بڑی بات ہے چہ جائیکہ اگلی جنتی بیویوں کی طرح شوہر کو کھانا بھی کھلائیں اور ان کو پنکھا بھی جھلیں اور شوہر کے آرام وراحت رسانی میں راتوں کو اپنی نیند بھی خراب کریں''

شوہر اور والدین کے حقوق کے مابین تطبیق: بعض اوقات ایسی صورتحال پیدا ہوجاتی ہے کہ ایک عورت کے لئے شوہر اور والدین دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں دشواری پیدا ہوجاتی ہے اس سلسلہ میں سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد صالح العثیمین کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

''بیوی پر اس کے شوہر کا حق اس کے والدین کے حق سے بڑا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی انسان کو میں کسی انسان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو شوہر کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا''

لہذا عورت کا فرض ہے کہ وہ والدین سے زیادہ شوہر کی رعایت کرے مگر ان کی نافرمانی سے حتی الامکان گریز کرے ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے مثلاً اگر کسی عورت کی ماں اسے شوہر کے ساتھ مذاق کا حکم دے یا کسی چیز کے مطالبہ پر اکسائے تو ایسی صورت میں ماں کی اطاعت ضروری نہیں اسی طرح اگر شوہر کی ماں مطالبہ کرے کہ بیوی کو طلاق دے دے تو اگر بیوی کے دین واخلاق میں خرابی نہ ہو تو اسکی بات مان کر طلاق دینا صحیح نہیں لیکن اگر والدین بیوی کی کسی دینی خرابی

کے باعث طلاق کا مطالبہ کریں تو مناسب ہے کہ شوہر ان کی بات مان کر طلاق دے دے بشرطیکہ اس خرابی کی اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو لیکن اگر اصلاح کی امید ہو تو پہلے اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ مرد کو شریعت نے عورت کی تادیب واصلاح کا حق دیا ہے۔[۱]

خاوند کی اطاعت کا دائرہ: بیوی کن امور میں شوہر کی اطاعت کی پابند ہے اس سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے مشہور محدث علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''چونکہ حتی المقدور بیوی پر شوہر کی اطاعت فرض ہے اس لئے اس کو گھریلو امور کی انجام دہی اور اولاد کی تربیت کا ذمہ دار مانا جاتا ہے۔

علماء نے اس مسئلہ میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

گھریلو امور مثلاً بستر بچھانے کھانا پانی دینے آٹا پیسنے اور جانوروں کو چارہ دینے اور اس طرح کے دوسرے کام کرنے کی ذمہ داری عورتوں پر ڈالنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس طرح کے کام کی ذمہ داری بیوی پر نہیں ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ سب کام عورتوں کو کرنا ضروری ہے کیونکہ شوہر کو بیوی کا سردار اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں خیال یہ ہے کہ عورت پر شوہر کی اطاعت وخدمت کی جو

۱؎ المسلمون شمارہ ۱۳ فروری ۱۹۸۷ء ص:۱

ذمہ داری شریعت کی طرف سے عائد کی گئی ہے اس میں مذکور کام داخل ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ شوہر بیوی کے نان ونفقہ اور لباس ومکان کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں بیوی کو اسکی خدمت کرنا ضروری ہے عقل ونقل دونوں سے اس کی تائید ہوتی ہے اور اگر مرد کو گھریلو کام کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا تو پھر رزق ومعاش کے حصول کے لئے اسے تگ ودو کا موقع کب ملے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ نے گھریلو کام کی زیادتی اور اپنی پریشانی کا تذکرہ کر کے ایک خادم طلب کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم مہیا کرنے کے بجائے انہیں تسبیح ,تحمید اور تکبیر کی تعلیم دی اور فرمایا کہ یہ عمل خادم سے بہتر ہوگا اگر بیوی پر گھریلو کام کی انجام دہی ضروری نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حضرت علیؓ سے یہ فرماتے کہ گھریلو امور کی ذمہ داری تم پر ہے لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہر باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکے ہاں اگر شوہر کے پاس وقت ہو تو گھریلو امور میں بیوی کا ہاتھ بٹا سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا ثابت ہے۔[1]

عورت اور منصب امامت: اسلام عورت کو ملت کی قیادت اور رہنمائی کی اہل نہیں سمجھتا کیونکہ قیادت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اس میں نہیں ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ طَاعَتِ النِّسَآءَ''[2]

---

[1] آداب الزفاف ص:۱۸۰

[2] مستدرک حاکم ج:۴ص:۲۹۱

مرد ہلاک ہوئے جب وہ عورت کی اطاعت کرنے لگے۔

ایک دوسرا فرمان جو اس سے زیادہ پُر زور ہے

''لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْ أمرهُمْ امرأةٍ''[1] وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنی زمام اقتدار عورت کے حوالے کردی ہو۔

اس حدیث کی شرح میں امام شوکانیؒ فرماتے ہیں۔

''فيه دليلٌ علىٰ ان المرأة ليست من اهل الولايات و لا يحل لقوم توليتها لان تجنبَّ الامر الموجب لعدم الفلاح واجبٌ''[2]

اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ عورت سرپرستی اور حکومت کی اہل نہیں ہے اور کسی قوم کے لئے اس کو سرپرست مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ عدم فلاح و خسران کو لازم کرنے والے فعل سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ بھی نہیں ہے کہ اس میں دو رائیں ہوں اور ہمارے لئے کسی رائے کے اختیار کرنے کی آزادی ہو بلکہ امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ امت کا یہ اتفاق عورت سے کسی دشمنی یا حقارت ونفرت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس کی فطری کمزوریوں ہی کے باعث انہوں نے اس کو بار گراں کے قابل نہیں سمجھا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر، ترمذی ابواب الفتن، النسائی کتاب آداب القضاۃ باب النہی عن استعمال النساء فی الحکم ۸/۲۲۷

[2] نیل الاوطار ج:۹ص:۱۶۱

خدمت حدیث میں خواتین اسلام کا حصہ

اگر ہم کتب اسماء الرجال کی ورق گردانی کریں تو ہمیں صحابیات، تابعیات اور مختلف ادوار کی روایات کی ایک طویل فہرست دستیاب ہوسکتی ہے جنہوں نے حفاظت حدیث کے تعلق سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب وملت میں نہیں مل سکتی فن حدیث ہی کیا شریعت سے مس کرتا ہوا کوئی بھی فن ہو اس میں خواتین اسلام کی کارکردگی نمایاں نظر آتی ہے فن تفسیر ہو یا حدیث وفقہ ہو یا اصول، ادب ہو یا بلاغت سارے کے سارے فنون کی عورتوں نے جان توڑ خدمت کی اگر صحابیات وتابعیات روایت حدیث میں پیچھے رہتیں تو آج اسلامی دنیا مسائل نسواں کی جانکاری اور اسکی معرفت سے محروم رہتی نکاح و طلاق کے مسائل ہوں یا جماع ومباشرت کے، ازواجی زندگی کا کوئی الجھا ہوا پہلو ہو یا خانگی مشکلات اگر اس قسم کے الجھے اور پُر پیچ مسائل کا حل ہمیں ملتا ہے تو صحابیات کی مرویات میں۔

صحابیات: ویسے تو صحابیات کی مجموعی تعداد علامہ ابن حجر کی احصاء کے مطابق (۱۵۴۵) ہے لیکن جنہوں نے روایت حدیث کے ذریعہ حفاظت حدیث کا بیڑہ اٹھایا ان کی کل تعداد (۱۲۵) ہے علامہ ابن حزم اپنی کتاب ''اسماء الصحابة الرواة و ما لكل واحد من العدد'' کے اندر کم وبیش (۱۲۵) صحابیات کا

تذکرہ کیا ہے جن سے روایات مروی ہیں اور ان کے اعداد وشمار کے مطابق صحابیات سے مروی احادیث کی کل تعداد (۴۵۶۰) ہیں جن میں سے سب سے زیادہ (۲۲۱۰) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں ان کے علاوہ دیگر امہات المومنین میں حضرت ام سلمہؓ سب سے آگے ہیں ان سے (۳۷۸) حدیثیں مروی ہیں حضرت میمونہؓ سے (۷۶) حضرت ام حبیبہؓ سے (۶۵) حضرت حفصہؓ سے (۶۰) حضرت زینب بنت جحشؓ سے (۱۱) نیز حضرت صفیہؓ سے بھی (۱۱) حدیثیں مروی ہیں حضرت جویریہؓ سے (۷) حضرت سودہؓ سے (۵) حضرت خدیجہؓ سے ایک حدیث مروی ہے مزید برآں آپ کے پاس دو لونڈیاں تھیں حضرت میمونہؓ اور ماریہ قبطیہ ان دونوں سے دو دو حدیثیں مروی ہیں۔

امہات المومنین میں بعض فقہی مسائل اور روایت حدیث میں مرجع خلائق تھیں صحابہ اور تابعین ان سے خوب خوب مستفید ہوئے مسجد نبوی کا وہ ستون اب تک بطور گواہ باقی ہے جہاں سے حضرت عائشہؓ فتوے اور درس دیا کرتی تھیں یہی نہیں بلکہ آپ نے تو روایت حدیث کے تعلق سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لغزشوں کی بھی نشاندہی فرمائی علامہ سیوطی اور زرکشی دونوں کے دونوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھ رکھی ہے جس کا نام ''الاصابة فيما استدركته عائشة على الصحابة''

امہات المومنین کے علاوہ حضرت اسماءؓ بنت یزید سے (۸۱) اسماءؓ بنت عمیس سے (۶۰) اسماءؓ بنت ابی بکر سے (۵۸) ام ہانیؓ سے (۴۷) ام عطیہؓ سے

(۴۰) فاطمہؓ بنت قیس سے (۳۴) ام الفضلؓ بنت الحارث سے (۳۰) ام قیسؓ بنت محض سے (۲۴) الربیعؓ بنت معوذ سے (۲۱) فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۱۸) خولہؓ بنت حکیم سے (۱۵) ام سلیمؓ سے (۱۴) الشفاء بنت عبد اللہ اور شبیعہ الاسلمی سے بارہ بارہ ضباعۃ بنت زبیر اور بسرۃ بنت صفوان سے گیارہ گیارہ ام ہشام بنت حارثہ ام مبشر، ام کلثوم، ام کرز اور ام معقل سے دس دس ام الحصین، خولہ بنت قیس زینب امرأۃ مسعود، فریعہ بنت مالک خنساء بنت حزام اور امیمہ بنت رقیقہ سے آٹھ آٹھ ام خالد ام حرام بنت ملحان اور زینب بنت ام سلمہ سے سات سات ام جندب، ام العلاء سے چھ چھ ام بجید سے (۵) ام حبیبہ، ام لیلےٰ، ام المنذر، ام کروم اور زرینہ ام علیلہ سے چار چار ام ایوب، امّ جمیل، امّ فروہ الصمأ بنت بسر، فاطمہ بنت ابی جیش، ام سعد، انیسہ، سلامۃ، درۃ بنت ابی لہب اور میمونہ بنت سعد سے تین تین ام طارق خولہ بنت الشاعر، ام عمارۃ سہلہ بنت سہیل ام عبد اللہ بنت اوس، ام الحکم، ام بشر بنت البراء بن معرور عائشہ بنت قدامہ، ام ورقہ، ام عبد الرحمٰن بنت طارق السوداء بنت عاصم، قدامہ بنت وہب ام معبد اور امیمہ سے دو دو حدیثیں مروی ہیں ان کے علاوہ (۴۷) صحابیات ایسی ہیں جن سے ایک ایک حدیث مروی ہیں ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

جمیلہ بنت ابی بن سلول، ام شریک، ام کبشہ، ام مالک البھزیۃ، کبشہ بقیرۃ امراءۃ القعقاع، جمرہ بنت عبد اللہ خولہ بنت الصامت، ام عثمان بنت سفیان ام نصر، الشموس بنت النعمان سلامہ بنت معقل، بسری بنت النیہان، لیلی بنت فائق بروع بنت واشق، ام سنبلہ، سلمہ، بریرۃ کنیز عائشہ خیرہ امراءۃ کعب بن مالک، ام

جمیلہ، ام اسحاق، ندیہ، حبیبہ بنت ابی سفیان، عزہ بنت خابل، ام سعد خالدہ بنت انس ام ہلال بنت ہلال ام خالد بنت الاسود ام الحجاج ام ہانی الانصاریہ ام رومان، ام حمید قتیلہ بنت عبد العزی، حواء ام الطفیل امراءۃ ابی بن کعب ام فروۃ حمنہ بنت جحش رقیقہ، امامہ بنت حمزہ ام طارق اور ام عامر رضی اللہ عنہن۔

مسانید صحابیات: صحابیات کی کثرت روایت اور ان کی خدمت حدیث کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔

> ''ام احمد بن حنبلؒ نے ۱۴۰ صحابیات کی مسانید جمع کی ہیں جن کی مجموعی ضخامت ۴۲۴ صفحات ہیں ان میں کئی ہزار حدیثیں ہیں حافظ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں ۳۹۸ صحابیات کا تذکرہ لکھا ہے اسی طرح اسد الغابۃ اور اصابہ میں ۵۰۰ سے زائد صحابیات کے تراجم موجود ہیں اور مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ہوں گی جن سے کوئی روایت نہ موجود ہو تہذیب میں ۳۳۳ عورتوں کا تذکرہ ہے جن میں سے بیشتر صحابیات ہیں مگر ان تمام صحابیات کی روایتیں جمع کی جائیں تو ان کی مسانید کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی''

صحابیات کی طرح تابعیات و تبع تابعیات نے بھی حدیث کی حفاظت میں بڑی دلجمعی کے ساتھ میدان میں آئیں اور صحابیات کے نقش قدم پر روایت اور تحمل حدیث میں جان توڑ کوشش کی اور صاحب شریعت کی پیاری پیاری باتیں دنیا کو پہونچائیں۔ علامہ ابن حجر کے مطابق ۱۲۱ تابعیہ اور ۲۶ تبع تابعیات ہیں جنہوں نے روایت حدیث کا بیڑہ اٹھایا خیر القرون کے مبارک تذکرہ کے بعد جب ہم متاخرین کے مختلف ادوار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں محدثین اور رواۃ کے ہمراہ

روایات اور محدثات کی ایک طویل فہرست دستیاب ہوتی ہے جنہوں نے حفاظت حدیث کی ذمہ داری اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائیں چنانچہ چوتھی صدی ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری تک بے شمار محدثات اور روایات اپنے اپنے دور میں خدمت حدیث کا مبارک کام انجام دیا خدمات کی نوعیت الگ الگ اور مختلف ہے کوئی اپنے زمانہ کی شیخة الحدیث تھی تو کسی کا گھر درس حدیث کا مرکز تھا کسی نے حدیث کی تلاش وجستجو میں محرم کے ساتھ اپنے گھر کو خیرآباد کہا تو کسی نے محدثین کی ایک بڑی جماعت کو روایت حدیث کی اجازت دی کوئی حدیث کی مخصوص کتاب کی روایت کرتی ہے تو کسی نے درس دیا کتب ستہ اور دیگر کتب حدیث میں سینکڑوں حدیثیں ایسی ہیں جو کسی محدثہ یا راویہ کے توسط سے مروی ہیں سمعانی دمیاطی سیوطی، ابن حجر، سخاوی، اور عراقی جیسے پایہ کے محدثین تک اپنے ہم عصر کسی نہ کسی محدثہ کے شاگرد رہ چکے ہیں۔

تصنیفی خدمات: مسلم خواتین نے صرف یہی نہیں کیا کہ حدیثوں کی روایت کی یا درس حدیث دیا ہو بلکہ تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی حدیث کی خدمت کی اور اپنی نفع بخش تالیفات سے مکتبات اسلامیہ کو مالا مال کیا اور دنیا کے کتب خانوں کے سنوارنے اور اسے زینت بخشنے میں ان اہل قلم محدثات کا بڑا دخل ہے اس موقع پر سب کا شمار تو ممکن نہیں البتہ بطور مثال ہم چند مسلم خواتین مؤلفات کا نام پیش کر رہے ہیں۔

(۱) عجیبہ بنت حافظ محمد بغدادیہ: انہوں نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے حالات اور ان کے مسموعات پر دس جلدوں میں کتاب لکھی جس کا نام ''المشیخۃ'' ہے۔

(۲) فاطمہ خاتون بنت محمد اصفہانیہ: حدیث کے تعلق سے ان کی کئی تالیفات ہیں جن میں ایک کتاب ''الرموز من الکنوز'' پانچ جلدوں میں آج بھی موجود ہے۔

(۳) طالبہ عالم انہوں نے ابن حبان کی مشہور کتاب ''المجرحین'' میں مذکور احادیث کی فہرست تیار کی ہے۔

(۴) عبدالرحمٰن ومشقیہ:

(۵) میرفت ام عبید فاخوری: ان دونوں خواتین نے مل کر سنن دارمی کی احادیث وآثار کی فہرست ترتیب دی ہے۔

اس کے علاوہ عبدالرحمٰن ومشقیہ نے تن تنہا ''اللؤلؤ والمرجان'' جو متفق علیہ روایتوں کا مجموعہ ہے اس کی فہرست مرتب کی۔

(۶) عفت وصال حمزہ: انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر ایک جامع کتاب لکھی ہے۔

(۷) امینہ الخراط: ام سلیم بنت مسلمان جو کہ مشہور صحابیہ ہیں انکی حالات زندگی کو یکجا کر کے اسے کتابی شکل دی ہے۔

(۸) ڈاکٹر فقیحہ: ''عصر الخلفاء الراشدین'' نامی کتاب لکھی۔

(۹) امۃ اللہ تسنیم: یہ علامہ ابوالحسن علی الحسنی الندوی کی بہن ہیں انہوں نے امام نووی کی کتاب ''ریاض الصالحین'' کا اردو ترجمہ کیا ہے جو آج بھی بعض اسلامی مدارس کے کورس میں داخل ہے۔

خواتین اسلام علم وعمل کے میدان میں

موجودہ دور میں عورت کی ترقی کا بڑا چرچا ہے حالانکہ اس ترقی کے لئے اسے بڑی سی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے اس نے گھر اجاڑا اور بازاروں کو رونق دی گھر اور خاندان کے کھنڈرات پر اسی کی ترقی کا محل تعمیر ہوا اس کے بالکل برعکس خواتین اسلام نے خانگی ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوئے اور ان کا حق ادا کرتے ہوئے تاریخ پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور مختلف میدانوں میں حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں آئندہ صفحات پر اسکی ایک جھلک آپ کو نظر آئے گی۔

عبادت: عبادت دین کی روح ہے یہ اللہ سے بندہ کے تعلق کا اظہار ہے عبادت کا اہتمام اللہ سے تعلق کو مضبوط کرتا ہے عبادت میں غفلت اور کوتاہی اسی تعلق کو کمزور سے کمزور تر کرتی چلی جاتی ہے اس غفلت پر قابو نہ پایا جائے تو یہ تعلق ٹوٹ بھی سکتا ہے دور اول کے مردوں کی طرح خواتین میں بھی عبادت کا بڑا ذوق تھا امہات المومنین اس میں بہت نمایاں تھیں۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں ام سلمہؓ فرماتی ہیں

''کانت امرأۃ صالحۃً صوّامۃً قوّامۃً''[1]

وہ ایک صالح بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت شب زندہ دار خاتون تھیں

۱ طبقات ابن سعد ۱۰۸/۸

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''ما رأیت امرأۃً قطُّ خیراً فی الدین من زینب واتقی لِلّٰہ و اصدق حدیثاً و اوصل الرحم و اعظم صدقۃً''[1]

میں نے دین کے معاملہ میں تقویٰ میں راست گفتاری صلہ رحمی اور صدقہ وخیرات میں ان سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔

ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ان کی نیکی اور خداترسی کی شہادت دی ہے چنانچہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

''ان زینب بنت حجش اوّاهة''[2]

زینب بنت جحش خشوع وخضوع والی اور اللہ سے ڈرنے والی ہیں۔

امہات المومنین وصحابیات کی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ علم وفضل خداترسی کا کیا کہنا یہ خیر قرون کی خاتون اسلام ہیں اور یہی دور ہمارے لئے اسوۂ ہے۔

آیئے ماضی قریب کے چند نیک خداترس خاتون اسلام کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

❁ رابعہ بصریؒ (۱۳۵ھ) اپنے باپ محمد اسمٰعیل کی چوتھی بیٹی تھیں اس لئے انکا نام رابعہ پڑ گیا، ان کے گھر میں انتہائی عسرت اور ناداری تھی ان کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا کسی نے انکو لاوارث سمجھ کر فروخت کردیا انہوں نے اپنے مالک کے گھر میں ایک معمولی باندی کی طرح کام کیا۔ سارا دن کام کاج میں بسر ہوتا اور پوری رات وہ مالک حقیقی کی عبادت واستغفار میں بسر کرتی تھیں، ایک رات ان

۱ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ج:۴ص:۳۱۶

۲ حوالہ مذکور ج:۴ص:۳۱۷

کے مالک نے ان کی عبادت کی کیفیت دیکھ لی وہ ان سے بہت متاثر ہوا اس نے ان کو آزاد کر دیا، حضرت رابعہ بصریؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے تعلیم حاصل کی۔

غرضیکہ حضرت رابعہ بصریؒ کی زندگی عبادت و ریاضت وخودداری اور بے لوثی و بے غرضی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔

۞ نواب قدسیہ بیگم ریاست بھوپال کی حکمراں تھیں ان کو حکمرانی کے باوجود عبادت اور ریاضت سے خاص ذوق تھا پچھلی رات کو ۲ بجے کے قریب وہ بیدار ہوتی تھیں اور صبح ۸؍ بجے تک تلاوت قرآن کریم اور عبادت الٰہی اور اذکار میں مصروف رہتی تھیں فرائض نوافل کی بڑی پابند تھیں۔ اپنے متعلقین اور ملازمین کو بھی نماز کی تلقین کرتی تھیں۔ بڑی فراخ دست اور مخیرّ عورت تھیں غرباء اور مساکین میں ان کی داد و دہش جاری رہتی تھی۔ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوئیں۔

۞ نواب قدسیہ بیگم کے بعد ان کی لڑکی نواب سلطان جہاں بیگم بھوپال کی حکمراں بنیں ان کو اپنی والدہ سے عبادت و ریاضت کا شوق ملا تھا اشاعت اسلام سے بھی انہیں خاصی دلچسپی تھی انہوں نے اپنے دربار سے عجمی اثرات کو ختم کر دیئے عجمی آداب و کورنشانات کی بجائے السلام علیکم کو رواج دیا۔ خود پردہ کی سخت پابندی اختیار کی، نکاح ثانی ایک متبحر عالم، مفسر، محدث، محقق، مؤرخ نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ سے کیا علماء کی قدرداں اور علم پرور تھیں، کئی کتابوں کی مصنفہ ہیں ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تصنیف میں علامہ شبلی نعمانی کو ماہانہ وظیفہ جاری کیا، تعمیرات کا انہیں خاص ذوق تھا۔ معلوم نہیں اپنے دور میں کتنے مدارس ومساجد

تعمیر کرائیں۔ بھوپال میں شاہجہانی مسجد تعمیر کرائی (جواب تاج المساجد کے نام سے مشہور ہے) جو دہلی کی شاہجہانی مسجد سے سوائی ہے افسوس اس عالی شان و تاریخی مسجد کی تکمیل سے قبل ہی بیگم کا انتقال ۱؎ ہوگیا، بڑی صاحب خیر خاتون تھیں۔ ۲؎

متقی و پرہیزگار خواتین: پرہیزگاری، خداترسی اور تقویٰ شعاری مرد اور عورت دونوں کے لئے ضروری ہے لیکن عورت کی پرہیزگاری معاشرہ کی اصلاح میں زیادہ دخل ہے۔

ا............... صحیحین کی ایک طویل حدیث میں بنی اسرائیل کے ان تینوں افراد کا واقعہ مذکور ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تھے نجات کے لئے ہر ایک نے اپنے نیک عمل کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں غار سے باہر نکال دے ان میں سے ایک شخص نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ اسے اپنی چچازاد بہن سے محبت تھی وہ چاہتا تھا کہ اس سے اپنی جنسی آرزو پوری کرے ایک بار قحط کے ایام میں وہ عورت اس کے پاس کچھ پیسے طلب کرنے کے لئے آئی اس نے عورت کو اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ خود کو اپنے حوالے کر دے عورت نے مجبوری میں اقرار کر لیا

۱؎ اس عالی شان مسجد کی تکمیل تاج المساجد کے نام سے محترم مولانا محمد عمران صاحب ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے رفقاء کی مدد سے بیگم کے انتقال کے بعد کرائی۔ افسوس اب محترم مولانا محمد عمران خان صاحب ندوی بھی ہمارے بیچ نہ رہے۔ (مؤلف)

۲؎ بحوالہ مسلمان خواتین کی دینی وعلمی خدمات۔ ص: ۵۲

لیکن جب یہ شخص حرام کام کے ارتکاب کے لئے آمادہ ہوا تو عورت نے اللہ کا واسطہ دے کر اس سے برائی سے دور رہنے کا مطالبہ کیا ایسے وقت میں عورت کی نصیحت اثر کرگئی اور وہ شخص اس حرام کام سے باز رہ گیا۔

حدیث کے اس واقعہ سے ہمیں مومن خاتون کی دینی بصیرت اور تقویٰ شعاری کا سبق ملتا ہے۔ اللہ کا خوف اور قیامت میں جواب دہی کا ایسا ہی تصور اگر آج کی مسلم خواتین میں پیدا ہو جائے تو معاشرہ سے برائیاں ختم ہوسکتی ہیں اور سب لوگ عفت وعصمت کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

۲.............مشہور متقی صوفی بزرگ امام بشر حانی (۲۲۷ھ) کی بہن بھی نہایت درجہ متقی اور پرہیزگار تھیں ایک مرتبہ انہوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ہم چھت پر بیٹھ کر رات کو چرخے سے سوت کاتتے ہیں بعض دفعہ شرطی (پولیس) مشعل بردار ہمارے قریب سے گزرتے ہیں ان کی روشنی سے ہم استفادہ کرتے ہیں کیا یہ ہمارے لئے جائز ہے، سوال سنتے ہی امام احمد نے سائلہ سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ امام بشر حانی کی بہن ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

''من بیتکم یخرج الورع الصادق لا تغزلی فی شوعها''

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے گھر سے ہی صحیح پرہیزگاری کا ظہور ہوا ہے تم اس کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو۔

۲.............دسویں ہجری میں مکہ مکرمہ میں ایک عابدہ زاہدہ خاتون بدیعۃ الحبیبہ رہتی تھی ان کا تقویٰ کا شعور اس درجہ کو پہنچا ہوا تھا کہ ان کو معلوم ہوا کہ مقام بجیلہ

افریقہ کے لوگ اپنی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے ہیں احکام الٰہی کی صریح مخالفت کرتے ہیں اس کے بعد انہوں نے بجیلہ سے آمدہ گوشت اور میوہ جات کھانا ترک کردیا تیس سال وہ زندہ رہیں مگر وہاں کی اشیاء کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۴.............مرزا علی نبیرہ سلطان ٹیپو شہید کی دختر تھیں اور عبد اللہ المامون سہروردی کی زوجہ تھیں ان کا تقویٰ اس درجہ پر تھا کہ ایک مرتبہ وہ شوہر کے ساتھ انگلستان گئیں وہاں حرام اور مشکوک طعام کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھیں قیام کے دوران انہوں نے ابلے انڈوں اور توس پر گزارا کیا وہاں کی کسی دوسری شے کو ہاتھ نہیں لگایا۔[1]

۵.............امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ

''بغداد میں ایک تاجر تھے جن کی شادی ان کے چچازاد لڑکی سے ہوئی تھی اور یہ معاہدہ آپس میں طے ہوا کہ اب یہ تاجر کسی دوسری عورت سے شادی نہ کرے گا اتفاق سے ایک عورت ان کی دوکان میں آئی اور بعض چیزوں کو خریدتے ہوئے اس نے اپنا نقاب الٹ دیا یہ عورت انتہائی حسین وجمیل تھی عورت نے کہا کہ بازار میں خود اپنا شوہر ڈھونڈھنے نکلی تھی اب آپ کو میں نے پسند کرلیا آپ بھی مجھے قبول کرلیجئے میرے پاس کافی مال ومتاع ہے تاجر نے معاہدہ کا ذکر کیا اس نے کہا کہ آپ مجھ سے شادی کرلیں اور ہفتہ میں صرف دو بار بعد نماز ظہر میرے پاس آیا کریں آٹھ ماہ اس طرح گزر گیا ان کی پہلی منکوحہ کو کچھ شک ہوا پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ اس کے شوہر نے فلاں عورت سے عقد کرلیا ہے۔ اس نے پتہ لگانے والی عورت سے کہا کہ خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا نہ خود اس نے اپنے شوہر ہی سے کچھ کہا ایک مرض میں جب شوہر کا انتقال ہو گیا اور وہ آٹھ ہزار اشرفی چھوڑ کر مرا جس کا

[1] مسلمان خواتین کی دینی وعلمی خدمات ص: ۱۲۸

وارث صرف ایک لڑکا تھا اس کا ایک حصہ سات ہزار ہوا باقی آٹھواں حصہ یعنی ایک ہزار اشرفی دونوں عورتوں کا ہوا۔ نصف کالے کر باقی اس دوسری عورت کے پاس بھیج دیا اور انکی موت کی اطلاع دی اور ترکہ کا حال بتلایا کہ ایک ہزار باقی تھا اس میں سے ہم اور تم حصہ دار تھیں اب یہ تمہارا حصہ روانہ ہے جب اس دوسری عورت کے پاس اسکا نقد حصہ گیا تو اس نے صندوق کھول کر اپنا طلاق نامہ دکھلایا اور کہا کہ میرے لئے ان کے ترکہ میں کوئی حصہ جائز نہیں ہے واپس جا کر منکوحہ اول کے حوالہ کردو۔ چنانچہ عورت نے واپس آ کر سارا واقعہ سنایا اور اشرفی واپس کردیا''۔[1]

امام ابن جوزی دوسرا واقعہ بالسند الصحیح کا لفظ لکھ کر بعض اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ۔

''ایک صالحہ عورت کے پاس اس کے شوہر کے انتقال کی خبر آئی چراغ جل رہا تھا تو اس نے فوراً بجھا دیا اور کہا۔

هذا زیتٌ قد صار لنا فیه شریکٌ

اب اس تیل میں ورثاء میت کے سب کے سب شریک ہیں تو اب میں تنہا کیسے استعمال کرسکتی ہوں''۔[2]

دین کی مدافعت اور اس کی ترغیب: دین کی مدافعت خواتین جس طرح شمشیر وسنان کے ذریعہ کرتی رہی ہیں اسی طرح زبان و بیان سے بھی انہوں نے یہ فریضہ انجام دیا ہے حق کی نصرت وحمایت میں نیزہ اور تلوار بھی بلند کیا ہے اور زبان کی قوت بھی صرف کی ہے اور حق گوئی و بے باکی سے کام لیا ہے۔

۱........عبداللہ بن زبیر احد کے دن مجروح ہوگئے تو ان کی والدہ ام عمارہ نے

[1] صفوۃ الصفوۃ ج:۲ص:۲۹۶

[2] صفوۃ الصفوۃ ج:۴ص:۳۱۸

مرہم پٹی کی اور بجائے اس کے کہ اپنے لختِ جگر کو تکلیف میں دیکھ کر آرام لینے اور ستانے کا مشورہ دیتیں حکم دیا کہ۔

''انهض بُنیَّ فضارب القوم''[1]

بیٹے اٹھو اور تلوار لے کر (مشرک) قوم پر ٹوٹ پڑو۔

۲........ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے شہدائے احد کے خلاف اشعار کہے تو ہندہ بنت اثاثہؓ نے ان کا شعر ہی میں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

۳........حضرت خنساء اپنے چار بچوں کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئی تھیں ان چاروں کو آغاز شب ہی میں جمع کر کے کہا۔

''اے میرے بچو! تم نے برضا ورغبت ایمان قبول کیا اور کسی کے دباؤ کے بغیر ہجرت کی قسم بخدا جس طرح تمہاری ماں ایک ہے اسی طرح تمہارا باپ بھی ایک ہے کیونکہ تمہاری ماں نے نہ تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی نہ تمہارے نانہال کو رسوا کیا نہ تمہارے حسب کو بٹہ لگایا اور نہ تمہارے نسب کو غبار آلود کیا (یعنی تم ایک شریف اور باعفت ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ہو اس لئے تمہارے اعمال بھی شریفوں کے سے اور ارفع واعلیٰ ہونے چاہئیں) تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے کفار سے جنگ کے عوض کس قدر ثواب تیار کر رکھا ہے خوب سمجھ لو اس فنا ہونے والی دنیا سے دار البقاء بہتر ہے۔ اگر اللہ نے چاہا اور تم نے سلامتی سے صبح کی تو پوری بصیرت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں نکل جاؤ اور جب گھمسان کا رَن پڑے اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو تم اسکی بھٹی میں (بلاخوف وخطر) کود پڑو جس وقت دشمن کا لشکر پورے جوش اور جذبہ سے لڑائی میں مصروف ہو تو تمہارے حملوں کا نشانہ اس کا سزاوار رہے اس طرح تم جنت میں شرف ومرتبہ کے مستحق ہو کر لوٹو گے''۔

[1] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۳۰۲

ماں کی زبان سے یہ پُر عزیمت تقریر سن کر چاروں لڑکے رجز پڑھتے ہوئے سر بکف عرصۂ پیکار میں آنکلے اور پھر ان کو خاک وخون میں غلطاں ہی دیکھا جا سکا۔[1]

حق گوئی و بے باکی: جس زمانہ میں حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کر رکھا تھا ان کے تقریباً دس ہزار ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کے ساتھ جا ملے۔عبداللہ بن زبیرؓ نے جا کر اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر) سے جنگ کا نقشہ بتایا تو حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔

''بیٹا اگر تو حق پر ہے اور حق ہی کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہو تو صبر سے کام لو دیکھو کہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے دشمن کے مقابلہ میں لڑتے جان دے دی لہذا اپنی گردن کو کھلونا بنا کر بنی امیہ کے لونڈوں کے حوالہ نہ کر دو کہ وہ اس سے کھیلتے رہیں لیکن اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ سارا کھیل تم نے دنیا کے لئے کھیلا ہے تو تم دنیا کے بدترین انسان ہو کیونکہ اس طرح تم خود ہلاک ہوئے اور اپنے ساتھ جان دینے والوں کو بھی ناحق ہلاک کیا اگر تم حق پر ہو تو اسکے لئے جان دینا اچھا ہے کیونکہ جب اس کی زندگی کو ختم ہونا ہی ہے تو کیوں نہ اللہ کی راہ میں ختم ہو دین کو کمزور کرنے سے تمہیں ہمیشگی تو نصیب نہیں ہو جائے گی۔''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ماں کے جذبات کی تائید کی اور حجاج کے مقابلہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ۔[2]

حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو سولی پر لٹکوا دی حضرت اسماءؓ بیٹے کی

ا الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ خنساء بنت عمرو بن شدید

۲ البدایۃ والنہایۃ ج:۸ص:۳۳۰

لاش دیکھنے گئیں معلوم ہوا کہ لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔حجاج سے بولیں۔

''یہ سوار ابھی تک گھوڑے سے نہیں اترا''

حجاج عربی زبان کا بڑا فصیح و بلیغ آدمی تھا اس نے حضرت اسماء کی زبان سے یہ ادبی جملہ سنا تو اپنے ہونٹ چبا کر رہ گیا حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور کہا آپ کے صاحبزادے نے خدا کے گھر میں بے دینی اور الحاد پھیلایا جس کی سزا اللہ نے اس کو دردناک عذاب کی شکل میں چکھائی ہے حضرت اسماءؓ نے کہا۔

''کذبت کان براً بالوالدین صوّاماً قوّاماً والله لقد اخبرنا رسول الله انه سیخرج من ثقیف کذابان الأخر منهما شرٌ من الاول وهو سبیرٌ''[1]

تم نے جھوٹ کہا وہ بے دین نہیں تھا وہ تو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا روزے دار، تہجد گزار تھا حقیقتاً تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے قسم خدا کی حضورؐ نے ہم سے کہا تھا قبیلہ ثقیف سے دو جھوٹے پیدا ہوں گے اس میں بھی دوسرا پہلے سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ ہلاکت وتباہی مچائے گا ثقیف کے پہلے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کو تو دیکھ چکے اور دوسرے تم ہو۔

سودہ بنت عمارہؓ نے جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے خلاف حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تھا حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے کہ سودہ بنت عمارہ حضرت معاویہ کے پاس گئیں پہلے تو ماضی میں جو کچھ ہوا اس پر معافی چاہی پھر کہا! امیر المومنین! آپ لوگوں کے سردار ہیں اور ان کے معاملات کے ذمہ دار اور نگہبان ہیں اس لئے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کئے ہیں ان کے متعلق وہ آپ سے

ا مسند احمد ج:۶ ص:۳۵۱

ضرور پوچھے گا ہم پر ایسے گورنر متعین ہوکر آتے ہیں جو آپ کے غلبہ واقتدار کو مستقل اور وسیع کرنے کے ساتھ ہم کو کھیتی کی طرح کاٹ پھینکتے اور گایوں کی طرح روند ڈالتے ہیں۔

یہ ہمارے حقوق کو ٹھیک سے ادا نہیں کرتے ہم کو خراب سے خراب تر چیز چکھاتے ہیں اور بڑی سی بڑی نفیس سے نفیس شے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ دیکھئے۔

ابن ارطاۃ حاکم بن کر آیا تو اس نے ہمارے قبیلہ کے افراد کا خون بہانا شروع کر دیا اور میرا مال چھین لیا آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے ورنہ ہمارے اندر اتنا کس بل اور بچاؤ کی طاقت ہے کہ ہر ظلم کا مقابلہ کر سکتے ہیں اگر آپ اس کو معزول کر دیں تو ہم آپ کے مشکور ہوں گے ورنہ آپ کو بھی دیکھیں گے، حضرت معاویہ نے کہا کیا تو مجھے اپنی قوم کے ذریعہ دھمکی دے رہی ہے؟ قسم خدا کی میں نے تو ارادہ کیا ہے کہ تجھ کو کانٹوں بھری سواری پر بٹھا کر اسی کے پاس لوٹا دوں تاکہ وہ اپنا فیصلہ تجھ پر نافذ کرے۔ اس پر سودہ خاموش ہو گئیں پھر کچھ دیر بعد دو شعر پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ تعالیٰ اس روح پر رحمت نازل فرمائے جس کو ایک قبر نے اپنے آغوش میں لے لیا ہے اور جس کے ساتھ عدل وانصاف بھی دفن ہو چکا ہے اس نے حق کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ اس کے عوض دولتِ دنیا نہیں حاصل کرے گا اس طرح حق اور ایمان اس میں جمع ہو گئے تھے"

حضرت معاویہؓ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ کہا: علیؓ ابن ابی طالب، حضرت معاویہؓ نے فرمایا تجھ پر اس عدل وانصاف کا کوئی نشان نظر نہیں آتا: اس نے جواب

دیا: میں یہ بلا دلیل نہیں کہہ رہی ہوں میرے پاس ان کے انصاف کا ثبوت موجود ہے، ایک دن میں ان کی خدمت میں ان کے ایک محصل صدقات کی شکایت لے کر پہونچی وہ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہوئے تو محبت بھرے انداز میں پوچھا، کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ میں نے محصل کی زیادتی بیان کی تو رونے لگے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: اے میرے اللہ تو جانتا ہے: میں نے اپنے گورنروں کو تیری مخلوق پر ظلم وستم ڈھانے اور تیرے حقوق کو چھوڑ بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔" اس کے بعد فوراً جیب سے چمڑے کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس پر اسکی معزولی کا حکم لکھ کر بھیجا اس میں کسی قسم کی تاخیر روا نہ رکھی (لہذا آپ کی حکومت کو بھی ایسے ہی عدل پرور ہونا چاہئے کہ کسی بھی شخص پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے)

حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ اس کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے اس نے پوچھا: کیا انصاف میرے ہی ساتھ مخصوص ہے یا میری قوم بھی اس میں شریک ہے؟ حضرت معاویہ نے کہا تمہیں اپنے علاوہ دوسروں سے کیا مطلب؟ اس نے کہا: انصاف ہو تو سب کے ساتھ ورنہ یہ بہت ہی مذموم بات ہے کہ ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے اور دوسروں پر ظلم وجور روا رکھا جائے اگر آپ میرے کل قبیلہ کے ساتھ عدل نہیں کر سکتے تو مجھے بھی انصاف کی کوئی ضرورت نہیں۔

"میری قوم جس خستہ حالت میں پڑی ہوئی ہے میں بھی پڑی رہوں گی"

حضرت معاویہؓ نے کہا: علی ابن ابی طالب نے تم کو جری بنا دیا ہے پھر ماتحتوں کو حکم دیا کہ گورنر کو لکھ دو کہ اس کے مطالبات پورے کئے جائیں۔[۱]

[۱] العقد الفرید ج:۱ص:۲۱۲

اسی طرح عکرشہ بنت اطرش بھی حضرت معاویہؓ کے دربار میں ان کے گورنروں کی شکایت لے کر پہونچی اور بے باکانہ کہا کہ ’’اس سے پہلے ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لی جاتی اور ہمارے غریبوں میں تقسیم کردی جاتی تھی لیکن اب نہ تو شکستہ حال کی شکستگی دور ہوتی ہے اور نہ محتاج کی محتاجی رفع کی جاتی ہے اگر یہ سب کچھ آپ کے ایماء ومشورے سے ہو رہا ہے تو آپ جیسے شخص سے (توقع یہ کی جاتی ہے کہ) تنبیہ ہوتے ہی فوراً چونک اٹھیں گے اور توبہ کریں گے اور اگر اس میں آپ کی رائے اور مشورہ کو دخل نہیں ہے بلکہ گورنروں کی اپنی طرف سے ظلم وزیادتی ہے (تو یہ بھی آپ جیسی ذمہ دار شخصیت کے منافی ہے کہ) وہ امانت داروں کو چھوڑ کر خائنوں سے تعاون حاصل کرے اور ظالموں کو خدمات پر مامور کردے حضرت معاویہؓ نے معذرت کی کہ کبھی کبھی ایسے خراب حالات سے ہم کو سابقہ پڑتا ہے کہ قانون پر عمل کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اس نے کہا: سبحان اللہ آپ کیسی بات کر رہے ہیں اس دانائے غیب نے ہم پر کوئی ایسا فرض متعین ہی نہیں کیا ہے جس پر عمل سے دوسروں کو ضرر پہونچے بالآخر حضرت معاویہؓ نے اس قبیلہ کی زکوٰۃ کو اسی کے افراد کے اندر تقسیم کرنے اور اس کے ساتھ عدل وانصاف کئے جانے کا فرمان جاری کیا۔[۱]

بنوامیہ کے آغاز خلافت کا ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گورنر اپنے خطبوں میں حضرت علیؓ اور ان کے حامیوں پر لعن طعن کرتے تھے ان کے اس روش پر کوفہ کے ایک صحابی حجر بن عدیؓ برملا تنقید فرماتے اور ساتھ ہی حضرت علی اور انکے اعوان و

[۱] العقد الفرید ج:۱ص:۲۱۶ بحوالۂ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۱۲۸۔۱۲۹

انصار کی مدح وتوصیف کرتے تھے حضرت معاویہ کے گورنروں نے ان کی زبان بندی کی ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے اس کے برعکس حجر بن عدی کے ہم خیال اور مؤیدین میں اضافہ ہوتا جارہا تھا یہ دیکھ کر حضرت معاویہ نے حجر بن عدی اور ان کے بعض ساتھیوں کی گرفتاری کے احکام جاری کردیئے اور جب یہ گرفتار کرکے ان کے پاس لائے گئے تو ان کے قتل کا فیصلہ کردیا۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا علم ہوا تو فوراً عبدالرحمٰن بن حارث کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا کہ وہ اس اقدام سے باز آجائیں لیکن ان کے پہونچنے سے پہلے ہی حجر اور ان کے سات ساتھی شہید کئے جاچکے تھے اس پر حضرت عائشہ بے حد خفا ہوئیں اور حضرت معاویہؓ سے سختی سے باز پُرس کی عبدالملک بن نوفل روایت کرتے ہیں کہ وہ یہاں تک کہتی تھیں۔

’’لولا انا لم نغیر شیئا الا آلت بناالامور الیٰ اشد مما کنا فیه لغیرنا قتل حِجرٍ‘‘[۱]

کسی معاملہ کے ہمارے بدلنے سے موجودہ حالات سے بھی زیادہ سخت حالات کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم حجر کے قتل کے فیصلے کو بدل کر رکھ دیتے۔

حج کے زمانہ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی تو تہدید آمیز انداز میں پوچھا۔

’’یا معاویة قتلت حجراً و اصحابه وفعلت الذی فعلت اما خشیت ان اخبأ لک رجلاً یقتلک‘‘

معاویہ! تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اور وہ سب کچھ کیا جو کرنا

[۱] تاریخ الرسل والملوك طبری ج:۶ص:۱۵۶

چاہا کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہوا کہ میں بھی کسی شخص کو پوشیدہ طور پر تمہارے قتل پر لگا سکتی ہوں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے معذرت کرتے کرتے بڑی مشکلوں سے ان کی خفگی کو ختم کیا۔[1]

ایثار وسخاوت: اسلام نے مجموعی طور پر اپنے تمام احکام میں احترام انسانیت حسن سلوک اور ایثار وسخاوت پر ابھارا ہے صدقہ وخیرات کے ذریعہ اسلام معاشرہ کو خوش حال وسعادت مند بنانا چاہتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں امہات المومنین اور دوسری خواتین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم خواتین نے ایثار وسخاوت کی بے حد عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں۔

۱..................ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی پوری دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کردی تھی کہ آپ جس طرح سے چاہیں اسے راہ خدا میں صرف کریں۔

۲..................ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ہزاروں درہم ملتے تھے لیکن وہ اپنے لئے ان میں سے کچھ بچائے بغیر سب راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں روزہ سے ہوتیں تو افطار تک کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتیں کپڑوں میں پیوند لگا رہتا تھا پیسہ ملنے پر راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں اور نئے کپڑے نہ بنواتی تھیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج:۸ص:۵۵

میں دفن ہوئے پھر حضرت عائشہؓ کے والد محترم حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو وہ بھی اسی حجرے میں دفن ہوئے اب صرف ایک قبر کی جگہ تھی یہ حضرت عائشہؓ نے اپنے لئے رکھی تھی خواہش یہ تھی کہ شوہر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور باپ (ابوبکر) کے پاس ہی قبر بنے۔ اب سنئے حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور زندگی کی امید نہیں رہی تو حضرت عائشہؓ سے کہلوایا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے دو پیاروں کے پاس دفن ہوں اس درخواست کو سن کر حضرت عائشہؓ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر عمر کی خواہش کو رد نہ کروں گی''

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کی قبر بھی اسی حجرے میں بن گئی اور حضرت عائشہؓ بقیع الغرقد میں چلی گئیں۔ سبحان اللہ۔

ام ذر کہتی ہیں کہ عبداللہ بن زبیر نے دو تھیلی رقم جس میں ایک لاکھ درہم ہوں گے حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوائے انہوں نے طبق منگوایا اور اسی سے ساری رقم لوگوں میں تقسیم کردی اس روز وہ روزہ سے تھیں شام ہوئی تو مجھ سے کہا اے لڑکی! افطار تو لا میں نے عرض کیا آج آپ نے اتنی بڑی رقم تقسیم فرمائی ہے کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ اس میں سے افطار کے لئے گوشت منگوالیتیں فرمایا جانے دو ملامت مت کرو اگر پہلے تم ذکر کرتیں تو گوشت بھی منگوا ہی لیتی۔[1]

عطاء ابن رباح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ایک لاکھ درہم بھجوائے انہوں نے وہ ساری رقم امہات المومنین کے درمیان تقسیم

۱۔ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۶۷

کر دیئے۔[1]

۳...........حضرت زینب بنت جحش اپنے ہاتھ سے چمڑا پکا کر صاف کرتی تھیں اس سے جو مزدوری ملتی سب غریبوں میں تقسیم کر دیتیں ایک بار تمام امہات المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں آپ ؐ نے فرمایا۔

''اسرعکن لحاقاً بی اطولکن یداً''[2]

میرے مرنے کے بعد تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی۔

یہ سن کر امہات المومنین ایک دوسرے سے ہاتھ ناپا کرتی تھیں۔ حضرت زینت کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی کے معنی فیاض کے ہیں۔

۴...........حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مشہور واقعہ ہے کہ دو دن کا فاقہ تھا حسن وحسین بچے تھے وہ بھی بھوکے تھے دوسرے شام کو حضرت علی محنت ومزدوری کر کے کچھ اناج لائے حضرت فاطمہ ؓ نے پیسا اور روٹیاں پکائیں پھر سب کو لے کر کھانا کھانے بیٹھیں ابھی نوالہ توڑ رہی تھیں کہ دروازے پر فقیر نے صدا لگائی اللہ بھلا کرے حضرت فاطمہ ؓ نے کھانا فقیر کو دے دیا اور خود شوہر اور بچوں کو پانی پلا کر سلا دیا۔

۵...........ایک نہایت عبرت ناک واقعہ سن لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حضرت زینب ام المومنین

کے چچازاد حضرت حمزہ ؓ جنگ احد میں شہید ہوئے ان کی بہن حضرت صفیہ ان کے لئے دو کفن لائیں لاش کے پاس پہونچیں تو دیکھا کہ ایک انصاری بھی شہید پڑا ہے اپنے بیٹے زبیر سے کہا کہ بڑی چادر انصاری کو دے دو اور چھوٹی میرے بھائی کو اس چھوٹی چادر سے حضرت حمزہ کا سر چھپا دیا گیا اور پیروں کو گھاس سے ڈھک دیا گیا۔

حضرت صفیہ ؓ مشہور شاعرہ تھیں ایک ادبی بات سنئے حضرت صفیہ ؓ نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا ایک شعر میں فرماتی ہیں۔

''وہ (یعنی حضرت حمزہ ؓ) ایسا فیاض اور ایثار کرنے والا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اپنے پڑوسی کو نہ بھولا''

واضح رہے کہ یہ اشارہ انصاری کی طرف ہے۔

عرب کے بڑے بڑے شعراء نے یہ شعر سنا تو اعتراف کیا کہ بخدا فیاضی کے بارے میں اس سے اچھا شعر نہیں سنا۔

۶...........تاریخ میں عباسی خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ بنت جعفر کی سخاوت کا شاہ کار ہمیشہ محفوظ رہے گا ملکہ زبیدہ ایک مرتبہ حج کرنے گئیں وہاں انھوں نے پانی کی قلت کو دیکھا پھر اس کے ازالہ کی کوشش کی اس نے طائف کے پہاڑوں سے عرفات میں نہر لانے کا منصوبہ بنایا بڑے بڑے قابل انجینئر جمع کئے گئے منصوبہ پر بے دریغ روپیہ صرف کیا نہر ریگستان سے گزرتی ہے بڑی بڑی چٹانوں کا فرش بچھا کر نہر کی گزرگاہ تیار کی گئی اس طرح عرفات میں پانی فراہم کر دیا آج بنی عباس کی حکومت باقی نہیں ہے مگر بیگم زبیدہ کا نام زندہ ہے۔

علم اور علماء کی سرپرستی کے بے شمار واقعات اسلامی تاریخ میں محفوظ ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم خواتین نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔

ملک مظفر (۹۰۷ھ) کی بیوی مریم اور بیٹی نبیلہ نے اپنے خرچ سے متعدد مدارس قائم کئے اور طلبہ کے لئے اوقاف متعین کئے۔

۷............... دمشق شام کے مقام جبل قاسیون میں ایک عظیم الشان مدرسہ شہزادی ربیعہ خاتون نے بنوایا تھا یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی بہن تھیں فاضلہ اور دیندار خاتون تھیں خاتونیہ مدرسہ کے لئے انہوں نے ایک جائداد وقف کر دی تھی جس سے اس کے مصارف ادا ہوتے تھے اس نیک دل خاتون کی قبر بھی اس مدرسہ کے اندر موجود ہے یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔

۸............... دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تعمیر میں سب سے بڑی رقم پچاس ہزار (اس وقت کی) نواب بہاولپور کی بیگم نے عطا کیا تھا۔

۹............... نواب عبد اللطیف کلکتہ کی دو بیویاں تھیں دونوں صاحب اولاد تھیں نواب کو بڑھاپے میں خیال گزرا کہ بڑی اولاد کو تو میں نے لکھا پڑھا دیا اور تمام حقوق ادا کر دیئے البتہ چھوٹی اولاد کے حقوق ادا ہونے سے رہ گئے اس خیال سے وہ چاہتے تھے کہ جائداد چھوٹی اولاد کو دے دوں مگر پہلی بیوی کے رشتہ دار اس تجویز کے سخت مخالف تھے لیکن پہلی بیوی نے شوہر کی محبت و احترام میں ایثار پسندی کا ثبوت دیا ایک دن انہوں نے اپنی اولاد کو بلایا اور ان سے کہا تمہارے باپ کا آخری وقت ہے اپنے باپ کی دعائیں لو اور جس طرح وہ کہتے ہیں وہ کرو سعادت

مند بیٹے باپ کی خدمت میں گئے اور خوشی سے اس وصیت نامہ پر دستخط کر دیئے جس میں ساری جائداد چھوٹی اولاد کو دی گئی تھی اور بڑی اولاد کو محروم کر دیا گیا تھا۔

واضح رہے کہ بڑے بیٹے نواب عبد الرحمٰن بیرسٹر تھے دوسرے بیٹے نواب عبد السبحان ڈپٹی مجسٹریٹ تھے اپنی والدہ کے کہنے پر انہوں نے محرومی کی دستاویز پر دستخط کر دیئے بلکہ ساری زندگی اپنے سوتیلے بھائی بہنوں سے پیار و محبت کے تعلقات قائم رکھے۔[1]

روزہ کا شوق: روزہ دین کا ایک اساسی رکن ہے تقویٰ وطہارت اور خدا سے تعلق پیدا کرنے میں نماز کی طرح روزہ کو بھی بڑی اہمیت ہے اسی وجہ سے فرض روزوں کے علاوہ نفل روزوں کی بھی بڑی فضیلت بیان کی گئی اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیث وسیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابیات نفل روزے بکثرت رکھا کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں سعد ابن ابراہیم کہتے ہیں۔

”کانت تصوم الدهر“[2] وہ صائم الدہر تھیں۔

ان کے بھتیجے قاسم بن محمد کہتے ہیں۔

”کانت تسرد الصّوم“[3] وہ مسلسل روزے رکھا کرتی تھیں

ام المومنین حضرت حفصہ بھی نفل روزے بہت زیادہ رکھتی تھیں حضرت

---

۱ مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات از پروفیسر سید محمد سلیم ص:۱۳۵
۲ طبقات ابن سعد ج:۸ ص:۶۸
۳ طبقات ابن سعد ج:۸ ص:۷۵

نافع فرماتے ہیں ''ما ماتت حفصة حتیّٰ ما تفطر ''[1] حضرت حفصہ کا اس وقت انتقال ہوا جب کہ وہ لگاتار روزہ رکھنے لگی تھیں۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینی چاہی تو وحی نازل ہوئی اور حضرت جبریلؑ نے کہا۔

'' راجع حفصة فانها صوّامة قوّامة و انها زوجتک فی الجنة ''[2]

حفصہ سے رجوع کرلو، اس لئے کہ وہ بڑی روزہ دار اور راتوں میں قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوں گی۔

صحابیات کے نفل روزوں سے متعلق بہت سے منتشر واقعات حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں ان سے روزہ کے سلسلہ میں ان کے رجحان کا پتہ چلتا ہے۔

خیرات وانفاق: قرآن وحدیث میں خیرات و انفاق کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مردوں وعورتوں سے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾[3]

بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کو بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لئے بہترین اجر ہے۔

۱...........حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے ایک مرتبہ بکری ذبح کی اور اسے تقسیم کردیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کچھ اس میں سے باقی ہے ہم نے عرض کیا

[1] طبقات ابن سعد ج:۸ ص:۸۶
[2] الاستیعاب ج:۴ ص:۲۶۹
[3] الحدید:۱۸

کہ صرف شانہ رہ گیا ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یوں کہو شانہ کے علاوہ سب کچھ رہ گیا ہے۔[1]

۲...........حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کا ایک ٹکڑا ہی سہی دے کر جہنم سے بچو یہ شکم سیر انسان کے جیسے کام آتا ہے بھوکے کے بھی کام آتا ہے۔[2]

۳...........ام بجید کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سائل میرے دروازہ پر آتا ہے کبھی گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اسے دے سکوں۔ اس لئے شرم محسوس ہوتی ہے آپ نے فرمایا (سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ) کچھ نہ ہو تو جلا ہوا کھر ہی دے دو مطلب یہ ہے کہ کسی مسکین کو دروازہ سے خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہئے۔[3]

۴...........برزہ بنت رافع کہتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت زینب کو بارہ ہزار درہم بیت المال سے بھیجے جب یہ خطیر رقم ان کے پاس پہونچی تو فرمایا میں اس کا کیا کروں میری دوسری بہنیں (ازواج مطہرات) اس کی تقسیم کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں کہا گیا کہ یہ ساری رقم آپ ہی کے لئے ہے فرمایا سبحان اللہ! اسے رکھ دو اور ایک کپڑے سے ڈھک دو پھر مجھ سے کہا اس میں ہاتھ ڈالو اور ایک مٹھی فلاں کے ہاں اور ایک مٹھی فلاں کے ہاں پہنچا آؤ اس طرح اپنے رشتہ داروں اور یتیموں کے

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الزکوۃ باب فی فضل الصدقة
[2] قال المنذری رواہ احمد باسناد حسن الترغیب والترہیب ص:۱۷۸
[3] ترمذی کتاب الزکوۃ باب ماجاء فی حق السائل

درمیان اسے تقسیم کراتی رہیں جب تھوڑی سی رقم رہ گئی تو میں نے کہا اس میں ہمارا بھی تو حق ہے؟ جواب دیا اچھا اب کپڑے کے نیچے جو کچھ رہ گیا ہے وہ تمہارا ہے یہ پینتیس درہم تھے ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے علم میں یہ بات آئی کہ انہوں نے ساری رقم اس طرح تقسیم کردی ہے تو فرمایا ان سے خیر ہی کی توقع ہے پھر خود گھر تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہوکر سلام کیا مزید ایک ہزار درہم بھیجے اور درخواست کی کہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کریں لیکن اسے بھی انہوں نے تقسیم کردیا۔

غیرت کا یہ عالم تھا کہ بیت المال سے اس وظیفہ کے ملنے کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

''اے اللہ! حضرت عمر کا وظیفہ لینے کے لئے اب مجھے زندہ نہ رکھنا چنانچہ اسی سال ان کا انتقال ہوگیا۔''[۱]

اپنا کفن خود تیار کر رکھا تھا ادھر حضرت عمرؓ نے ان کے انتقال کے وقت بیت المال سے پانچ کپڑے خود منتخب کرکے بھیجے ان ہی کپڑوں میں کفن دیا گیا اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے اس کفن کو جسے انہوں نے تیار کیا تھا صدقہ کردیا۔[۲]

حضرت زینب کے انتقال پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

''ذهبت حميدة فقيدة مفزع اليتامىٰ والارامل''[۳]

چلی گئیں وہ جو قابل تعریف، بے مثال یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ تھیں

---

۱ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۱۰۹-۱۱۰

۲ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۱۱

۳ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۱۱

عثمان بن عبداللہ جحشی کہتے ہیں۔

''ما تركت زينب بنت جحش درهماً و لا ديناراً كانت تصدق بكل ما قدرت عليه و كانت ماوى المساكين''

زینب بنت جحش نے کوئی درہم یا دینار نہیں چھوڑا جو کچھ ہاتھ آتا صدقہ کر دیتیں وہ مسکینوں کی پناہ گاہ تھیں۔

فرماتے ہیں وہ جس مکان میں رہتی تھیں ولید بن عبدالملک نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے اسے پچاس ہزار درہم میں خریدا تھا۔[۱]

۵........رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ زیادہ رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کا دس درہم اور مائی عائشہ کا بارہ درہم وظیفہ مقرر فرمایا۔[۲]

لیکن حضرت عائشہؓ بڑی فیاض تھیں جو کچھ ملتا اسے خرچ کر دیتی تھیں۔

عطاء ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ایک لاکھ درہم بھجوائے انہوں نے وہ رقم امہات المومنین کے درمیان تقسیم کر دیئے۔[۳]

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ نے ستر ہزار درہم صدقہ وخیرات کئے اور خود ان کا حال یہ تھا کہ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہی تھیں۔[۴]

---

۱ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۱۱۴

۲ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۶۶

۳ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۴۱

۴ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۶۶

۶ ....حضرت اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہؓ کی حقیقی بہن تھیں محمد بن منکدر ان کے بارے میں کہتے ہیں۔

''کانت سخیة النفس ''[۱] طبیعت کی سخی تھیں۔

اپنی لڑکیوں اور گھر والوں کو نصیحت کرتی تھیں انفاق وخیرات کرو یہ نہ سوچتے رہو کہ اخراجات کے بعد کچھ بچے تو بھلائی کے کاموں میں خرچ کریں گے بچت کا انتظار کرو گے تو کوئی چیز نہیں بچے گی اور اگر خرچ کرو گے تو اس کا فقدان بھی نہیں ہوگا۔[۲]

حضرت عمرؓ نے ایک ہزار درہم ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا لیکن ان کے انفاق کا عجب عالم تھا ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا لیکن دونوں کا انداز مختلف تھا حضرت عائشہؓ ایک ایک چیز جمع کرتیں اور پھر جہاں ضرورت ہوتی استعمال کرتیں لیکن حضرت اسماء کل کے لئے کچھ اٹھا نہیں رکھتی تھیں جو کچھ ہاتھ آتا سب اسی وقت خرچ کر دیتیں۔[۳]

فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کبھی بیمار ہوتیں تو اپنے پاس جو غلام ہوتے انہیں آزاد کر دیتی تھیں۔[۴]

حج اور عمرہ: اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک حج بھی ہے حج مخصوص دنوں میں کعبۃ اللہ پہونچ کر مخصوص اعمال بجالانے کا نام ہے عمرہ میں حج ہی سے

---

[۱] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۲۵۲ [۲] حوالہ مذکور

[۳] الادب المفرد ج:اص:۳۷۷، سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۲۱۱

[۴] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۲۵۲

ملتے جلتے اعمال یا ایام حج کے علاوہ دوسرے دنوں میں انجام دیئے جاتے ہیں۔

حج اور عمرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے حدیث میں اسے عورتوں کا جہاد کہا گیا ہے حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کیا ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں آپؐ نے فرمایا۔

''لکن احسن الجهاد و اجمله الحج حجٌ مبرور''[۱]

تم لوگوں کے لئے سب سے اچھا اور خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی حج کیا تھا آپ کے بعد حضرت سودہ نے حج نہیں کیا دوسری ازواج حج کو جایا کرتی تھیں۔[۲]

حجۃ الوداع میں دس ہزار صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا تھا اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں صحابیات کی بھی بڑی تعداد تھی جذبہ اور شوق کا یہ عالم تھا کہ بیمار اور حاملہ بچہ والیاں بھی شریک تھیں۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرمایا تھا تو ہم سب لوگ حج کے لئے روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پہونچے تو وہاں اسماء بنت عمیسؓ کے صاحبزادے محمد بن ابو بکرؓ پیدا ہوئے۔[۳]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] بخاری کتاب جزاء الصداالحج باب حج النساء ۸۶/۴ حدیث:۱۸۶۱

[۲] طبقات ابن سعد ج:۸ص:۵۵

[۳] مسلم کتاب الحج باب صحۃ احرام النفساء ابوداؤد کتاب المناسک باب صفۃ حجۃ النبی

روحاء میں کچھ سواروں سے ملاقات کی ان میں سے ایک عورت نے بچہ کو نکال کر دکھایا اور سوال کیا کہ کیا اس کا بھی حج ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس کا بھی حج ہوگا اور تمہیں ثواب ملے گا۔ ۱؎

علم وفضل: اسلام نے علم دین کی بڑی فضیلت بیان کی ہے اس کے سیکھنے اور سکھانے کی زبردست ترغیب دی ہے اور اس کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد علم دین کا ہر سو چرچا ہونے لگا اور بڑی علمی شخصیتیں ابھریں ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔

آغاز اسلام سے مسلمان مرد اور مسلمان خواتین تحصیل علم اور اشاعت علم میں مشغول نظر آتے تھے جس طرح صحابہ اور تابعین علم کی مسند بچھائے درس و تدریس میں منہمک نظر آتے ہیں اسی طرح صحابیات اور تابعیات بھی درس وتدریس میں مصروف نظر آتی ہیں۔

۱.................ام المومنین حضرت عائشہؓ نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ تھیں اور اکابر صحابہ وتابعین ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

صحابیات میں حضرت عائشہؓ کا علمی مقام سب سے اونچا تھا۔ صحابہ میں بھی معدودے چند ہی کو یہ مقام حاصل تھا ان کے علم وفضل اور بصیرت کا اس دور کے اساطین نے اعتراف کیا ہے ان کے شاگرد خاص اور بھانجے عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں۔

''لقد صحبت عائشة فما رأيت احداً قطُّ كان اعلم بآيات

۱؎ مسلم کتاب الحج باب صحة حج الصبی ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الصبی یحج

انزلت ولا بفريضة و لا السنة و لا بشعر ولا اروىٰ لها من ايام العرب ولا بنسب و لا بكذا او بكذا ولا بقضاء ولا طب منها''

میں حضرت عائشہؓ کی صحبت میں رہا، میں نے ان سے زیادہ آیات کے شان نزول فرائض سنت شعر وادب عرب کی تاریخ اور قبائل انساب وغیرہ وغیرہ اور مقدمات کے فیصلوں حتیٰ کہ طب کا جاننے والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے کہا خالہ جان! آپ نے طب کیسے سیکھی؟ فرمایا جب کبھی میں یا دوسرا شخص بیمار ہوجاتا تو اس کا علاج بتایا جاتا اسی طرح لوگ ایک دوسرے کو علاج بتاتے اور میں اسے یاد رکھتی۔ ۱؎

امام ذہبی فرماتے ہیں۔

'' لا اعلم فی امة محمد صلی الله علیه وسلم بل ولا فی النسآء مطلقاً امرأةً اعلم منها ''۲؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بلکہ مطلقاً سب ہی عورتوں میں ان سے زیادہ علم والی کسی عورت سے میں واقف نہیں ہوں۔

جن صحابہ نے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کی ہیں ان میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بھی شمار ہوتا ہے یہ احادیث انہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں بعض احادیث حضرت ابوبکرؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ حمزہ بن عمرو الاسلمی اور جذامہ بنت وہب سے سن کر بھی روایت کی ہیں ان کی مرویات کی کل تعداد دو ہزار دو سو دس ہیں ان میں سے ایک سو چوہتر احادیث متفق علیہ ہیں یعنی بخاری ومسلم دونوں میں

۱؎ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۲۹ ۲؎ حوالہ مذکور ج:۲ص:۱۰۱

موجود ہیں ان کے علاوہ ایک سو چون احادیث صحیح بخاری میں اور انہتر صحیح مسلم میں موجود ہیں۔[۱] باقی احادیث حدیث کی دوسری کتابوں میں آئی ہیں۔

۲..................ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے بھی بہت سی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اور بعض حدیثیں حضرت سلمہؓ اور حضرت فاطمہؓ سے بالواسطہ روایت کی ہیں اور پینتیس سے زیادہ صحابہ وتابعین نے (جن میں مرد اور عورتیں دونوں ہی شامل ہیں) ان سے احادیث روایت کی ہیں۔[۲]

ان مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر ہے ان میں سے تیرہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہیں ان کے علاوہ تین بخاری میں اور تیرہ مسلم میں پائی جاتی ہیں۔[۳]

۳..................ام المومنین حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے حدیث روایت کی ہے ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر ان کے لڑکے حمزہ ان کی بیوی صفیہ ام بشر الانصاریہ مطلب بن وداعۃ، حارثہ بن وہب وغیرہ بارہ سے زیادہ افراد داخل ہیں۔[۴]

حضرت حفصہؓ نے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے چار

---

۱ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۲۹

۲ تہذیب التہذیب ج:۱۲ص:۴۵۶

۳ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۴۳

۴ تہذیب التہذیب ج:۱۲ص:۴۱۱

حدیثیں بخاری ومسلم دونوں میں اور چھ حدیثیں صرف مسلم میں آئی ہیں۔[۱]

۴..................ام المومنین ام حبیبہ حضرت سفیان کی صاحبزادی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پینسٹھ حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے دو بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہیں ایک مسلم میں آئی ہے ان سے ان کی لڑکی حبیبہ ان کے بھائی حضرت معاویہؓ ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، صفیہ بنت شیبہ و زینب بنت ابوسلمہ وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔[۲]

۵..................حضرت اسماء حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اور حضرت زبیر کی بیوی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں ان سے جن صحابہ وتابعین نے یہ حدیثیں دوسروں تک پہونچائی ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں ان کے لڑکے عبداللہ بن زبیر ان کے پوتے عبداللہ بن عروہ، عباد بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عباس، صفیہ بنت شیبہ فاطمہ بنت منذر ان کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن کیسان ان کے پوتے عباد بن حمزہ وغیرہ۔[۳]

ان کی مرویات کی تعداد اٹھاون ہے ان میں سے تیرہ بخاری ومسلم دونوں میں ہیں ان کے علاوہ صرف بخاری میں پانچ اور مسلم میں چار حدیثیں ہیں۔[۴]

۶..................خولہ بنت حکیم کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں۔

---

۱ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۶۴

۲ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۵۵

۳ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۲۰۸

۴ سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۲۱۴

"کانت امرأة صالحةً فاضلةً" وہ ایک نیک اور فاضل خاتون تھیں۔ ۱؎

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"زعمت المرأة الصالحة خولة بنت حکیم" ۲؎

خولہ بنت حکیم نے جو ایک صالح خاتون تھیں بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیکی اور علم وفضل تسلیم شدہ تھا۔

۷............حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک صحابیہ کی روایت کی بنیاد پر ایک مسئلہ کا فیصلہ فرمایا۔

زینب بنت کعب بن عجرہ کہتی ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک نے ان سے بیان کیا کہ میرے شوہر کے انتقال کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا کہ مجھے اپنے خاندان والوں میں عدت گزارنے کی اجازت دی جائے اس لئے کہ شوہر کا کوئی مکان نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باوجود حکم دیا کہ جہاں تمہیں اپنے شوہر کی وفات کی خبر ملی ہے وہیں عدت گزارو۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں یہی مسئلہ ان کے سامنے آیا تو لوگوں نے ان سے میرے اس واقعہ کا ذکر کیا انہوں نے مجھے بلوایا میں پہونچی تو وہ کچھ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے واقعہ معلوم کیا جب میں نے بتایا تو انہوں نے جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اسے سے کہلوایا کہ وہ

۱؎ الاستیعاب ج:۴ص:۲۹۰

۲؎ ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی حب العلاء فی حُبّ الولد

اسی جگہ عدت پوری کرے جہاں اسے اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔ ۱؎

کسی دور کے علمی وفکری حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے معروف شخصیتوں کے ساتھ غیر معروف شخصیتوں کا مطالعہ بھی ضروری ہے اسی سے اس دور کا صحیح نقشہ سامنے آسکتا ہے اس سلسلہ کے دو واقعات ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں۔

۸............حضرت ام ورقہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے قرآن جمع کیا تھا ایک اور روایت میں آتا ہے کہ وہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں ان کے لئے ایک مؤذن بھی مقرر فرما دیا تھا۔ ۲؎

۹............رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو رائطہ نامی باندی عطا کی تھی روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اسے قرآن مجید کی تھوڑی سی تعلیم دی تھی۔ ۳؎

دور تابعین کی بعض خواتین کا ذکر ملاحظہ فرمائیں جو علم وعمل میں اپنا مقام رکھتی تھیں۔

۱............عمرہ بنت عبد الرحمٰن یہ حضرت عائشہؓ کی گود میں پلی تھیں اور ان کی خاص تلامذہ میں تھیں ۹۸ھ میں وفات پائی انہوں نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ ام ہشام بنت حارثہ حبیبہ بنت سہیل اور حضرت ام حبیبہ حمنہ بنت جحش سے بھی حدیث کی روایت کی ہے ان سے اپنے وقت کے اکابر نے حدیث روایت کی ہے

۱؎ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المتوفی منہا تنتقل

۲؎ طبقات ابن سعد ج:۸ص:۴۵۷، الاصابة فی تمیز الصحابة ج:۴ص:۵۰۵

۳؎ اسد الغابة الاصابة فی تمیز الصحابہ ج:۴ص:۲۹۹

جن میں امام زہری عبداللہ بن ابوبکر بن حزم یحییٰ بن سعید انصاری عروہ بن زبیر سلیمان بن یسار اور عمرو بن دینار جیسے ائمہ داخل ہیں۔

۲............حفصہ بنت سیرین بارہ برس کی عمر میں قرآن کی تعلیم سے فارغ ہوگئیں یحییٰ بن سیرین انس بن مالک ام عطیہ انصاریہ ام الرائح ابوالعالیہ ابوذیبان ربیع بن زیاد اور حضرت حسن بصری کی والدہ خیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے ان سے محمد بن سیرین قتادہ عاصم الاحول ایوب سختیانی خالد الخذاء ابن عون ہشام بن حیان جیسے بزرگوں نے روایتِ حدیث کی ہے۔

امام ابن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں ''ثقةٌ حجةٌ'' قابل اعتماد اور حجت ہیں ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے ہیں۔

''ما ادركت احداً افضله على حفصة ''میں نے کسی ایک شخص کو نہیں دیکھا جسے حفصہ بنت سیرین سے برتر کہوں سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ [1]

۳............عائشہ بنت طلحہ ان کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ام کلثوم تھیں انہوں نے حضرت عائشہ سے حدیث کی روایت کی ہے ان سے ان کے لڑکے طلحہ بن عبداللہ حبیب بن عمروان کے بھتیجے طلحہ بن یحییٰ ایک اور بھتیجے معاویہ بن اسحاق موسیٰ بن عبیداللہ فضیل بن عمرو منہال بن عمرو عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن سعید نے روایت کی ہے۔

ابن معین ان کے بارے میں کہتے ہیں۔

[1] تہذیب التہذیب ج:۱۲ص: ۴۳۸، ۴۳۹

''ثقةٌ حجةٌ'' (قابل اعتماد اور حجت ہیں)

عجلی اور ابن حبان نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے ابوزرعہ دمشقی جیسے محدث کہتے ہیں۔

''حدث عنها الناس لفضلها وادبها ''[1] لوگوں نے ان کے علم و فضل اور ادب و اخلاق کی وجہ سے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔

۴............خیرہ حضرت حسن کی والدہ اور حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے حدیث کی روایت کی ہے ان کے دولڑکے حسن بصری سعید بصری اور علی بن زید بن جدعان معاویہ بن قرہ مزنی اور حفصہ بنت سیرین نے روایت کی ہے ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ [2]

دور تابعین کے بعد کی بعض خواتین کا ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

۱............سیدہ بنت نفیسہ اہل بیت سے تھیں سلسلۂ نسب یہ ہے نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی ابن ابی طالب اپنے شوہر اسحاق بن جعفر الصادق کے ساتھ مصر پہونچیں ایک خیال یہ ہے کہ وہ اپنے والد حسن کے ہمراہ پہونچی تھیں۔ علامہ خلکان لکھتے ہیں کہ۔

''نفیسہ بہت نیک اور خداترس خاتون تھیں علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ روایت ہے کہ امام شافعی مصر پہونچے تو ان کی خدمت میں گئے اور حدیث سنی امام موصوف کا انتقال ہوا تو جنازہ ان کے گھر پہونچایا گیا اور انہوں نے گھر ہی کے اندر سے نماز جنازہ پڑھی۔''

[1] تہذیب التہذیب ج:۱۲ص:۴۴۳۔۴۳۷

[2] تہذیب التہذیب ج:۱۲ص:۴۱۶

ابن خلکان فرماتے ہیں۔

''مصریوں کو ان کے ساتھ بڑا اعتقاد رہا ہے ۲۰۸ھ میں وفات پائی''۔ ۱؎

۲............''امام شافعیؒ کی والدہ کو کسی معاملہ میں گواہی دینے کے لئے ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ عدالت میں جانا پڑا قاضی نے دونوں عورتوں کی گواہی الگ الگ لینی چاہی تو امام شافعیؒ کی والدہ نے گواہی دینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر اس لئے قرار دیا ہے کہ ''ان تضل احدهما فتذکر احدهما الاخریٰ ''اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے اور الگ الگ گواہی لینے میں یہ علت باقی نہیں رہے گی قاضی نے مجبور ہوکر دونوں عورتوں کے بیانات ساتھ لئے۔ ۲؎ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ پردہ میں رہ کر بھی ان کی علمی و فکری سطح کتنی بلند تھی۔

۳......سید التابعین سعید بن مسیّب کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کی صاحبزادی کی شادی ابو وداعہ سے ہوئی اور ابو وداعہ حضرت سعید بن مسیّب کے شاگرد تھے اور ان کے درس حدیث میں برابر حاضر ہوتے تھے جب وہ اپنے شوہر کے گھر آئیں اور شوہر نے دوسرے دن حضرت سعید بن مسیّب کے پاس ان کے درس میں شرکت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو صاحبزادی نے اپنے شوہر ابو وداعہ سے کہا کہ۔

''اجلس اعلمک علم سعید'' تشریف رکھئے سعید ابن مسیّب

۱؎ وفیات الاعیان ج:۵ ص:۵۶۔۵۷

۲؎ سیرۃ الشافعی بحوالہ الاعتصام لاہور

جو تعلیم دے سکے ہیں وہ میں یہیں دے دوں۔ ۱؎

۴..........حضرت امام مالک کی بابت مروی ہے کہ جب امام مالک کے شاگرد ان پر مؤطا کی قرأت کرتے اور قاری سے کہیں خطا ہو جاتی اور وہ کوئی لفظ کم کر دیتا یا زیادہ کر دیتا اور حضرت امام مالک اس پر نہ ٹوکتے تو ان کی لڑکی جو دروازے کے اوٹ میں بیٹھ کر سماع کرتی تھیں دروازہ کھٹکھٹا دیتیں اور امام مالک کو فوراً تنبیہ ہو جاتا کہ قاری سے کہیں خطا ہوئی ہے۔ امام صاحب قاری کو دوبارہ پڑھنے والے سے فرماتے۔

'' ارجع فالغلط معک ''۲؎ دہراؤ تم غلطی کر رہے ہو۔

۵..........امام اشہب سے مروی ہے کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ گئے اور ایک لونڈی سے سبزی خریدی اور وہاں ان دنوں سبزی روٹی سے بکا کرتی تھی اشہب نے لونڈی سے کہا تم اس وقت سبزی ہمیں دے دو جب شام کو روٹی ہمارے پاس آئے گی تو تم ہمارے پاس آجانا ہم تمہیں روٹی دے دیں گے لونڈی نے کہا یہ تو جائز ہی نہیں ہے؟ اس نے کہا یہ کھانا کی بیع کھانا سے ہے اور بیع الطعام بالطعام ہاتھوں ہاتھ ہی جائز ہے ادھار جائز نہیں۔ امام اشہب کو لونڈی کی اس دینی معلومات پر حیرت ہوئی پوچھا یہ کس کی لونڈی ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ امام مالک کی لونڈی ہے۔ ۳؎

عوام کی سطح کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

''خلیفہ منصور کی لڑکی اور ہارون رشید کی بیوی ام جعفر کے حالات میں آتا ہے کہ ان کے محل میں سو باندیاں تھیں جو سب کے سب حافظ قرآن تھیں ان میں سے ہر ایک کے لئے ضروری تھا کہ روزانہ تین پارے قرآن پڑھے اس کے محل

۱؎ المدخل لابن الحاج ج:ا ص:۲۱۷ ۲؎ حوالہ مذکور

۳؎ المدخل لابن الحاج ج:ا ص:۲۱۵

سے قرآن کی تلاوت کی آواز اس طرح سے آتی تھی جیسے شہد کے چھتے سے مکھیوں کی آواز آتی ہے۔''۱

جس دور کی باندیاں حافظ قرآن ہوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور کی دوسری خواتین علم وفضل کے کس مقام پر فائز ہوں گی۔

آیئے ماضی قریب کی بھی چند مسلم خواتین کا ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

۱..................امام ابومحمد سراج الدین عبدالرحمٰن بن عمر دانی حنبلی کی اولاد میں ایک نابینا لڑکی تھی اس لڑکی نے فن حدیث کی باقاعدہ تحصیل کی تھی یہ لڑکی قوت حافظہ میں نادرۂ روزگار شمار ہوتی تھی ان کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ حدیث کی چھ معتبر کتابوں صحاح ستہ میں درج کسی حدیث سے متعلق ان سے دریافت کیا جاتا تو وہ فوراً جواب دیتی تھیں کہ یہ حدیث فلاں کتاب اور فلاں باب میں موجود ہے۔

۲..................ہندوستان میں ایک خاتون لحاظ النساء تھیں جن کو علم حدیث سے بہت شغف تھا انہوں نے علم حدیث کی باقاعدہ تحصیل کی تھی انہوں نے بھوپال میں مولانا محمد بشیر سہسوانی سے علم حدیث حاصل کیا پھر دہلی میں میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے درس میں شرکت کر کے فن حدیث کی تکمیل کی اور سند حاصل کی۔ ۱۹/ سال کی عمر میں وہ تحصیل علم حدیث سے فارغ ہوچکی تھیں اس کے بعد ساری عمر وہ اشاعت علم حدیث میں مشغول رہیں ۱۳۰۹ھ میں انہوں نے وفات پائی۔۲

دعوت وتبلیغ: تبلیغ صرف زبان ہی سے نہیں ہوتی بلکہ آدمی کا کردار اس کا

۱ وفیات الاعیان ج:۲ص:۷۰ یہ معلومات ''عورت اور اسلام سے'' ماخوذ ہیں
۲ مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات ص:۳۰

مضبوط رویہ بھی تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے کسی مسلک پر انسان کی ثابت قدمی اس کے لئے قربانی اور اسے غالب وسربلند دیکھنے کی تڑپ بعض اوقات دعوت وتبلیغ سے زیادہ کارگر ہوتی ہے اور بڑے بڑے لوگ اس سے متاثر ہوجاتے ہیں مسلمان خواتین کی استقامت اور ثابت قدمی سے اسلام کے سخت ترین مخالفین کو اپنی جگہ سے ہلا دیا ہے اور وہ اسلام کے بارے میں سوچنے اور اسے قبول کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اس کا اندازہ ذیل کے دوچار واقعات سے ہوسکتا ہے۔

۱..........حضرت انس کی والدہ ام سلیم بنت ملحان اپنی سوجھ بوجھ اور دانائی میں مشہور تھیں علامہ ابن عبدالبران کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''کانت من عقلاء النساء''۱ عاقل اور دانا عورتوں میں سے ایک تھیں

امام نووی فرماتے ہیں۔

'' کانت من فاضلات الصحابیات ''۲

علم وفضل والی صحابیات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

مدینہ میں اسلام پہونچا تو انہوں نے سبقت کی اور اسلام لے آئیں اس وقت ان کے شوہر مالک بن نضر مدینہ سے باہر تھے واپس ہوئے تو انہیں اس کا علم ہوا۔ کہا کہ کیا بے دین ہوگئی ہو؟ جواب دیا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں۔ حضرت انس بن مالک گود میں تھے انہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بولنا سکھاتی تھیں یہ دیکھ کر شوہر نے کہا میرے بچے کا بھی دین نہ خراب کرو کہا اس کا دین خراب

۱ الاستیعاب ج:۴ص:۴۵۶
۲ تہذیب الاسماء واللغات ج:۲ص:۳۶۳

نہیں کر رہی ہوں (بلکہ صحیح دین کی تعلیم دے رہی ہوں)

اپنے شوہر کو اسلام کی دعوت دیتی رہیں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا خفا ہو کر شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔[۱]

شوہر کے انتقال کے بعد مشہور صحابی ابوطلحہؓ نے ان سے نکاح کرنا چاہا لیکن اس وقت وہ اسلام نہیں لائے تھے ام سلیم نے ان سے کہا کہ آپ مشرک ہیں اور میں اسلام لا چکی ہوں جب تک آپ بھی اسلام نہیں لے آتے ہم دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا آخر کار ام سلیم نے مختلف اوقات میں ابوطلحہ کو اسلام کی دعوت دیتی رہیں ایک دن انہوں نے کہا تمہاری بات اب میری سمجھ میں آ گئی اب میں اسلام لاتا ہوں اس کے بعد ام سلیم نے ان سے کہا اب جب کہ آپ اسلام قبول کر چکے ہیں تو ہم دونوں کا نکاح بھی ہو سکتا ہے، چنانچہ ان کا نکاح ہوا اور حضرت ام سلیم نے (خوشی میں) ان سے مہر بھی نہیں لیا۔[۲]

۲...............حضرت سمیہؓ مکہ کے مشہور گھرانے بنی مخزوم کی لونڈی تھیں وہ مسلمان ہوئیں تو انہوں نے اپنے شوہر یاسر اور بیٹے عمار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا اور وہ دونوں بھی مسلمان ہو گئے۔

۳...............حضرت عمر فاروقؓ کی بہن فاطمہ مسلمان ہوئیں تو حضرت عمر بہت برہم ہوئے ان کے گھر پہونچ کر ان کو اور ان کے شوہر سعید بن زید کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا لیکن ہوا یہ کہ اسی وقت بہن کی باتوں سے متاثر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ

۱ الاستیعاب ج:۴ص:۴۵۵
۲ تفصیل کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ج:۸ص:۴۲۶، ۴۲۷

وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔[۱]

۴...............حضرت ناجیہ انصار کے ایک مشہور خاندان بنو اسلم کی خاتون تھیں والد ماجد سہیل بن عمر عرب کے مشہور تاجر اور قبیلہ بنو اسلم کے سردار تھے حضرت ناجیہ اس وقت مسلمان ہوئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ پہونچے ان کے خاندان والے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتے تھے مگر یہ خود مدینہ منورہ میں رہا کرتی تھیں۔

حضرت ناجیہ کو اشاعت اسلام سے بہت دلچسپی تھی ان کا معمول یہ تھا کہ مہینہ میں دو مرتبہ مختلف قبائل کی خواتین کے پاس جایا کرتی تھیں اور ان کے سامنے اسلام کے فضائل و محاسن بیان کرتی تھیں ان کی تقریر میں بڑا اثر ہوتا تھا جب وہ عورتوں کے مجمع میں وعظ فرماتی تھیں تو ایک عجیب سا اثر طاری ہو جاتا تھا جب تک وعظ نہ ختم ہوتا تھا خواتین دھیان سے سنتی رہتی تھیں حضرت ناجیہ کی کوششوں سے ایک سو بارہ عورتیں مسلمان ہوئیں۔

اولاد کی تربیت: اولاد کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کی تعلیم دلانا والدین پر ایک ضروری دینی فریضہ ہے اچھی تعلیم و تربیت صدقہ و خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے والدین کو اپنی اولاد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سانچے میں ڈھالنا چاہئے تاکہ ان کی اولاد صحیح معنوں میں اسلام کے کام آ سکے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں تن، من، دھن نثار کر سکیں۔ چنانچہ ہمارے سامنے دور اول اور ماضی قریب کے مسلمان خواتین کے ایسے بہت سے نمونے ہیں ان میں سے چند واقعات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

۱ سیرۃ ابن ہشام ج:۱ص:۳۶۷

۱..........حضرت خدیجہؓ کے گھر اپنی اولاد میں چار بیٹیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھیں اور پچھلے دو شوہروں سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ان چھ بیٹوں کے ساتھ حضرت علی بھی حضرت خدیجہؓ کے گھر رہتے تھے یاد رہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تھی تو اپنے چچا ابو طالب سے الگ رہنے لگے تھے چونکہ ابو طالب کے آل و اولاد زیادہ تھی اس لئے حضرت علی کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا حضرت علی اس وقت پانچ برس کے تھے حضرت علی کی پرورش و پرداخت کے بارے میں ایک صاحب قلم نے کس مزے کی بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی ذمہ داریوں نے ایسا مصروف کر رکھا تھا کہ آپ کو گھر اور بال بچوں کے لئے وقت نہیں ملتا تھا وہ حضرت خدیجہ تھیں جو گھر کو بنائے ہوئے تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اشارے پاتی تھیں انہی کے مطابق بال و بچوں کی پرورش پرداخت کر رہی تھیں پانچ برس کے علی کو حضرت علی بنانے میں اگر ایک طرف پروردگار عالم کی رحمت کام کر رہی تھی تو دوسری طرف حضرت خدیجہ کا بھی ہاتھ تھا۔''

حضرت خدیجہ کے سامنے اس وقت سب سے بڑا مرحلہ یہ تھا کہ ان کے جیتے جی رسول خدا کو مکہ کے قریش زک نہ پہونچائیں چنانچہ اولاد کے دل و دماغ میں سب سے زیادہ جو چیز بھر دی تھی وہ تھا محبت رسول کا جذبہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی چھ سات برس کی بچی (بی بی فاطمہؓ) نے جب سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حرم شریف کے اندر کافروں نے اونٹ کی اوجھ ڈال دی ہے تو بے تحاشا دوڑتی ہوئی پہونچیں آپ کے اوپر سے اوجھ ہٹائی اور کافروں کو بری طرح سے لتاڑا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بار جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے گھیر لیا تو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے بیٹے ہالہ جو صحت مند نوجوان تھے دوڑ کر گئے اور آپ کو بچانے لگے ہالہ کے پہونچ جانے سے تو یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچ گئے لیکن اس فداکار پر کچھ ایسی چوٹیں پڑیں کہ جانبر نہ ہو سکے۔

۲..........حضرت فاطمہؓ بڑی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا آپ سے جو اولادیں ہوئیں ان میں سے حضرت حسن حسین زندہ رہے اور انہوں نے جو دین کی شاندار خدمات انجام دیں سب جانتے ہیں یہ دونوں حضرات ایسے کیسے بنے اسکی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

''حسن حسین دونوں چھوٹے بھائی تھے ایک بار کھیل ہی کھیل میں لڑ پڑے۔ پھر دونوں والدہ ماجدہ کے پاس شکایت کرنے لگے حضرت فاطمہ نے دونوں صاحبزادوں کی شکایتیں سنیں۔ پھر فرمایا۔

''میں یہ کچھ سننا نہیں چاہتی کہ حسن نے حسین کو پیٹا یا حسین نے حسن کو میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ تم دونوں لڑے اور لڑائی اللہ کو پسند نہیں تم دونوں نے اللہ کو ناراض کیا جس سے اللہ ناراض اس سے میں بھی ناراض چلو بھاگو یہاں سے دونوں بھائیوں نے ماں کی نظر دیکھی جھٹ آپس میں صلح کر لیا اور منّے منّے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے معافی مانگی۔''

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بڑی ہستیاں جن کو ہم اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں آپ سے آپ ایسی نہیں بن گئیں ان کو بنانے میں ان کی ماؤں نے انہیں ہر وقت اپنی نظر میں رکھا ہے اور جس جگہ روک ٹوک کی ضرورت سمجھی بر وقت روک ٹوک کی۔

۳............حضرت ام سلیم مدینہ کے انصار میں سے تھیں جن بزرگوں نے مسلمان ہونے میں پہل کی ان میں ام سلیم بھی تھیں ان کے مسلمان ہونے پر ان کے شوہر مالک بن نضر کو بڑا دکھ ہوا ان کا ایک بچہ تھا ام سلیم بچے کو ہر روز کلمہ یاد کراتی تھیں مالک بن نضر سنتے تو خفا ہو کر کہتے کہ میرے بچے کو بھی بے دین کئے دیتی ہو پھر وہ ایسا ناراض ہوئے کہ ملک شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔[1]

ام سلیمؓ بیوہ ہو گئیں تو سب سے زیادہ جو فکر تھیں یہ تھی کہ بچے کی تربیت اچھے انداز سے ہو سکے۔

اللہ کا فضل ملاحظہ ہو تھوڑے ہی دنوں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے ام سلیم اپنے آٹھ برس کے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کو اپنی خدمت کے لئے اپنے پاس رکھ لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور فرمالی آگے چل کر یہی بچہ حضرت انس کے نام سے جانا پہچانا گیا حضرت انس بہت سی حدیثوں کے راوی ہیں حضرت انس فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے انہوں نے مجھے خوب ہی پالا اور تربیت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت انس کو حضور کی خدمت میں دینے کے بعد بھی ان کی دیکھ بھال میں کمی نہ کرتی تھیں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو کسی کام سے کہیں بھیجا اور فرمایا کہ کسی کو بتانا نہیں اس کام میں حضرت انس کو دیر ہو گئی جواب دیا

[1] الاستیعاب ج:۴ص:۴۵۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کام تھا اور وہ آپ کا راز ہے جو میں ہرگز نہ بتاؤں گا ام سلیم نے یہ سنا تو بیٹے کو شاباشی دی اور فرمایا ہرگز نہ بتانا یہ نبی صلی اللہ کا راز ہے۔

غور کیجئے کیا حضرت انس جیسے بزرگ بزرگوں کی محنت اور توجہ کے بغیر ایسے بن گئے نہیں! انس کو حضرت انس بنانے میں آپؐ کی توجہ تو تھی ہی مگر ماں کی تربیت کا بھی بڑا حصہ تھا۔

۴............امام ربیعۃ الرائے مدینہ منورہ کے جلیل القدر فقیہہ اور تابعی تھے امام مالک کے استاد تھے ان کے والد عبدالرحمان فروخ جہاد خراسان پر چلے گئے تھے اور وہ ماں کے پیٹ میں تھے تیس سال بعد وہ جہاد سے واپس ہوئے اس عرصہ میں بڑی تبدیلیاں آچکی تھیں گھر کا دروازہ نیزہ سے کھٹکھٹایا۔

آواز سن کر ربیعہ (جوان کے بیٹے تھے) نکلے اور انہوں نے کہا ''**یا عدو اللہ اتھجمُ علی منزلی** ''اے اللہ کے دشمن کیا تم میرے گھر پر مجرمانہ حملہ کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے بندے یہ میری نیت ہرگز نہیں حاشا وکلا میں کسی کی عزت وعصمت کی چار دیواری میں چھلانگ لگانا نہیں چاہتا ہوں اور نہ کسی غیر کے گھر پر قابض ہونا چاہتا ہوں عبدالرحمٰن نے کہا کہ تم دشمن خدا ہو کہ میرے گھر میں گھس گئے باپ اور بیٹے ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے آپس میں اس قدر الجھ گئے کہ دست وگریبان کی نوبت آگئی اتنے میں ان کی والدہ نے اندر سے جھانک کر دیکھا انہوں نے اپنے شوہر کو پہچان لیا اور اندر آنے کی اجازت دے دی ماں نے بیٹے کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ ہیں اور اپنے شوہر سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ربیعہ ہے یہ

بات سنتے ہی اجنبیت کی دیوار منہدم ہوگئی اور باپ بیٹے ایک دوسرے سے لپٹ گئے ۔شوہر نے بیوی سے تیس ہزار دینار کا حساب مانگا جو وہ چلتے وقت بیوی کو دے کر گئے تھے ۔سمجھ دار بیوی نے کہا میں نے ان کو دفن کر دیا ہے بوقت ضرورت حاضر کر دوں گی ۔امام ربیعہ مسجد نبوی میں درس دے رہے تھے جہاں امام مالک بن انس حسن بن زید اور دوسرے اہل علم ان سے استفادہ کرتے تھے فروخ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے گئے انہوں نے ایک نوجوان کے درس سے کثیر تعداد میں لوگوں کو استفادہ کرتے دیکھا لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے جواب دیا یہ ربیعہ بن فروخ ہیں یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے بیٹے کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے گھر آ کر بیوی سے کہا۔ میں نے تمہارے بیٹے کو علم وفضل میں سب سے آگے پایا ہے اس موقع پر بیوی نے کہا بتاؤ تیس ہزار دینار پسند ہے یا بیٹے کا یہ درجہ ومرتبہ فروخ نے کہا کہ یہ مرتبہ اور درجہ تیس ہزار سے بہت بلند ہے بیوی نے جواب دیا میں نے ساری رقم اس لڑکے کی تعلیم پر خرچ کر دی ہے شوہر نے جواب دیا تم نے رقم ضائع نہیں کی۔

امام ربیعہ بن فروخ کی تعلیم وتربیت تنہا ان کی والدہ نے کی تھی یہ ان کے صبر و استقلال اور تربیت کا ثمرہ تھا کہ ربیعہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہہ بن گئے۔[1]

کاش! آج یہی جذبہ مسلم خواتین میں ہوتا تو اسلام کا ہر بچہ غازی ،فقیہہ، امام وقت اور قائد ملت ہوتا۔

۱؎ تاریخ خطیب بغدادی ج:۸ ص:۴۲۲

۵.........سفیان ثوری بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے ان کی پرورش اور تربیت ان کی والدہ نے کی تھی انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے تم علم دین حاصل کرو میں سوت کات کر تمہارے مصارف پورے کروں گی اور فرمایا بیٹے جب تم دس حدیثیں یاد کر لو تو دیکھو کہ تمہاری نیک چلنی اور بُردباری میں اضافہ ہوا یا نہیں اگر تم کو ان امور میں زیادتی نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ علم تمہارے حق میں مفید ہے اور اگر اضافہ محسوس نہ ہو تو پھر یہ علم تمہارے لئے بیکار ہے۔[1]

۶.........امام احمد بن حنبل کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالملک شیبانی تھا یہ بڑی دیندار خدا ترس متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا بچپن ہی میں ان کی والدہ ان کو خراسان سے لے کر بغداد آ گئیں۔ یہاں انہوں نے بیٹے کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا ان کی نگرانی سخت تھی ہر وقت ان کی توجہ بیٹے کی تعلیم وتربیت کی طرف رہتی تھی اس تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں یہ نوجوان امام اہل سنت امام احمد بن حنبل بن گئے ورنہ بے باپ کے بچے کے بگڑنے کے امکانات بھی ہوتے ہیں۔[2]

۷.........حجاج بن یوسف عربی زبان کا بڑا فصیح وبلیغ آدمی تھا، باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا ان کی تعلیم وتربیت ان کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ۔

''میری والدہ نے میرے لئے ایک سو کلچے (روٹیاں) پکا کر ایک تھیلے میں بھر کر میرے حوالہ کیں پھر بغداد میں امام ابن شبانہ محدث کی مجلس میں پہونچا

۱؎ مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات ص:۱۰۷

۲؎ حوالہ سابق ص:۱۰۷

وہاں میں درس سنتا تھا اور روزانہ ایک کلچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھالیتا تھا اس طرح سو دن تک شیخ کے درس میں پابندی سے شرکت کرتا رہا جب وہ روٹیاں ختم ہوگئیں تو پھر میں اپنی والدہ کے پاس واپس آگیا تاکہ وہ مزید روٹیاں تیار کر کے مجھے دیں۔''[1]

۸............عبدالرحمٰن ابن جوزی تین سال کے تھے کہ ان کے والد فوت ہوگئے کفالت کی ساری ذمہ داری ان کی پھوپھی کے سر آگئی وہ بڑی سمجھدار خاتون تھیں اس کم سنی میں وہ ان کو علماء کی مجلس میں لے جا کر بٹھا دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ کان تو علم سے مانوس ہوں گے حفظ اوقات کی پابندی کا یہ نتیجہ نکلا کہ امام ابن جوزی دس سال کی عمر میں عالم بن گئے تھے اور وعظ فرمانے لگے تھے، آگے چل کر وہ جلیل القدر امام بن گئے۔[2]

۹............سرسید احمد خان کی والدہ خواجہ فرید الدین کی بیٹی تھیں اس گھرانے میں علم و فضل اور دولت و امارت متوارث چلی آرہی تھی عورتیں تعلیم یافتہ اور بلند اخلاق کی حامل ہوتی تھیں سرسید کی تربیت ان کی والدہ نے کی تھی یہ تربیت کس قسم کی تھی اس کا ایک واقعہ سرسید نے خود بیان کیا ہے۔

''بچپن میں کسی بات پر ناراض ہو کر سرسید نے بڑھیا ماما کے تھپڑ مار دیا ان کی والدہ ان پر سخت ناراض ہوئیں اور ان کو گھر سے نکال دیا یہ روتے دھوتے اپنی خالہ کے گھر چلے گئے خالہ نے تین دن اپنے گھر میں رکھا پھر وہ ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنی بہن کے گھر آئیں وہاں سرسید نے پہلے معافی مانگی تب ان کی والدہ نے ان کو معاف کیا اور گھر میں آنے دیا''

۱؎ مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات ص:۱۰۷

۲؎ حوالہ سابق ص:۱۰۸

یہ واقعہ زندگی بھر ان کو یاد رہا۔ اس طرح ان کی والدہ نے ان کی تربیتِ اخلاق کی۔[1]

۱۰............حضرت بایزید بسطامی ایک روز خوشی خوشی اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے ماں میرے اندر اللہ تعالیٰ نے کتنا کمال پیدا کر دیا ہے کہ امراء وزراء جو بھی آتے ہیں میری عزت و احترام کرتے ہیں ماں نے کہا بیٹا یہ تیرا کمال نہیں میرا کمال ہے۔

بایزید نے کہا ماں عبادت، ریاضت، اطاعت، مجاہدہ تو میں کرتا ہوں اس میں آپ کا کمال کہاں سے آگیا۔ ماں نے فرمایا۔

''بیٹا اگر میں تہجد کے وقت اٹھ کر نماز پڑھ کر تجھے دودھ نہ پلاتی تو تیرے اندر یہ کمال کہاں سے پیدا ہوتا۔''

اولاد سے محبت: انسان کے دل میں فطری طور پر اولاد سے محبت کا جذبہ موجود رہتا ہے اور اسی جذبہ کی تسکین کے لئے انسان کی اولاد کی خاطر اپنے آرام و راحت اور جان و مال ہر ایک چیز کی قربانی گوارہ کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اولاد کو زینت، نعمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے

انما اولادنا بیننا ☆ اکبادنا تمشی علیٰ الارض

لو هبّت الريح على بعضهم ☆ لامتنعت عيني من الغمض

''ہماری اولاد ہمارے جگر گوشے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں ان کو

۱؎ مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات ص:۱۱۰

اگر زور دار ہوا بھی لگے تو ہماری آنکھوں سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔''

ابوداؤد و ترمذی کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ پہنچائے وہ ہم میں سے نہیں''

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی اقرع بن حابس تمیمی کی موجودگی میں حضرت حسن کو محبت سے بوسہ دیا یہ دیکھ کر صحابی نے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہیں لیکن میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' **من لا یرحم و لا یرحم** ''

اس طرح یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بچہ کی روح پرواز کرتے ہوئے دیکھتے تو از راہ محبت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔

'' **ما رأيت احداً كان ارحم بالعيال من رسول الله صلى الله عليه وسلم** ''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بال بچوں کے ساتھ کسی کو میں نے مہربانی کرنے والا نہیں پایا۔

آپ کے صاحبزادے ابراہیم عوالی مدینہ میں آخری کنارہ پر ایک دایہ کی رضاعت میں سپرد کر دیئے گئے تھے دایہ کا شوہر لوہار تھا اس کے گھر میں بھٹی تھی اس میں اذخر گھاس وغیرہ جلانے کے سبب دھواں بہت ہوتا تھا مگر آپ ﷺ روزانہ وہاں پہونچتے اور اپنے بچے ابراہیم کو گود میں لے کر اس کا بوسہ لیتے اور محبت و پیار کر کے

واپس آجاتے یہ تھی پدری محبت۔ [۱]

عبداللہ بن عمر اپنے بیٹے سالم کو بیحد پیار و محبت کرتے تھے راوی کے الفاظ ہیں'' **وكان ابوه يحبه حبا شديداً** ''یعنی سالم کے والد سالم سے بے حد محبت کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر کو کچھ لوگوں نے اس شدید محبت پر ملامت کیا تھا تو آپ نے ایک شعر میں اپنی محبت کا کیا خوب اظہار کیا ہے۔ [۲]

يلومني في سالم و ابو بهم
و جلده بين العين والانف سالم

لوگ سالم کے بارے میں میری ملامت کرتے ہیں میں ان کی ملامت کرتا ہوں میرے بچہ کا چہرہ کس قدر صاف ستھرا پاکیزہ ہے اس سے کیونکر محبت نہ کروں۔

ایک واقعہ: ایک دفعہ حضرت عمرؓ امراء مملکت کا دربار کر رہے تھے اور مختلف اضلاع و صوبہ جات میں عمال و حکام کی نامزدگی و تقرری فرما رہے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک چھوٹا بچہ گرتے پڑتے پہنچا آپ نے بچہ کو گود میں اٹھا لیا اور اسکو پیار کیا اور اس کا بوسہ لیا ان حکام میں سے کوئی صاحب دور دراز کے علاقے کے تھے انہوں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ یہ بچہ آپ کا کون ہے فرمایا'' **هذا ولدی** '' یہ میرا بچہ ہے یہ سنکر انہوں نے کہا کہ میری بہت سی اولاد ہیں مگر میں کسی کا پیار نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے دل میں مہربانی نکال دی گئی ہے دل کی جگہ وہاں پتھر ہے یہ کہہ کر آپ نے اس کو گورنری سے معزول کر دیا اور فرمایا۔

---

۱ مسند احمد ج:۳ ص:۱۱۲

۲ صفوۃ الصفوۃ ج:۲ ص:۵۰

"انک لا ترحم ولدتک فکیف ترحم الناس"[1]

جب تم اپنی اولاد سے رحمت وشفقت نہیں کرتے تو میری رعایا پر کس طرح مہربانی ورحم کا سلوک کرو گے۔

اولاد کی موت پر صبر: صحیحین کی ایک حدیث میں ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا یا رسول اللہ آپؐ کی مجلس میں وعظ ونصیحت سننے اور اجر پانے کا موقع صرف مردوں کو ملتا ہے اور ہم عورتیں محروم رہ جاتی ہیں لہٰذا آپ ہمارے لئے ایک دن وعظ ونصیحت کی غرض سے مخصوص فرما دیجئے آپؐ نے دن اور جگہ کی تعین فرما دی جب عورتیں جمع ہوئیں تو آپؐ تشریف لائے اور وعظ ونصیحت کے ضمن میں فرمایا۔

"جس عورت کی زندگی میں اس کے تین بچے فوت ہو گئے اور اس نے صبر سے کام لیا تو وہ بچے اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان بنیں گے ایک عورت نے پوچھا کہ جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔"

حضرت ابوطلحہ کا لڑکا فوت ہو گیا وہ اس وقت گھر پر نہیں تھے ام سلیم نے بچہ کو کفنا کر کوٹھری میں رکھ دیا ابوطلحہ گھر آئے بچے کا حال پوچھا ام سلیم نے کہا آرام سے لیٹا ہے پھر شوہر کو کھانا کھلایا پھر بولیں ابوطلحہ امانت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر امانت رکھنے والا امانت واپس مانگے تو؟

ابوطلحہ نے فرمایا تو خوش دلی سے امانت واپس کر دینا چاہئے اب ام سلیم نے کہا اچھا تو تمہارا بچہ اللہ کی امانت تھا اسے اللہ نے لے لیا۔

[1] منتخب کنز العمال ج:۶ ص:۴۳۵

یہ سنا تو حضرت ابوطلحہ بولے بخدا ام سلیم میں صبر میں تم سے پیچھے نہ رہوں گا میں راضی برضا ہوں۔

مہمان نوازی: قرآن مجید کی بہت سی آیات میں گھر بیت کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے حقیقت میں گھر ہے گھر والیوں کا گھر والی اگر گھر میں نہیں ہے تو اس گھر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مہمانوں کا معاملہ ایسا ہوتا ہے جس کا تعلق زیادہ تر عورتوں ہی سے متعلق ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر والی مہمانوں کی وجہ سے گھبرا جاتی ہے لیکن صحابیات کے واقعات میں ہمیں کوئی ایسی بات نہ ملی حضرت ام سلیم کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے گھر کو مہمان خانہ بنا رکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو مہمان آتا وہ زیادہ تر انہی کے ہاں ٹھہرتا۔

اس سلسلہ میں نہایت دلچسپ اور نصیحتوں سے بھرا ہوا واقعہ ام سلیم کا ہے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو مہمان آئے آپ نے اپنے گھر کہلا بھیجا جواب آیا برکت ہی برکت ہے تو آپ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کون ان کو مہمان رکھے گا حضرت ام سلیم کے شوہر حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں۔

حضرت ابوطلحہ دونوں مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے ام سلیم سے کہا تو معلوم ہوا کہ صرف بچوں کا کھانا رکھا ہے وہ کھانا مہمان کو اس طرح کھلایا گیا کہ چراغ بجھا دیا گیا کھانا مہمانوں کے سامنے رکھا گیا حضرت ابوطلحہ بھی شریک ہوئے مگر ام سلیم کی بتائی ہوئی ترکیب کام میں لاتے رہے یعنی ہاتھ کھانے تک لے جاتے لیکن نوالہ نہ اٹھاتے اور پھر منہ کے پاس لے جاتے مہمان سمجھے کہ وہ بھی کھا رہے ہیں

اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو آپؐ نے فرمایا ابوطلحہ تمہارے گھر مہمانوں کو جس طرح رکھا گیا اس کی خبر اللہ نے مجھے دی۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان خواتین دین واخلاق سیرت وکردار علم وفضل اور تہذیب ومعاشرت ہر میدان میں نمایاں رہی ہیں انہوں نے مختلف پہلوؤں سے اسلام کی اتنی زبردست خدمت انجام دی ہے کہ تاریخ کا کوئی طالب علم نہ تو ان کو نظر انداز کرسکتا ہے اور نہ کم کر کے دکھا سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ: حضرت ابراہیم کا پورا واقعہ قرآن مجید سورۃ الذّاریات آیت ۲۴ میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کی اہلیہ محترمہ کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سنانے فرشتے آئے مہمان جان کر ابراہیم نے گھر میں کھانا تیار کرنے کی اطلاع دی اور اہلیہ صاحبہ نے کھانا تیار کیا کھانا مہمانوں کے سامنے پیش ہوا تو وہ فرشتے تھے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تو معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں کھانا نہیں کھائیں گے اس وقت فرشتوں نے کہا ابراہیم ڈرو نہیں ہم تو فرشتے ہیں ہم کو قوم لوط کی تباہی وبربادی کے لئے بھیجا گیا ہے اور ہم تمہیں اسحاق جیسے بیٹے کے پیدا ہونے کی اور ان کے بعد یعقوب جیسے پوتے کی پیدائش کی خوشخبری سناتے ہیں حضرت ابراہیم کی اہلیہ جو مہمانوں کی خدمت گزاری اور کھانے پینے کی چیزیں حضرت ابراہیم کے ذریعہ ان تک پہونچانے کے لئے پردہ کے اوٹ میں کھڑی ہو کر ابراہیمؑ اور فرشتوں کی گفتگو سن رہی تھیں بچہ کی ولادت کی بشارت سن

کر تعجب سے بول پڑیں کیا اس بڑھاپے میں مجھ بڑھیا بانجھ کو بچہ کی ولادت ہوگی اس وقت فرشتوں نے براہ راست بیگم ابرہیم کو خطاب کیا اور فرمایا۔

﴿اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ﴾ (سورۂ ہود:۷۳)

اس آیت میں حضرت ابراہیم کی اہلیہ کو اہل بیت گھر والو فرمایا گیا ہے اسی طرح سورہ یوسف میں بیت (گھر) زلیخا کی طرف منسوب کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

﴿وَ رَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا﴾

جس عورت کے گھر میں یوسف کو رکھا گیا تھا وہی ان کو پھسلانے لگی۔

سورہ احزاب کی آیت ۳۳۔۳۴ میں ﴿بیوتکن﴾ ارشاد فرما کر گھر اور بیت کی نسبت خواتین ہی کی طرف کی گئی ہے سورہ طلاق میں بھی فرمایا گیا ہے۔

﴿لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡ بُیُوۡتِهِنَّ﴾ یعنی طلاق پائی ہوئی عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو جب تک ان کی عدت پوری نہ ہو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں جو خواتین آئیں وہ امہات المومنین (ایمان والوں کی مائیں) کہلائیں اور رضی اللہ عنہن کا بھی خطاب ملا اور وہ اہل بیت بھی کہلائیں۔

اسلام کا نظام عفّت وعصمت

حیاء: حیاء کے معنی شرم کے ہیں اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ شرم ہے کہ جو کسی امر منکر کی طرف مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے محسوس کرتا ہے یہی حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو فحش اور منکر باتوں سے روکتی ہے اور اگر وہ جبلت حیوانی کے غلبہ سے کوئی برا فعل کر گزرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگتی ہے ندامت اور پشیمانی محسوس کرتا ہے یہ جذبہ اگر سرد ہو جائے تو آدمی معصیت کے حملوں سے بچانے والی ساری قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں یہی حقیقت ہے جسے ہر داعیٔ خیر نے اپنے اپنے دور میں سمجھایا تھا۔

"عن ابی مسعود قال قال النبی صلی الله علیه وسلم انّ مما ادرک الناس من کلام النبوة الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت"[1]

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ انبیائی تعلیمات کا جو حصہ لوگوں تک پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب حیاء اڑ گئی تو جو چاہے کرو۔ یعنی جب حیاء نہ ہوگی تو تجھ پر جبلت حیوانی غالب آجائے گی

۱؎ بخاری کتاب الادب باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ۱۰/۵۳۹۔۵۴۰ حدیث: ۶۱۲۰۔ ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحیاء ۴/۲۵۲ حدیث: ۴۶۹۶

اور کوئی منکر تیرے لئے منکر ہی نہیں رہے گا۔

حیاء اور غیرت کی تعلیم ہمیشہ سے کیوں لازمۂ نبوّت رہی؟ اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بیان فرمائی ہے۔

حضرت سعدؓ نے ایک مرتبہ فرمایا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کی عصمت دری کرتے دیکھے تو کیا اس کی غیرت اس بات کی اجازت دے گی کہ وہ قرآن کے حکم کے مطابق چار گواہ تلاش کرتا پھرے پھر خدانخواستہ اگر میرے ساتھ یہ ناگوار صورت پیش آئے تو میں اس بدمعاش کو وہیں ڈھیر کر دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غیرت مندانہ تقریر کو سن کر حاضرین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

"أ تعجبون من غیرة سعد والله لانا اغیر منه والله اغیر منی من اجل غیرة الله حرم الله الفواحش ما ظهر منها وما بطن"[1]

کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو اللہ قسم میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہے اور اپنی اسی غیرت کی وجہ سے اس نے کھلی اور چھپی تمام بے حیائیوں کو حرام کیا۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور خداترس ہستی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں آتا ہے۔

"کان النبی صلی الله علیه وسلم اشد حیاءً من العذراء فی خدرها و کان اذا کره شیئاً عرفناه فی وجهه"[2]

۱؎ بخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللہ۔ مسلم کتاب اللعان

۲؎ صحیح مسلم کتاب الادب باب کثرة حیاء صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں رہنے والی دوشیزہ سے زیادہ شرمیلے تھے جب حیاء کے منافی کوئی بات پیش آجاتی تو (آپؐ زبان مبارک سے) اس کا تذکرہ تک نہیں کرتے تھے بلکہ ناپسندیدگی رخِ مبارک سے ظاہر ہونے لگتی جسے ہم بھانپ لیتے

اسلامی اخلاقیات میں حیاء کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا نہیں ہے چنانچہ تمدن و معاشرت کا جو شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اس میں بھی اسلام نے اصلاحِ اخلاق کے لئے اسی چیز سے کام لیا ہے وہ صنفی معاملات میں نفس انسانی کی نگرانی پر مامور کر دیتا ہے یہاں تفصیل کے لئے موقع نہیں اس لئے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

دل کے چور: قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے مگر اخلاق کی نظر میں دائرۂ ازدواج کے باہر صنف مقابل کی جانب ہر میلان ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا اس کے کوچے کی خاک چھاننے کے لئے قدموں کا بار بار اٹھنا یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں قانون اس زنا کو نہیں پکڑ سکتا یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا کوتوال اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔ حدیث نبویؐ اس کی مخبری اس طرح کرتی ہے۔

''العینان تزنیان و زناھما النظر والیدان تزنیان و زناھما البطش والرجلان تزنیان و زناھما المشی و زنا اللسان النطق والنفس تتمنی و تشتھی والفرج یصدق ذالک کله و یکذبه''

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا نظر ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا دست درازی ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا اس راہ میں چلنا ہے اور زبان کی زنا گفتگو ہے اور دل کی زنا تمنا اور خواہش ہے آخر میں صنفی اعضاء ان سب کی تصدیق کر دیتے ہیں یا تکذیب۔

فتنۂ نظر: نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے شریعت جنس مقابل کے نظارہ سے روکتی ہے کیونکہ نظر کی آوارگی کے بعد جنسی آوارگی سے بچنا انتہائی مشکل ہے قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٥ وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾[1]

(اے نبیؐ) تم مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہے اور بلاشبہ اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے باخبر ہے اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

قرآن مجید نے غض بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا بالکل ایک ساتھ ذکر کیا ہے گویا پاک دامنی کے لئے نظر کی پاکی پہلی شرط ہے۔

شیطان کا سب سے پہلا اور خطرناک تیر نگاہوں کی تیر ہے نظریں برائیوں کو دل تک پہچانے میں صدر دروازہ کا کام کرتی ہیں۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

کل الحوادث مبدأھا من النظر — و معظم النساء من مستعفر الشرر

---

[1] النور:۳۱

نظرۃٌ فابتسامہ فسلامٌ فکلامٌ فموعدٌ فلقاءِ

تمام حوادث کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے اور چھوٹی چنگاری سے زبردست آگ بھڑک اٹھتی ہے پہلے نظر، پھر مسکراہٹ، پھر سلام، پھر کلام، پھر وعدہ اور پھر ملاقات۔

علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں اسی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

نگاہ پاک اگر ہے تو پاک ہے دل بھی
کہ حق نے دل کو کیا ہے نگاہ کا پابند

آخری دور کے مشہور شاعر اصغر گونڈوی نے خوب کہا ہے۔

ہوتا ہے راز عشق محبت انہیں سے فاش
آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر بے زباں نہیں

درحقیقت نظریں فتنہ انگیز عشق کا پیش خیمہ اور فحش کاری اور بدکاری کا داعیہ پیدا کرتی ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت فضیل بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اتنے میں کچھ کجاوہ نشینوں کا ادھر سے گزر ہوا حضرت فضیل بن عباس انہیں دیکھنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فوراً ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

ممانعت کی یہ عملی صورت تھی اگر دیکھنا جائز ہوتا تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے۔

''یا علی لا تتبع النظرۃ فان لک الاولیٰ و لیست لک

الاخریٰ''[۱]

اے علی نظر کے پیچھے نظر نہ دوڑاؤ کیونکہ پہلی (اتفاق نظر) تو تمہارے لئے معاف ہوسکتی ہے لیکن دوسری کا کسی طرح تمہیں حق نہیں پہونچتا۔

یعنی پہلی نگاہ اتفاقی ہوتی ہے اسلئے قابل عفو و درگزر ہے لیکن قصد و ارادہ کے ساتھ نظر بازی قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہی شیطانی تیر ہیں جو شرافت و اخلاق کو چھلنی کرکے رکھ دیتے ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگر کسی نامحرم پر اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کیا جائے؟ آپ نے فوراً جواب دیا اپنی نظر پھیر لو۔[۲]

محرمات کے ساتھ اختلاط کی شریعت اس لئے اجازت دیتی ہے کہ یہاں بالعموم جذبات محبت میں موجزن ہوتے ہیں اگر کوئی دیوّث ان جذبات محبت کو ہوس اور شہوت کی آگ میں تبدیل کرکے نظر اٹھاتا ہے تو شریعت کی نگاہ میں وہ حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

''فلو نظر الی امہ واختہ و ابنتہ یتلذذ بالنظر الیھا کما یتلذذ بالنظر الی وجہ المرأۃ الاجنبیۃ کان معلوماً لکل احد ان ھذا حرام''[۳]

---

[۱] ابوداؤد کتاب النکاح با ب ما یومر بہ من غض البصر ترمذی ابواب الآداب باب ما جاء فی نظرۃ الفجاۃ

[۲] مسلم کتاب الادب باب نظرۃ الفجاۃ۔ ترمذی ابواب الآداب ابوداؤد کتاب النکاح

[۳] فتاویٰ ابن تیمیہ ج:۱ص:۴۹

اگر کوئی شخص اپنی بہن یا بیٹی کو اس خیال سے دیکھتا ہے کہ ان سے لذت حاصل کرے جس طرح وہ ایک اجنبی عورت کو دیکھ کر لذت یاب ہوتا ہے تو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ حرام ہے۔

سماع پر پابندی: شریعت میں موسیقی اور آلات موسیقی کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے گانے کی حرمت کی نفسیاتی توجیہ کے لئے ہم اس وقت حافظ ابن جوزیؒ کے الفاظ مستعار لیتے ہیں۔

’’اعلم ان سماع الغناء یجمع شیئین احدهما انه یلهی القلب عن التفکر فی عظمة الله سبحانهٗ و القیام بخدمته و الثانی انه یمیله الیٰ اللذّات العاجلة التی تدعوا الی استیفائها من جمیع الشهوات الحسیّة ومعظمها النکاح ولیس تمام لذته الا فی المتجددات ولا سبیل الیٰ کثرة المتجددات من الحل فلذالک یحث علی الزنا فبین الغنآء والزناء تناسب من جهة ان الغناء لذة الروح والزنا اکبر لذات النفس ولهذا جاء فی الحدیث الغناء رقبة الزنا‘‘[1]

معلوم ہونا چاہئے کہ گانا سننے سے دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں پہلی یہ کہ گانا آدمی کو خدا کی عظمت میں تفکر اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل کر دیتا ہے دوسری خرابی یہ ہے کہ وہ آدمی کو دنیوی لذتوں کی طرف مائل کر دیتا ہے جو اس تمام مادی خواہشات کی تکمیل پر مجبور کرتے ہیں ان خواہشات کی سرفہرست صنفی خواہش ہے اور صنفی خواہش کی پوری آسودگی نئے نئے تعلقات کے لئے جائز حدود میں گنجائش نہیں اس طرح موسیقی آدمی کو زنا پر اکساتی ہے پس گانے اور زنا کے درمیان ایک طرح کی مناسبت ہے بایں طور کہ گانا روح کی لذت ہے تو زنا نفس کی

---

[1] نقد العلم والعلماء ص:۲۳۷ بحوالۂ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۲۹۱

ایک بڑی لذت ہے اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ گانا آدمی کو زنا کی طرف لے جانے میں جادو کا حکم رکھتا ہے۔

فتنۂ زبان: شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں پھیلتے ہیں مرد عورت بات کر رہے ہیں کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہے مگر دل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت لہجے میں لگاوٹ پیدا کئے جا رہا ہے قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے۔

﴿اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلاً مَعْرُوْفاً﴾[1]	اگر تمہارے دل میں خوف خدا ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں (بدنیتی) کی بیماری ہو وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر لے گا بات کرو تو سیدھے سادھے طریقہ سے کرو (جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز ناجائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی مزہ لیتا ہے اور سننے میں بھی اسی لطف کے خاطر عاشقانہ غزلیں کہی جاتی ہیں اور عشق و محبت کے افسانے جھوٹ سچ ملا کر جگہ جگہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اور سوسائٹی میں ان کی اشاعت اس طرح سے ہوتی ہے جیسے پولے پولے آنچ لگتی چلی جائے قرآن اس پر تنبیہ کرتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ﴾[2]

---

[1] الاحزاب:۳۲

[2] النور:۱۹

جولوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔

فتنۂ زبان کے اور بھی بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبے میں دل کا ایک نہ ایک چور اپنا کام کرتا ہے اسلام نے ان سب کا سراغ لگایا ہے اور ان سے خبردار کیا ہے عورت کو اجازت نہیں کہ اپنے شوہر سے دوسری عورت کی کیفیت بیان کرے۔

"لا تباشر المرأة حتى تصفها لزوجها كانه ينظر اليها "۱

عورت عورت سے خلا ملا نہ کرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ خود اس کو دیکھ رہا ہے۔

عورت اور مرد دونوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے ازدواجی معاملات کا حال دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کریں کیونکہ اس سے بھی فحش کی اشاعت ہوتی ہے اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔۲

نماز با جماعت میں اگر امام غلطی کرے یا اس کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے مگر عورتوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ صرف دستک دیں اور کچھ نہ بولیں۔۳

فتنۂ آواز: بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے اور اسلام اس کی ممانعت کرتا ہے۔

۱ ترمذی باب ماجاء فی مباشرۃ المرأۃ بالمرأۃ
۲ ابوداؤد باب من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ
۳ صحیح بخاری باب التصفیق للنساء ابوداؤد باب التصفیق فی الصلوٰۃ

﴿وَلاَ يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴾۱

اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیور وہ اپنے اندر پہنے ہوئے ہیں) اس کا حال معلوم ہو (یعنی جھنکار سنائی دے)

جذبۂ نمائش حُسن: نمائشِ حُسن عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کے زینت میں بالوں کے آرائش میں باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں قرآن نے ان سب کے لئے ایک جامع اصطلاح "تبرج جاهلية" استعمال کیا ہے ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذت نظر بنا ہو تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے اگر برقع بھی اس غرض کے لئے خوبصورت اور خوش رنگ انتخاب کیا جائے اور جدید فیشن کے مطابق اس کی سلائی کی جائے کہ نگاہیں اس سے لذت یاب ہوں تو یہ بھی تبرج جاہلیت ہے اس کے لئے کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے اس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہئے کہ کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے اگر ہے تو اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے کہ:

﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ ﴾

۱ النور:۳۱

یعنی اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں جس بناؤ سنگار کی نمائش تم کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو۔

جو آرائش ہر بری نیت سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

فتنۂ خوشبو: خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریر کا پیغام دوسرے نفس شریر تک پہنچاتے ہیں یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف ہی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیاء اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے وہ ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا اس کی عطریات تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہیں۔

"قال النبی صلعم المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا یعنی زانیة"[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔

"اذا شھدت احداکن المساجد فلا تمسن طیباً"[2]

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

"طیب الرجال ما ظھر ریحه و خفی لونه و طیب النساء ما

---

[1] ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ خروج المتعطرۃ
[2] صحیح مسلم وموطا

ظھر لونه و خفی ریحه"[1]

مردوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو

فتنۂ عریانی: عریانی اس دور کا ایک عظیم فتنہ ہے جس نے جذبات کی دنیا میں آگ لگادی ہے اور ان کو شہوت و ہوس کا دیوانہ بنا دیا ہے صنف مقابل ویسے بھی اپنے اندر جاذبیت رکھتی ہے عریانی اس جاذبیت کو اس قدر سخت کر دیتی ہے کہ آدمی کا معصیت سے دور رہنا ناممکن ہوجاتا ہے اس لئے فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فحاشی اور بدکاری کے اس محرک کو ختم کیا جائے چنانچہ اسی مطالبۂ فطرت کے تحت آدمی نے لباس کا اہتمام کیا لیکن تہذیب نو کا یہ حال ہے کہ ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کو اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں ہے ان کے یہاں لباس محض زینت کے لئے استعمال ہے ستر کے لئے نہیں ہے مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیاء کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتی غیر تو غیر اسلام اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے ننگا ہوں۔

"عن عتبة بن عبد السلمی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتی احدکم اھله فلیستتر و لا یتجرد تجرد العیرین"[2]

---

[1] ترمذی باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء ابوداؤد ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ
[2] ابن ماجہ ابواب النکاح باب التستر عند الجماع

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو چاہئے کہ پردہ کرلے اور دونوں اس حالت میں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوجائیں۔

اس تعلیم نے شرم وحیاء کا درجہ اس قدر بلند کردیا ہے کہ دور حاضر کے ذہن کے لئے اس کا تصور بھی دشوار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''ما نظرت الیٰ فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''[1]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قابل ستر حصہ کبھی نہیں دیکھا۔

اسلام عریانی کو کس قدر ہلاکت خیز تصور کرتا ہے اس کا اندازہ آپ درج ذیل حدیث سے فرماسکتے ہیں۔

''عن عائشة قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما امرأةٍ نزعت ثیابها فی غیر بیت زوجها هتکت ستر ما بینها و بین ربها''[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مکان کے علاوہ کسی اور جگہ اپنے کپڑوں کو اتارتی ہے وہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق کو توڑتی ہے۔

اسلام تنہائی میں بھی عریاں رہنا گوارہ نہیں کرتا۔

''فاللہ احق ان یستحی منه الناس''

اللہ اس کا زیادہ حق والا ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔[3]

---

۱ مسند احمد ج:۶ ص:۶۳

۲ مسند احمد ج:۶ ص:۴۱

۳ ترمذی باب حفظ العورۃ

حدیث میں آتا ہے کہ:

''ایّاکم والتّعریٰ فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط و حین یقضی الرجل الیٰ اهله فاستحیوهم و اکرموهم''[1]

خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ اللہ کے فرشتے لگے ہوتے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے بجز ان واقعات کے جن میں تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو لہٰذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کا لحاظ رکھو۔

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں ہے جس میں بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاسیاتٌ عاریاتٌ ممیلاتٌ مائلاتٌ رؤسهن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة و لا یجدن ریحها و انَّ ریحها لتوجد من مسیرةٍ کذاو کذا''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں اور مٹک مٹک کر چلتی ہیں اور جو اونٹ کے کوہان کی طرح اپنے مونڈھوں کو ہلا ہلا کر ناز وادا کا اظہار کرتی ہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اسکی بو پاسکیں گی حالانکہ جنت کی مہک دور تک پھیلی ہوگی۔

یہاں استیعاب مقصود نہیں ہم نے صرف چند مثالیں اس غرض سے پیش کی ہیں کہ ان سے اسلام کے معیار اخلاق اور اس کی اخلاقی اسپرٹ کا اندازہ ہوجائے اسلام سوسائٹی کے ماحول اور اسکی فضا کو فحشاء ومنکر کی تمام تحریکات سے پاک کردینا چاہتا ہے ان تحریکات کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے فحشاء ومنکر کے جراثیم

---

۱ ترمذی باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع

۲ صحیح مسلم باب النساء الکاسیات العاریات

وہیں پرورش پاتے ہیں اور وہیں سے ان چھوٹی چھوٹی تحریکات کی ابتدا ہوتی ہے جاہل انسان ان کو ہلکا سمجھ کر نظر انداز کردیتا ہے مگر حکیم کی نگاہ میں دراصل وہی اخلاق وتمدن ومعاشرت کو تباہ کردینے والی خطرناک بیماریوں کی جڑ ہیں۔

لہذا اسلام کی تعلیم اخلاق باطن ہی میں حیاء کا اتنا زبردست احساس پیدا کردینا چاہتی ہے کہ انسان خود اپنے نفس کا احتساب کرتا رہے اور برائی کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اگر پایا جائے تو اس کو محسوس کرکے وہ آپ ہی اپنی قوت ارادی سے اس کا استیصال کردے۔[1]

استیذان: گھر کے آدمیوں کو بلا اطلاع واجازت اچانک گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہئے شریعت نے منع کیا ہے تاکہ عورتوں کو ایسے حال میں نہ دیکھیں جس میں مردوں کو نہیں دیکھنا چاہئے ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور:۵۹)

اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہونچ جائیں تو چاہئے کہ وہ اسی طرح اجازت لے کر گھر میں آئیں جس طرح انکے بڑے ان سے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

یہاں بھی علت حکم پر روشنی ڈالی گئی ہے استیذان کی حد اسی وقت شروع ہوتی ہے جب کہ صنفی احساس پیدا ہوجائے اس سے پہلے اجازت مانگنا ضروری نہیں اس کے ساتھ غیر لوگوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل

۱ ماخوذ ''پردہ'' ص:۱۸۹تا۲۰۵

نہ ہوں۔ارشاد ربانی ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتاً غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا﴾ (النور:۲۷)

اے اہل ایمان! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اہل خانہ سے پوچھ نہ لو اور جب داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

اہل عرب ابتدا میں بسا اوقات گھر کے باہر سے گھروں میں جھانک لیتے تھے۔ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔آپ ؐ اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے کھڑکی میں جھانکا اس پر آپ ؐ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز چھبو دیتا استیذان کا حکم نظروں سے بچانے ہی کے لئے دیا گیا ہے۔[1]

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔[2]

پھر اجنبی مردوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو گھروں میں نہ چلے جائیں بلکہ باہر پردے کے اوٹ سے مانگیں۔

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ﴾ (الاحزاب:۵۳)

اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو اس میں تمہارے دلوں کے لئے بھی زیادہ پاکیزگی ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی۔

۱ صحیح بخاری باب الاستیذان من رجل البصر
۲ صحیح مسلم باب تحریم النظر فی بیت غیرہ

یہ احکام صرف اجنبی لوگوں ہی کے لئے نہیں بلکہ گھر کے خدام کے لئے بھی ہیں۔ چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلالؓ یا حضرت انسؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا۔[1]

حالانکہ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص تھے اور آپ کے پاس گھر والوں کی طرح رہتے تھے۔

تخلیہ اور لمس کی ممانعت: اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی مرد کسی کے پاس نہ تخلیہ میں رہے اور نہ اس کے جسم کو مس کرے خواہ وہ قریب ترین عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

”عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اياكم والدخول على النسآء فقال رجل من الانصار يا رسول الله افرأيت الحمو قال الحمو الموت “[2]

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا خبردار عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیور اور جیٹھ کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا وہ موت ہے۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے۔

”عن جابر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا تلجوا على المغيبات فان الشيطان يجرى من احدكم مجرى الدّم “[3]

حضرت جابرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

۱ فتح القدیر بحوالہ پردہ ص:۲۱۹
۲ صحیح بخاری باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم۔ صحیح مسلم باب تحریم الخلوة بالاجنبیة، ترمذی باب ماجاء فی کراہیة الدخول علی المغیبات
۳ صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة۔ ترمذی باب کراہتہ الدخول علی المغیبات

جن عورتوں کے ساتھ محرم مرد نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے (پتہ نہیں کب وہ آدمی کو گناہ کے دلدل میں پھنسا دے۔)

”عن عمرو بن عاص قال نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ندخل على النساء بغير اذن ازواجهن “[1]

حضرت عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر جانے سے منع فرمایا۔

ایسے ہی احکام لمس کے متعلق بھی ہیں۔

”قال النبى صلى الله عليه وسلم من مسّ كف امرأة ليس منها بسبيل وضع على كفه جمرة يوم القيامة“[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھوئے جس کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو اس کی ہتھیلی پر قیامت کے روز انگارہ رکھا جائے گا۔

نیز ارشاد نبوی ہے۔

”قال اياک والخلوة للنسآء والذى نفسى بيده ما خلا رجل بامراة الا دخل بينهما الشيطان ولان يزحمَ رجلا خنزيرٌ متلطخ بطين او حماة خير له من ان يزحم منكبه منكب امراةٍ لا تحلُّ “

خبردار عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس ذات باری کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب بھی کوئی آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو شیطان ان دونوں کے درمیان دخل دیتا ہے اور اگر کسی شخص

۱ ترمذی باب فی النهی عن الدخول علی النساء الا باذن ازواجهن
۲ فتح القدیر بحوالہ پردہ ص:۲۲۰

کے کاندھے سے کوئی ایسی سور ٹکرا جائے جو کیچڑ یا کالی بدبودار مٹی سے آلودہ ہو تو یہ اسکی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوگا کہ اس کا کاندھا کسی عورت کے کاندھے سے ٹکرا جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خدا ترس کون ہوگا کس کی اخلاقی بلندی رفعت کردار کا مقابلہ کرسکتی ہے اوران خواتین کے پاک جذبات آج کون سی عورت کو حاصل ہیں جو آپ سے اسلامی احکام کے اتباع کا عہد کرنے سے حاضر ہوئی تھیں وفاداری کا عہد مرد تو آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر کرتے تھے لیکن ذات اقدس کا دست مبارک کبھی کسی نامحرم خاتون کے ساتھ مس نہیں ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبایع النسآء بالکلام بھذہٖ الآیۃ لَا تُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا و ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃٍ الا امرأۃً یملکھا''۱؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے اس آیت کے ذریعہ ﴿لَا تُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا﴾ زبانی بیعت لیتے تھے آپ کا دست مبارک سوائے ایسی عورت کے جو آپ کے قبضہ میں ہوتی (بیوی) کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔

اس سے زیادہ واضح یہ الفاظ ہیں۔

''لا واللّٰہ ما مسّت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃٍ قطُّ غیر انہ یُبَایِعُھُنَّ بالکلام و کان یقول لھن اذا اخذ علیھن قد بایعتکن کلاماً''۲؎

۱؎ بخاری کتاب الاحکام باب بیعۃ النساء۔ جسم کو ہاتھ لگانے کے معاملہ میں محرم اور غیر محرم مردوں کے درمیان کافی فرق ہے بھائی اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر اسے سواری پر چڑھا سکتا ہے ظاہر بات ہے کہ کسی غیر مرد کے لئے نہیں ہے آپ جب کبھی سفر سے واپس ہوتے تو حضرت فاطمہ کو گلے لگا کر سر کا بوسہ لیتے اسی طرح حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے سر کا بوسہ لیتے تھے۔

۲؎ مسلم کتاب الامارۃ باب کیفیۃ بیعۃ النساء

نہیں قسم خدا کی کبھی حضور کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا آپ ان سے صرف زبانی بیعت لیتے تھے جب آپ ان سے قول وقرار لے چکتے تو فرماتے (اچھا اب جاؤ) میں نے گفتگو ہی کے ذریعہ بیعت لی ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ خود خواتین نے آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر شریعت کی اطاعت کا عہد کرنا چاہا تو آپؐ نے صاف کہہ دیا۔

''انّی لا اصافح النسآء انما قولی لمئۃٍ کقولی لِاِمْرَأۃٍ واحدۃٍ''۱؎

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا میرا سو عورتوں سے خطاب کرکے کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی عورت سے خطاب کروں (اس لئے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ عہد لینے کی ضرورت نہیں۔)

اختلاط سے اجتناب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبوں میں عورتیں شریک ہوتی تھیں لیکن کبھی وہ مردوں کے پہلو بہ پہلو نہیں بیٹھتی تھیں بلکہ ہمیشہ ان کی نشست گاہ مردوں سے بالکل الگ ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس ایک عید کی نماز کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''فصلی ثم خطب ثم اتیٰ النسآء و معہ بلالٌ فوعظھن''۲؎

پہلے آپؐ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ بلالؓ بھی تھے آپ نے ان کو نصیحت فرمائی۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

۱؎ مسند احمد ج:۶ ص:۳۵۷۔ نسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء دار قطنی ص:۴۸۷ وروی بمعناہ الترمذی

۲؎ بخاری کتاب العیدین باب العلم الذی بالمصلی

’’ قوله ثم اتى يشوبان النساء كن على حدة من الرجال غير مختلطات ‘‘[۱]

حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ اس کے بعد آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے بتاتا ہے کہ وہ مردوں سے علیحدہ تھیں ان کے ساتھ ملی جلی نہیں تھیں۔

ایک روایت ہے۔

’’ صلى قبل الخطبة ثم خطب فرأى انه لم يسمع النسآء فاتاهن فذكرهنّ ‘‘[۲]

آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اس کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ آپؐ اپنی باتیں عورتوں کو نہیں سنا سکے ہیں چنانچہ آپؐ ان کے پاس آئے اور ان کو نصیحت کی۔

یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خواتین مردوں سے اس قدر دور تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہ ہونے لگا کہ آپ کی آواز ان تک پہونچ بھی رہی ہے یا نہیں؟ تعلیم ہی نہیں زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت مرد و زن کے اختلاط کو روکنا چاہتی ہے ذیل کے ایک واقعہ سے شریعت کے منشاء اور رخ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے آپ سے عرض کیا کہ میرا لڑکا اسکی بیوی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے۔ آپ اللہ کے حکم کے مطابق اس کا فیصلہ فرما دیجئے آپؐ نے فرمایا: تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے اس کو جلا وطن کر دیا جائے گا اسکے بعد آپ نے انیس نامی ایک صحابی کو عورت کے متعلق حکم دیا۔

---

[۱] فتح الباری ج:۳ص:۳۸۷، ۳۸۸

[۲] بخاری کتاب العلم باب عظة الامام النساء و تعلیمہن۔ مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین واللفظ المسلم

’’ اغد علیٰ امرأة هذا فسلها فان اعترفت فارجمها فاعترفت فرجمها ‘‘[۱]

جاؤ اس (دوسرے) شخص کی بیوی کے پاس اور اس سے دریافت کرو اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور انہوں نے اس کو سنگسار بھی کیا۔

غور کیجئے! موت و حیات کا فیصلہ کرنے والے مقدمہ کی سماعت کے لئے بھی آپ نے پسند نہیں کیا کہ عورت کو عدالت میں طلب کیا جائے بلکہ اپنے نمائندہ کو تحقیق اور قانون کے نفاذ کا حق دے کر عورت ہی کے پاس روانہ کیا۔

اس کا مقصد سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے جو امام نسائی نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب باندھ کر ظاہر کیا ہے۔

’’ صون النساء عن مجلس الحكم ‘‘[۲]

عدالت گاہوں سے عورتوں کو بچانا۔

ابن قاسم نے امام مالک سے دریافت کیا کہ اگر عورتوں سے قسم لینے کی ضرورت پیش آئے تو قسم کہاں لی جائے؟ امام مالک نے جواب دیا۔

’’ اما كل شیء له بال فانهن يخرجن فيه الى المساجد فان كانت امرأة تخرج بالنهار اخرجت نهاراً فاحلفت فى المسجد و ان كانت ممن لا تخرج اخرجت ليلا فاحلفت فيه قال و ان كا ن الحق انما هو شیء يسير لا بال له احلفت فى بيتها اذا كانت ممن لا تخرج و ارسل القاضى اليها من يحلفها لطالب الحق ‘‘[۳]

---

[۱] بخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر والرواۃ باب ہل یامر الامام رجلاً فیضرب الحد غائباً عنہ۔ مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا

[۲] نسائی کتاب آداب القضاۃ

[۳] المدونۃ الکبریٰ ج:۴ص:۱۷، ۱۰۳ بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۱۹۱، ۱۹۲۔

معاملہ اگر اہم ہے تو قسم لینے کے لئے وہ مسجدوں میں لائی جاسکتی ہیں اگر ایسی عورت ہو جو دن میں نکلتی ہو تو دن میں اسکو نکالا جائے گا اور مسجد میں اس سے قسم لی جائے گی اگر وہ دن میں نہ نکلتی ہو تو رات میں اس کو مسجد لے جایا جائے گا اور اس سے قسم لی جائے گی امام مالک نے کہا اگر کوئی معمولی حق ہو (اور وہ گھر سے باہر نکلنے کی عادی نہ ہو) تو گھر ہی میں قسم کھلائی جائے گی اور قاضی اس کے پاس کسی ایسے آدمی کو بھیجے گا جو حق چاہنے والے کیلئے اس سے قسم لے گا۔

بیسوائی کے پیشہ پر قدغن:

جنسی تعلقات کے سلسلہ میں جائز حدود پر اصرار کرنے کے لئے لازمی ہے کہ بدکاری پر آمادہ کرنے والے محرکات کو معاشرہ سے ختم کیا جائے اور ایسی تمام راہیں بند کر دی جائیں جو فکر و عمل کی آوارگی کا سبب بنتی ہیں اس کے بغیر انسان کا صحیح راہ پر قائم رہنا دشوار ہے کبھی نہ کبھی ناپاک طریقوں پر اس کے قدم پڑ ہی جائیں گے۔

اس مقصد کے لئے اسلام نے معاشرہ کو بیسوائی کی گندگی سے پاک کرتا ہے وہ اس شاخ ہی کو کاٹ پھینکتا ہے جس پر منحوس پرندے اپنے آشیانے تعمیر کرتے ہیں۔

عرب جاہلیت کی تہذیب نے باقاعدہ زنا کے اڈے قائم کر رکھے تھے جہاں شہوت رانی کی تمام سہولتیں مہیا تھیں سرمایہ دار اپنی لونڈیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اپنی عصمت کی قیمت سے ان کے حرص و آرزو کی بھوک مٹائیں۔

قرآن مجید نے اس ذلت آمیز کاروبار کو یک قلم ممنوع قرار دے دیا۔

﴿وَ لاَ تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّناً لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (النور:۳۳)

دنیوی زندگی کے (حقیر) ساز و سامان کے حاصل کرنے کیلئے اپنی

لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اگر عفت کی زندگی گزارنا چاہیں۔

حضرت مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں۔

”ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن ثمن الكلب و مهر البغىٰ“[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور بیسوائی کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے سے منع فرمایا۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں۔

”مهر البغى خبيثٌ“[2] زانیہ کی آمدنی گندگی اور ناپاک ہے۔

اس کاروبار کے خلاف اسلامی علوم کے محققین کی رائے کتنی سخت ہے اسکا اندازہ آپ امام ابن تیمیہؒ کی حسب ذیل تصریح سے کر سکتے ہیں۔

”فَامّا اذا كان هو يرسلها لتبغىٰ و تنفق علىٰ نفسها من مهر البغآء او ياخذ هو شيئاً من ذالک فهذا ممن لعنة الله و رسوله و هو فاسق خبيثٌ آذنٌ فى الكبيرة آخذٌ مهر البغى و لم ينهها عن الفاحشة و مثل هذا لا يجوز اقراره بين المسلمين بل يستحق العقوبة الغليظة حتى يصون اماء ه و اقل العقوبة ان يهجر فلايسلم عليه ولا يصلىٰ خلفه اذا امكنت الصلوةُ خلف غيرهٖ و لا يستشهد ولا يولىّٰ ولاية اصلاً و من استحلَّ ذالک فهو كافرٌ مرتدٌ يستتاب فان تاب والاّ قتل و كان مرتداً لا ترثه و رثته المسلمون و ان كان جاهلاً بالتحريم عُرّفَ ذالک حتى تقوم عليه الحجة فان هذا من المحرّمات المجمع عليها“[3]

---

[1] بخاری کتاب الاجارة باب کسب البغی والاماء مسلم کتاب للمساقاة والمزارعة۔
[2] ابوداؤد باب فی کسب الحجام۔ ترمذی ابواب البیوع باب ثمن الکلب
[3] فتاویٰ ابن تیمیہ ج:۴ص:۲۴۵

اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو زنا پر بھیجتا ہے تا کہ کمائے اور اپنے آپ پر خرچ کرے یا خود وہ اس کمائی میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص پر اللہ اور اسکے رسول نے لعنت بھیجی ہے وہ فاسق ہے بدکردار ہے (کیونکہ) اس نے ایک بہت بڑے گناہ کی اجازت دے رکھی ہے اور ایک فاحشہ کی آمدنی حاصل کر رہا ہے اور اسے اس فحاشی سے باز نہیں رکھتا ایسے شخص کو قانوناً ساقط الاعتبار سمجھا جائے بلکہ اسے مسلمانوں کے اندر رہنے ہی نہ دیا جائے ایسا بدکردار انتہائی سخت سزا کا مستحق ہے یہاں تک وہ اپنی لونڈیوں کو پیشہ سے باز رکھے اس کی کم سے کم یہ سزا ہو سکتی ہے کہ اس سے تعلقات منقطع کر لئے جائیں اس کو سلام نہ کیا جائے اسکے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے بشرطیکہ کہ کوئی دوسرا امام مل سکتا ہو اس کو گواہ نہ بنایا جائے اور اسکو قطعا کوئی عہدہ نہ دیا جائے اگر وہ اسکو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے مرتد ہے اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا اسکے ارتداد کی وجہ سے اسکے مسلم ورثاء مال کے وارث نہیں ہوں گے اگر اس کو حرمت کا علم نہ ہو تو بتایا جائے گا تا کہ حجت پوری ہو جائے (اور پھر اس کے ساتھ اوپر والا معاملہ کیا جائے گا) کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

آزادانہ اختلاط پر پابندی: آدمی بیسواؤں کے کوٹھوں اور معصیت کے مراکز سے آنکھیں میچ کر آگے بڑھ سکتا ہے لیکن جہاں پورے معاشرے کو بدکاری کے اڈے میں تبدیل کر دیا گیا ہو وہاں وہ کس طرف بھاگے؟ اپنے اخلاق و کردار کی تربیت کے لئے کون سی دنیا آباد کرے؟ آج حال یہ ہے کہ ایک شخص خواہ بازار کا تاجر ہو یا کارخانہ کا ملازم، کالج کا طالب علم ہو یا آفس کا کلرک وہ کسی ہوٹل میں بیٹھا ہو یا پارک میں سیر و تفریح کر رہا ہو ہر جگہ صنف مقابل معصیت کا پیغام لئے موجود ہوتی ہے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں موجودہ تہذیب نے عورت

اور مرد کے ایک ساتھ عمل دخل کو لازم نہ کر دیا ہو یہی نہیں بلکہ اس یکجائی کو جو اس قدر رنگین و جاذب بنا دیا ہے کہ قدم قدم پر نگاہیں بھٹکنے لگتی ہیں اور عزم و ارادہ جواب دے جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ پر جنسی بھوک اور فاقہ کی کیفیت طاری ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شہوانیت ہر طرف بھیک کا پیالہ لئے گھوم رہی ہے۔

جب تک مرد اور عورت کے آزادنہ اختلاط کو ختم نہیں کیا جاتا معاشرہ اس کیفیت سے نجات نہیں پا سکتا آگ و روئی کا اتحاد ہمیشہ تباہی کا سبب بنا ہے اسلام نے عورت مرد کے حدود کار بالکل جدا رکھے ہیں اس لئے ایسے معاشرہ میں میل جول کے مواقع بہت کم آ سکتے ہیں جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہو، اور اگر کبھی دونوں کو ایک ہی دائرہ میں کام کرنا پڑے تو اختلاط سے بچے رہنے کا اسلام سختی سے حکم دیتا ہے۔

”عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهیٰ ان یمشی یعنی الرجل بین المرأتین “[۱]

عبداللہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خلط ملط ہوتے دیکھا تو عورتوں کو حکم دیا۔

”استاخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق“[۲]

پیچھے ہو جاؤ کیونکہ تمہیں بیچ راستہ پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تمہیں

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق حدیث:۵۲۷۳

[۲] ابوداؤد:۳۶۹/۴ حدیث ۵۲۷۲

راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہئے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورتیں راستہ چلتے وقت اس قدر سمٹی ہوئی اور دیواروں سے لگی ہوئی گذرتی تھیں کہ بسا اوقات ان کے کپڑے دیواروں میں اٹک اٹک جاتے تھے۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

’’الا تستحیون فانه بلغنی ان نساء کم یخرجن فی الاسواق یزاحمن العلوج ‘‘[2]

کیا تمہیں شرم نہیں آتی ؟ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں اور وہاں کفار سے ان کی مڈبھیڑ ہوتی رہتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بازار میں گشت لگا رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص کسی عورت سے مصروف گفتگو ہے آپ نے تعزیراً اس پر دُرّے برسانے شروع کر دیئے اتنے میں اس نے کہا: امیر المومنین: یہ تو میری بیوی ہے یہ سن کر آپ کو بڑی ندامت ہوئی اور فرمایا میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اگر تم چاہو تو مجھ سے بدلہ لے سکتے ہو۔اس نے کہا میں نے معاف کیا۔[3]

شریعت اختلاط ہی کو نہیں روکتی بلکہ اس سے بھی منع کرتی ہے کہ عورت انتہائی شوخ لباس میں اور بن سنور کر گھر سے نکلے اور معاشرہ کی پاکیزہ فضا میں معصیت کے جراثیم پھیلائے۔

---

۱ ابوداؤد:۴/۳۶۹ حدیث:۵۲۷۲

۲ مسند احمد حدیث ۱۱۱۸

۳ العقد الفرید

’’عن ابی موسیٰ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل عینٍ زانیةٌ والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهو کذا وکذا یعنی زانیةً‘‘[1]

حضرت ابوموسیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر آنکھ زنا کرتی ہے (اس لئے عورت کو چاہئے کہ مردوں کی نگاہوں سے بچ کر گزر جائے) جب عورت عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہوتی ہے یعنی زانیہ ہوتی ہے۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے۔

’’عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما امرأةٍ اصابت بخوراً فلا تشهدن معنا العشاء‘‘[2]

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو استعمال کرے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

امام نووی فرماتے ہیں ۔مختلف احادیث کی بنا پر علماء نے کہا ہے عورت کو مسجد جانے کی اجازت اسی وقت دی جائے گی جب کہ وہ

’’ان لا تکون مُتَطِیِّبَةً ولا متزینة ولاذات خلاخل یسمع صوتَها ولا ثیابَ فاخرةً ولا مختلطةً بالرجال ولا شابةً و نحوها ممن یفتن بها وان لا یکون فی الطریق ما یخاف به مفسدةٌ و نحوها‘‘[3]

خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، زیب و زینت سے آراستہ نہ ہو، ایسے پازیب نہ پہنتی ہو جن کی جھنکار سنائی دے بھڑکیلے لباس میں ملبوس نہ ہو مردوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جوان یا ایسی حالت میں نہ ہو جس سے اور فتنہ کا باعث بنے اور نہ

---

۱ ترمذی ابواب الآداب باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة

۲ ابوداؤد کتاب الرجل باب فی طیب المرأة للخروج ۔۴/۷۹ حدیث ۴۱۶۵

۳ شرح مسلم :ج:اص:۱۸۳

راستہ میں کسی فساد کا خدشہ ہو۔

امام ابن قیم الجوزیہ کی حسب ذیل تصریحات شریعت کے منشاء کی پوری پوری تائید کرتی ہیں۔امام صاحب لکھتے ہیں۔

''حاکم کا فرض ہے کہ وہ بازاروں، کھلے مقاموں اور مردوں کے مجمعوں میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے باز رکھے اس لئے کہ امام اس سلسلہ میں اللہ کے یہاں جواب دہ ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور فتنہ کی روک تھام امام پر لازم ہے''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے عورتوں سے فرمایا۔تمہیں راستے کے کناروں پر چلنا چاہئے امام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کو آراستہ و پیراستہ ہو کر نکلنے سے منع کرے اور انہیں ایسے کپڑے میں ملبوس ہو کر نکلنے کی اجازت نہ دے جس کے پہننے کے بعد بھی وہ عریاں معلوم ہوتی ہوں مثلاً چوڑے چوڑے اور پتلے کپڑے اور راستوں میں عورتوں کو مردوں سے گفتگو کرنے سے روکنا بھی اس پر ضروری ہے بعض فقہاء کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ جب عورت بن سنور کر باہر نکلے تو امام کو حق ہے کہ روشنائی وغیرہ سے اس کے کپڑے خراب کر دے یہ بہت ہی ہلکی مالی سزا ہے اگر عورت (بلا ضرورت) بار بار گھر سے باہر گھومنے لگے خصوصاً بھڑکیلے لباس میں تو امام کو اس کے قید کرنے کا بھی حق حاصل ہے بلکہ ان کو اس حالت پر چھوڑنا ان کے ساتھ معصیت میں تعاون کرنے کے مترادف ہے۔حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مردوں کے راستہ (یعنی راستہ

کے بیچ میں) چلنے اور انکے ساتھ خلط ملط ہونے سے روک دیا تھا۔اس معاملہ میں حاکم کو حضرت عمرؓ کی اقتدا کرنا ضروری ہے۔[1]

اسلام کسی طرح یہ گوارہ نہیں کرتا کہ انسان کی عزت وآبرو پر حرف آئے اسی لئے عصمت و عفت سے متعلق اکثر احکام و مسائل کو کتاب و سنت کی نصوص میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کسی کی عزت وآبرو کو اگر کسی نے بیجا طور پر نشانہ بنایا اور بہتان باندھا تو اسکے لئے باقاعدہ کوڑوں کی سزا ہے۔

دراصل بدکاری اتنی بری چیز ہے کہ اسکی طرف لے جانے والے جتنے راستے تھے ان سب پر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی لگا دی اور اس کا مقصد یہی ہے کہ عورت کی سب سے قیمتی دولت عصمت و پاکدامنی محفوظ رہے اور کوئی ایک جھروکہ بھی ایسا باقی نہ رہ جائے جس سے اس دولت کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہو۔

زنا حرام ہے: اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہے قرآن مجید کا ارشاد ہے

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۳۲)

تم زنا کے قریب تک نہ جاؤ اس لئے کہ وہ بے حیائی کا کام اور بری راہ ہے۔

زنا تو بڑا گناہ کیا معنی بہت بڑا گناہ ہے اس لئے ان کا دامن اس معصیت کے داغ دھبوں سے پاک ہوتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ

---

۱ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ ص:۲۵۸، ۲۵۹ بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں ص:۳۲۰ تا ۳۲۴

اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلاَ یَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰالِکَ یَلْقَ اَثَاماً ﴾(الفرقان:۶۸)

(رحمٰن کے بندے) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو شریک نہیں کرتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے الا یہ کہ حق کا تقاضا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں جو شخص اس طرح کے گناہ کرے گا وہ اپنے کئے کا بدلہ پائے گا۔

ارشاد نبویؐ ہے

’’اذازنیٰ الرجل خرج منه الایمان فکان علیه کالظلة فاذا اقلع رجع الیه الایمان ‘‘ (ابوداؤد)

جب آدمی زنا کرتا ہے تو اسکے اندر سے ایمان نکل کر اس کے اوپر سائبان کی طرح تن جاتا ہے۔ جب باز آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

زنا کا بوڑھا اور بوڑھیا کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

’’لا ینظر الله یوم القیامة الی الشیخ الزانی ولا العجوز الزانیة‘‘

قیامت کے دن بوڑھے زانی اور زناکار بوڑھیا کی طرف اللہ تعالیٰ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔

آج کے موجودہ بگڑے ہوئے معاشرہ کو دیکھ کر مرزا غالبؔ کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

گو ہاتھوں میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

طبرانیؔ کی صحیح سند سے منقول روایت میں ہے کہ:

’’تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چھبوئی جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اسکے لئے حلال نہ ہو‘‘

ترمذی بیہقی اور حاکم نے نقل کیا ہے اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اللہ تعالی اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح سے کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے قمیص کو اتار پھینکتا ہے۔

حضرت ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

’’اذا ظهر الزنا والربا ء فی قریة فقد احلوا بانفسهم عذاب الله ‘‘

جب کسی بستی میں زناکاری اور سودخوری کا ظہور ہوتا ہے تو بستی والے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب حلال کر لیتے ہیں۔

پڑوسن کے ساتھ زنا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

’’قال رجل یا رسول الله ای الذنب اکبر عند الله قال ان تدعو ا الله نداً و هو خلقک قال ثم ایُّ قال ان تقتل ولدک خشیة ان یطعم معک قال ثم ایُّ قال ان تزنی حلیلة جَارِکَ ‘‘[1]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے آپ نے جواب دیا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے حالانکہ تنہا اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے اس نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کردے کہ وہ تیری روزی میں شریک ہوجائے گا اور

[1] مشکوۃ کتاب الایمان

تجھ کو بھوکا رہنا پڑے گا اس نے پھر سوال کیا کہ ان دونوں گناہوں کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

زنا ہر حال میں ایک جرم ہے اور انتہائی گھناونا جرم ہے لیکن جب اس کا ارتکاب ایسا کوئی شخص کرے جسے سب سے زیادہ عفت پناہ ہونا چاہیے تو اس جرم کی شناعت بھی دس گنا بڑھ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: زنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ خدا اور اس کے رسول نے اس کو حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا آپ نے جواب دیا دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا نسبتاً ہلکا جرم ہے اس سے کہ انسان اپنے پڑوسی کی بیوی کا دامنِ عفت چاک کرے۔[1]

تعزیر: اگر کوئی فرد یا جماعت عفت کی راہ کا پتھر ثابت ہوا تو اسلام پوری قوت کے ساتھ اسے اکھاڑ کر پھینکتا ہے وہ ایسی کوششوں کو برگ وبار لانے کا موقع ہی نہیں دیتا جو انسانیت کی کشتی کو معصیت کے منجدھار کی طرف لے جا رہی ہوں۔

حضرت عمر نے ایسے افراد کو جلا وطن کر دیا تھا جو معاشرہ کو بگاڑنے میں مصروف تھے جعدۃ السلمی نام کے ایک صاحب تھے جب مجاہدین محاذ جنگ پر ہوتے تھے تو یہ ان کی عورتوں کو شہر کے باہر بقیع کی طرف لے جاتے اور ان سے گفتگو کرتے رہتے مجاہدین کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو صورت

۱ مسند احمد ج:۶ص:۸

حال لکھ کر بھیجی آپ نے فوراً ان صاحب کو مدینہ سے نکال کر باہر کیا۔[1]

ایک رات حضرت عمرؓ پہرہ دے رہے تھے کہ ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا

هل من سبيلٍ الى خمرٍ فاشربها
اومن سبيلٍ الى نصر بن حجاجٍ

کیا شراب پینے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے اور نصر بن حجاج تک پہونچنے کا کوئی طریقہ ممکن ہے۔

دوسرے دن آپؓ نے نصر بن حجاج کو طلب کیا، حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ بہت ہی حسین وجمیل ہے اس سے کہا کہ ذرا اپنے بال ٹھیک کرلو جب اس نے بال ٹھیک کیئے تو اسکی خوبصورتی اور بڑھ گئی پھر آپ نے کہا: اچھا تو عمامہ باندھو اس نے عمامہ باندھا تو اس کے حسن میں مزید اضافہ ہوگیا۔

گذشتہ رات اس عورت کی بے کلی اور حسرت بھری تمنا صاف ظاہر کر رہی تھی کہ نصر بن حجاج اور اس کے درمیان ناجائز محبت راہ پا چکی ہے اس لئے آپ نے اس کی ضرورت کا انتظام کر کے اس کو بصرہ بھیج دیا کیونکہ مدینہ میں اس کی موجودگی سے اس کا امکان زیادہ تھا کہ دونوں معصیت میں مبتلا ہوں۔[2]

مدینہ میں ایک مخنث ضرورت پر بغیر کسی روک ٹوک کے گھروں میں آجایا کرتا تھا کیونکہ اس کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ صنفی واعیات سے خالی ہے ایک مرتبہ وہ حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر طائف فتح ہو تو میں تمہیں فلاں پیکرِ حسن وجمال دکھاؤں گا پھر وہ اس عورت کے حسن کا اس انداز

۱ فتح الباری ج:۱۲ص:۱۳۰

۲ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج:۳ص:۵۷۹

سے نقشہ کھینچنے لگا جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ صنفی رجحانات رکھتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق سے اس کی یہ گفتگو سن لی آپ نے ایک طرف ازواج مطہرات سے فرمایا کہ یہ کبھی تمہارے پاس نہ آنے پائے۔[1]

اور دوسری روایات کے مطابق اسے مدینہ سے باہر صحراء میں بھیج دیا۔[2]

حضرت عمرؓ نے بھی ایک مخنث کو جلاوطن کیا تھا۔[3]

حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں بھی اس قسم کا ایک اقدام منقول ہے۔[4]

رجم اور کوڑوں کی سزا:

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلاَ تَاْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ يَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[5]

زنا کرنے والی اور زنا کرنے والے ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ قانون کے نفاذ میں تمہارے اندر کوئی نرمی نہیں ہونی چاہئے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مومنین کی ایک جماعت کو موجود ہونا چاہئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ یہ حکم شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے ہے لیکن جو شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے اسے رجم کیا جائے گا۔

۱ بخاری کتاب اللباس۔ مسلم کتاب السلام
۲ ابوداؤد کتاب اللباس، باب فی قولہ غیر اولی الاربۃ
۳ بخاری کتاب اللباس
۴ بیہقی ج:۸ ص:۲۲۴
۵ النور:۲

'' خذوا عنّی خذوا عنّی فقد جعل الله لهن سبيلاً البكر بالبكر جلدُ مأةٍ و نفی سنة الثيب بالثيب جلد مأةٍ والرَّجمُ''[1]

عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو سنو میرے اس حکم کو۔ لو سنو میرے اس حکم کو۔ اللہ نے زانی عورتوں کے لئے صورت نکال دی ہے۔ جب کسی دوشیزہ کا کسی مجرد شخص سے زنا ہو تو دونوں کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا اور اگر کوئی شادی شدہ عورت کسی شادی شدہ مرد سے زنا کرے تو دونوں کو سو کوڑے اور رجم کی سزا دی جائے گی۔

اس حدیث کی بنا پر امام احمد، اسحٰق اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ شادی شدہ شخص اگر زنا کرے تو اس کو پہلے کوڑے لگائے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف، زفر محمدؒ امام شافعیؒ امام مالک، ابن ابی لیلیٰ اوزاعی ثوریؒ حسن بن صالحؒ وغیرہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا نہیں دی جائیگی۔

بے شادی شدہ شخص اگر بدکاری کا مرتکب ہوا تو امت کا اجماع ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں گے لیکن فقہاء کے خیالات اس میں مختلف ہیں کہ جلا وطنی جزء حد ہے یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے کہ زانی خواہ مرد ہو یا عورت اگر اس کی شادی نہیں ہوئی ہے تو اس کو سو کوڑے کی سزا بھی دی جائے گی اور ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جائے گا۔ البتہ امام شافعی اس میں اتنا اور

۱ صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا۔ اس مفہوم کی روایات مستند طریقہ سے مروی ہیں اور صحاح کی تمام کتابوں میں موجود ہیں اسلئے سوائے خوارج اور بعض معتزلہ کے تمام امت کا رجم پر اجماع ہے۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار ج:۷ ص:۲۵۴

اضافہ کرتے ہیں کہ زانی غلام ہے تو اس کو صرف چھ ماہ کے لئے جلاوطن کیا جائے گا۔

امام مالک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جلاوطنی کی سزا صرف مردوں کو دی جائے گی عورتوں کو نہیں۔ فقہاء احناف جلاوطنی کو جز حد نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق امام کی رائے اور وقت کے مصالح سے ہے جن حالات میں امام مناسب سمجھے گا اس پر عمل کرے گا اور جب اس کو مملکت اور اسلام کے لئے نقصان دِہ خیال کرے عمل نہیں کرے گا۔[۱]

۱ تفصیل کے لئے دیکھی جائے احکام القرآن جصاص ۲/۳۱۴ تا ۳۱۹۔ نیل الاوطار ۷/۲۴۹ تا ۲۵۶ بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں ص: ۳۳۱

خواتین کی عزت وناموس

(۱) مردوں کی طرح خواتین کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذَالِكَ اَزْكىٰ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ . وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ (النور:۳۰،۳۱)

مسلمان مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے، مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

استاذ محترم شیخ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر ''اضواء البیان'' : ۱۸۶/۶ میں لکھتے ہیں:

''اللہ وعزوجل نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں پست رکھنے، اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے، شرمگاہوں کی حفاظت میں زنا، لواطت، سحاق (عورتوں کی ہم جنسی) اور بلاضرورت انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے پرہیز کرنا اور محفوظ رکھنا داخل ہے''

آگے مزید فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیئے گئے احکامات کو بجالانے والے مردوں اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ سورہ احزاب میں بیان کئے گئے احکامات کو بھی بجالائیں جس میں اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ....﴾ الی قولہ ﴿وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ أَجْراً عَظِيْماً﴾ (الاحزاب:۳۵)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان (سب) کے لئے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ کے کلام میں وارد لفظ (سحاق) کے معنی ہیں: عورتوں کی ہم جنسی کا عمل۔ یہ ایک سنگین جرم ہے جس پر دونوں عورتیں کڑی سزا اور سخت تادیب کی مستحق ہیں۔

علامہ ابن قدامہ المغنی (۱۹۸/۸) میں لکھتے ہیں:

''اگر دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو وہ دونوں زانی اور ملعون ہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اذا أتت المرأة المرأة فهما زانيتان'' جب دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو دونوں زنا کا ارتکاب کرنے والی ہوتی ہیں۔

ان دونوں پر تعزیری حد جاری کی جائے گی، اس لئے کہ یہ ایسا زنا ہے جس کے بارے میں کوئی متعین حد ثابت نہیں ہے۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مجموعہ فتوی جلد ۵ ص ۳۲۱ میں فرماتے ہیں اسی وجہ سے ہم جنسی کا عمل کرنے والی عورت زنا

کارہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے ''زنا النساء سحاقهن '' دوعورتوں کا زنا ان کا آپس میں ہم جنسی کا عمل ہے''

لہذا مسلم خواتین خصوصاً دوشیزاؤں کواس قبیح عمل اور منکر عمل سے بچنا چاہئے۔

نگاہیں پست رکھنے کے سلسلہ میں علام ابن القیم اپنی کتاب ''الجواب الکافی ''(۱۳۰/۱۲۹) میں تحریر کرتے ہیں:

''نگاہیں فحش کاری کا پیش خیمہ اور جنسی شہوت بھڑکانے کا سبب بنتی ہیں، چنانچہ نگاہوں کی حفاظت درحقیقت شرمگاہوں کی حفاظت کی اصل بنیاد ہے، جس شخص نے اپنی نگاہیں آزاد چھوڑ دیں اس نے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''یا علی الا تتبع النظرة النظر فانما لک الأولیٰ '' اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ دوڑاؤ، کیونکہ پہلی (اتفاق) نگاہ تمہارے لئے معاف ہے''

حدیث میں پہلی نظر سے مراد اچانک پڑنے والی نگاہ ہے جو بغیر قصد و ارادہ کے واقع ہوتی ہے۔

مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

''**النظر سهم مسموم من سهام ابليس**''

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

''انسان کو لاحق ہونے والی عام مصیبتوں اور پریشانیوں کی اصل جڑ اور بنیاد نظریں ہی ہوا کرتی ہیں، کیونکہ اسی نظر سے دلوں میں مختلف وسوسے پیدا ہوتے ہیں، افکار وخیالات کو جنم دیتے ہیں، خیالات سے شہوت پیدا ہوتی ہے، شہوت اور جنسی ہیجان سے دلوں میں ارادہ جنم لیتا ہے جو زور پکڑتے ہوئے عزم مصمم کی شکل

اختیار کر لیتا ہے، پھر لازمی طور پر آخری عمل انجام پاتا ہے جسے کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ نگاہوں کو پست اور نیچی رکھنے پر صبر کر لینا، بعد میں لاحق ہونے والی تکلیف پر صبر کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہے''

مسلم خواتین کو مردوں کی جانب نظر اٹھانے، نیز میگزینوں، ٹیلی ویژن یا ویڈیو پر پیش کی جانے والی ہیجان انگیز تصویروں کو دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، برے انجام سے محفوظ رہیں گی، کتنی نظریں نظر والوں کے لئے افسوس وندامت کا باعث بنتی ہیں، چھوٹی چنگاری سے ہی آگ بھڑکتی ہے۔

(۲) شرمگاہ کی حفاظت کے مختلف اسباب وسائل میں سے ایک سبب اور وسیلہ یہ بھی ہے کہ گانے اور موسیقی کے سننے سے اجتناب کیا جائے۔ علامہ ابن القیمؒ ''اغاثة اللهفان '': ۱/۲۴۲، ۲۴۸، ۲۶۴، ۲۶۵ میں فرماتے ہیں:

''شیطان کے بیشمار جال ہیں جن کے ذریعہ کم علم، کم عقل او دین سے یگانہ لوگوں کو اپنے دام فریب میں لیتا ہے اور جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے، انہی جالوں میں سے ایک جال ممنوع وحرام آلات لہو ولعب کے ذریعہ رقص وسرور اور گانے بجانے کا سماع ہے، جو دلوں کو قرآن کریم سے پھیر دیتا ہے نیز انہیں فسق وفجور اور عصیان ونافرمانی کا عادی اور رسیا بنا دیتا ہے لہذا گانا اور بجانا درحقیقت شیطان کا عمل ہے جس سے بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک دبیز پردہ حائل ہو جاتا ہے، یہ لواطت (اغلام بازی) کے لئے جادو کا کام کرتا ہے، اسی کے وسوسہ سے بدچلن اور بدکاری کا عاشق اپنے معشوق سے اپنی آخری آرزو اور تمنا کو حاصل کر لیتا ہے''

آگے مزید لکھتے ہیں:

''عورت یا امرد (بغیر داڑھی مونچھ کا نوجوان لڑکا) سے گانا سننا عظیم ترین

محرمات میں سے ہے اور دین کو برباد کرنے کا ایک بڑا سبب ہے''

یہ بھی لکھتے ہیں:

''ایک باغیرت آدمی اپنے اہل وعیال کو گانے سننے سے اسی طرح روکتا اور منع کرتا ہے جس طرح انہیں شکوک وشبہات کے اسباب سے دور رکھتا ہے، اس طرح کے بدقماش لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب عورت مرد کے قابو میں نہیں آتی ہے تو مرد اسے گانا سنانے کی پوری کوشش کرتا ہے، گانا سننے کے بعد عورت نرم پڑ جاتی ہے کیونکہ وہ آواز سن کر بہت جلد اس کا اثر قبول کر لیتی ہے، اگر گانے کی آواز ہوگی تو اس کے اندر دو جانب سے انفعال (اثر) پیدا ہوگا، ایک آواز کی جانب سے دوم گانے کے معنی ومفہوم کی جانب سے، اب اس سحر آفرینی کے ساتھ ڈھول تاشہ، غزلیات اور نسوانی انداز میں پورے جسم کو بل دیکر رقص بھی جمع ہوجائیں تو اگر گانے کے ذریعے کوئی عورت حاملہ ہوسکتی ہے تو اس نوعیت کے گانے سے ضرور بالضرور حاملہ ہوجائے گی، کتنی شریف زادیوں نے محض گانوں کی وجہ سے عصمت فروشی کی راہ بنالی ہے۔''

چنانچہ ایک مسلم خاتون کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوف اختیار کرنا چاہئے اور اس سنگین مہلک اخلاقی بیماری سے پرہیز کرنا چاہئے جو آج مسلمانوں کے درمیان مختلف وسائل و ذرائع اور متعدد اسالیب اور انداز سے گانوں کی شکل میں پھیلتی جارہی ہے، جن کی بہت سی نادان دوشیزائیں ان اصل مصادر ومنبع سے طلب کر کے آپس میں ایک دوسرے کو بطور تحفہ (گفٹ) پیش کرتی ہیں۔

(۳) شرمگاہوں کی حفاظت کے مختلف طرق ووسائل میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کسی ایسے محرم کے بغیر سفر پر نہ نکلے جو اسے اوباشوں، بدکاروں اور آوارہ لوگوں کے برے ارادوں اور بری نیتوں سے تحفظ فراہم کرسکے

اور بچا سکے، محرم کے بغیر عورت کے سفر کرنے کی ممانعت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، انہی احادیث میں سے حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''لا تسافر المرأة ثلاثة أيام الا ومعها ذومحرم'' متفق علیہ

کسی محرم کی معیت کے بغیر عورت تین دن کی مسافت کا سفر طے نہ کرے

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

''أن النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ أن تسافر المرأة مسيرة يومين أو ليلتين الا معها زوجها أو ذو محرم'' متفق علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر دو دن یا دو رات کی مسافت طے کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''لا يحل لامرأة أن تسافر مسيرة يوم وليلة الا مع ذى محرم عليها'' متفق علیہ

کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لئے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر طے کرے۔

مذکورہ احادیث میں تین دن، دو دن، ایک دن اور ایک رات کی جو تحدید کی گئی ہے تو اس سے مراد اس زمانہ کے وسائل نقل وحمل، یا پاپیادہ اور سواریوں کی مسافت ہے۔ تین دن، دو دن، ایک دن یا ایک رات یا اس سے بھی کم کی مسافت

کی تحدید میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں تو علمائے کرام نے اس اختلاف کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تحدید سے اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ہر وہ سفر ہے جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے، اس سے عورت کو منع کیا گیا ہے۔

امام نووی صحیح مسلم کی شرح: ۱۰۳/۹ میں لکھتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ مسافت جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے شوہر محرم کی معیت کے بغیر اس کا سفر کرنے سے عورت کو منع کیا جائے گا خواہ وہ تین دن ہو یا دو دن یا ایک دن ہو، ایک برید ہو یا اس سے بھی کم ہو کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث مطلق سفر سے ممانعت میں وارد ہوئی ہے جس کو مذکورہ احادیث کے بعد بالکل اخیر میں امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ''لا تسافر امرأة الا مع ذی محرم '' کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

یہ حدیث ان تمام مسافات کو شامل ہے جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے سفر کرنے کی اجازت دی ہے تو حقیقتاً یہ فتویٰ خلاف سنت ہے، امام خطابیؒ (معالم السنن ۲۷۶/۲، ۲۷۷ مطبوعہ مع تہذیب السنن لابن القیم) میں لکھتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرد محرم کی معیت کے بغیر عورت کے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے، عورت کے سفر کے لئے جس شرط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا تھا اس کے فقدان کے باوجود سفر حج کے لئے عورت کے نکلنے کو جائز قرار دینا خلاف سنت ہے غیر محرم مرد کے ساتھ عورت کا سفر کرنا معصیت اور گناہ ہے، لہذا حج جو اللہ تعالی کی اطاعت و بندگی ہے اسے عورت پر معصیت اور گناہ کی طرف لے جانے والے کسی امر کے ذریعہ ضروری اور لازم قرار دینا جائز اور درست نہیں ہوسکتا۔''

میں (مؤلف) کہتا ہوں:

''ان لوگوں نے محرم کی معیت کے بغیر مطلق سفر کی اجازت عورت کو نہیں دی ہے، بلکہ انہوں نے نہ صرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اس سفر کو سفر کی اجازت دی ہے، امام نووی (المجموع): ۲۴۹/۸ میں فرماتے ہیں: ''نفلی حج، تجارت اور زیارت وغیرہ کے سفر میں محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔''

لہذا آج جو حضرات محرم کی معیت کے بغیر عورتوں کے ہر طرح کے سفر میں تساہلی برتتے ہیں ان کی کوئی بھی قابل اعتماد عالم موافقت اور تائید نہیں کرتا، ان کا یہ کہنا کہ محرم عورتوں کو ہوائی جہاز میں سوار کرادیتا ہے، جس شہر یا جس ملک میں وہ جانا چاہتی ہے وہاں پہونچنے کے بعد دوسرا محرم اس کا استقبال کرلیتا ہے اور اسے اتار لیتا ہے، چونکہ جہاز میں بکثرت مرد وزن مسافرین کی تعداد موجود رہتی ہے اس لئے ان کے خیال کے مطابق جہاز کا سفر فتنوں سے مامون و محفوظ ہے، ہم ان حضرات کے جواب میں عرض کریں گے: ہرگز نہیں، جہاز کا سفر بنسبت دیگر سواریوں کے زیادہ پُرخطر ہوتا ہے کیونکہ اس میں مسافروں کے مابین اختلاط ہوتا ہے، عین ممکن ہے عورت کو کسی مرد کے بغل میں بیٹھنا پڑے اور جہاز کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے جن کی وجہ سے اسے اپنے رخ کسی دوسرے ائر پورٹ کی جانب موڑنا پڑے، جہاں عورت کو لینے والا کوئی نہ ہو، ہاں اس کو مختلف خطرات کا سامنا ہوسکتا ہے، اور کسی ایسے شہر اور ملک میں عورت کا کیا حشر ہوگا جہاں نہ تو اس کا کوئی محرم ہو اور نہ اس شہر اور ملک سے وہ واقف ہے۔

(۴) عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے اور بچانے کا ایک طریقہ اور

وسیلہ یہ بھی ہے کہ نامحرم شخص کے ساتھ عورت خلوت (تنہائی) میں اکٹھا نہ ہونے دیا جائے، فرمان نبویؐ ہے:

''من كا ن يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يخلون بامرأة ليس معها ذو محرم منها ، فان ثالثهما الشيطان''

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہونا چاہئے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو، اس لئے ان دونوں کے علاوہ تیسرا شخص شیطان ہوتا ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا يخلون رجل بامرأة لا تحل له ، فان ثالثهما الشيطان الا محرم''

کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ہو جو اس کے لئے حلال نہیں ہے، اس لئے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے البتہ محرم اس کے ساتھ تنہائی میں ہوسکتا ہے۔

ابن تیمیہؒ نے منتقی میں لکھا ہے:

''ان دونوں حدیثوں کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے، حضرت ابن عباسؓ کی متفق علیہ حدیث میں یہ معنی گزر چکا ہے''

علامہ شوکانی نیل الاوطار: ۶/۱۲۰ میں لکھتے ہیں:

''اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونے کی حرمت پر علماء امت کا اجماع ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے، حرمت کی علت وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے اور شیطان کی موجودگی دونوں کو معصیت اور گناہ کے ارتکاب کا سبب بن سکتی ہے، محرم کی موجودگی میں اجنبی عورت کے ساتھ اکٹھا ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی موجودگی

معصیت کے ارتکاب کے لئے رکاوٹ ہوگی''

بعض خواتین اور ان کے سرپرست مختلف نوع کی خلوتوں (تنہائیوں) کے سلسلے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، انہی خلوتوں میں سے:

(الف) ایک یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں ہوتی ہے، ان کے سامنے اپنے چہرہ کو کھلا رکھتی ہے، حالانکہ یہ خلوت بہ نسبت دوسرے خلوتوں کے زیادہ خطرناک اور سنگین ہوتی ہے فرمان نبویؐ ہے:

''اياكم والدخول علىٰ النساء فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله ! أفرأيت الحمو؟ قال : الحمو الموت''

خواتین پر داخل ہونے سے گریز کرو، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حمو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا حمو تو موت ہے۔

امام احمد، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

''حمو کے معنی دیور (خاوند کا بھائی) بتلایا جاتا ہے، گویا آپ ﷺ نے دیور کے ساتھ خلوت ناپسند فرمایا ہے۔''

حافظ ابن حجر فتح الباری: ج:۹ ص:۳۳۱ میں لکھتے ہیں:

''امام نوویؒ کا کہنا ہے کہ خاوند کے قریبی رشتہ داروں جیسے والد، چچا، بھائی، بیٹے، بھتیجے اور چچیرے بھائی وغیرہ کو حمو کہا جاتا ہے اس پر علماء لغت کا اتفاق پایا جاتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''حدیث میں حمو سے باپ اور بیٹوں کو چھوڑ کر خاوند کے تمام اقارب مراد

ہیں، باپ اور بیٹے چونکہ محارم میں داخل ہیں اس لئے ان کا عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے،ان کے حق میں خلوت کو موت سے نہیں تعبیر کیا جاسکتا ہے''

فرماتے ہیں:

''تساہل سے کام لیتے ہوئے عموما بھائی اپنے بھائی کی بیوی کے ساتھ خلوت میں ہوجاتا ہے، اس لئے آپ ؐ نے اسے موت سے تشبیہہ دی ہے، لہذا وہ ممانعت کا زیادہ مستحق ہے''

علامہ شوکانی نیل الاوطار :۱۲۲/۶ میں حدیث نبوی (الحمو الموت) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہ نسبت دیگر لوگوں کے اس سے زیادہ خطرہ اور خوف ہوتا ہے، جس طرح موت سے بہ نسبت دیگر چیزوں کے زیادہ خوف اور خطرہ ہوتا ہے''

لہذا ایک مسلمان خاتون کو اللہ سے خوف کرنا چاہئے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی تساہلی نہیں برتنی چاہئے اگرچہ بیشتر لوگ اس میں تساہلی سے کام لیتے ہیں کیونکہ اعتبار شریعت کے احکام کا ہے نہ کہ لوگوں کے عادات واطوار کا۔

(ب) بعض خواتین اور ان کے سرپرست اجنبی ڈرائیور کے ساتھ عورت کے تنہا کار میں سوار ہونے کے لئے تساہل اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں حالانکہ یہ بھی حرام خلوت ہے، شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ سابق مفتی سعودی عرب (رحمہ اللہ) اپنے مجموع فتاوی :۵۲/۱۰ میں فرماتے ہیں:

''اب اس امر میں کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے کہ اجنبی عورت کا ڈرائیور کے ساتھ کسی محرم کی رفاقت کے بغیر تنہا کار میں سوار ہونا واضح طور پر ایک منکر عمل ہے، اس میں متعدد غیر معمولی خرابیاں ہیں، خواہ ڈرائیور کے ساتھ کار میں بیٹھنے والی باحیاء، شرمیلی لڑکی ہو یا پاکدامن بڑی عمر کی عورت ہو جو

مردوں سے بالمشافہ بات چیت کرتی ہو جو شخص اپنی محرم خواتین کے لئے اس امر کو پسند کرتا ہے وہ دینی اعتبار سے کمزور ہے، مردانگی میں ناقص اور بے غیرت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:''ما خلا رجل بأمراة الا کان الشیطان ثالثھما'' کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوگر شیطان ان دونوں کا تیسرا ہوتا ہے۔''

عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ کار میں سوار ہونا گھر وغیرہ میں اسکے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک اور مضر ہے، کیونکہ وہ اس عورت کو شہر کے اندر یا شہر کے باہر اس کی رضامندی کے ساتھ یا بغیر رضامندی کے کہیں بھی لے جاسکتا ہے، اس سے جو خرابیاں لازم آئیں گی وہ مجرد خلوت سے لازم آنے والی خرابیوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور عظیم ہونگی''

جس شخص کے ذریعے خلوت کو ختم کیا جاسکتا ہے اسکا بڑا ہونا بھی ضروری ہے، لہذا کم سن بچے کا موجود ہونا کافی نہیں ہے، اور بعض خواتین کا یہ تصور کہ اگر انہوں نے اپنے ساتھ کسی بچے کو لے لیا تو خلوت ختم ہوگئی غلط ہے، امام نوویؒ شرح صحیح مسلم ۱۰۹/۹ میں فرماتے ہیں:

''اگر اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ بغیر کسی تیسرے شخص کی موجودگی کے خلوت میں ہوتا ہے تو یہ باتفاق علماء حرام ہے، اسی طرح اگر ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جس سے اس کی کم سنی کی وجہ سے شرم وحیاء کی جاتی ہو تو اس کے ذریعے ممنوعہ خلوت زائل نہیں ہوسکتی''

(ج) بعض خواتین اور ان کے سرپرست ڈاکٹر کے پاس بھی عورت کے تنہا جانے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ عورت علاج کی ضرورت مند ہوتی ہے یہ بھی ایک نہایت منکر (ناپسندیدہ) اور حد درجہ خطرناک عمل

ہے جس پر خاموشی اور سکوت اختیار کرنا یا اسے باقی رکھنا جائز نہیں ہے، شیخ محمد بن ابراہیمؒ مجموع الفتاویٰ ۱۰/۱۳ میں لکھتے ہیں:

''بہر حال کسی اجنبی عورت کے ساتھ کسی مرد کا خلوت میں ہونا شرعاً حرام ہے، خواہ وہ معالج طبیب ہی کیوں نہ ہو، دلیل وہی حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوا مگر شیطان ان دونوں کا تیسرا ہوتا ہے۔

لہذا عورت کے ساتھ کسی شخص کی موجودگی ضروری ہے، خواہ اس کا شوہر ہو یا اس کا کوئی محرم مرد ہو، اگر یہ میسر نہ ہو تو اس کی کوئی قریبی رشتہ دار عورت ہی ہو، اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور بیماری سنگین ہو جس کو مؤخر کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم نرس وغیرہ کی موجودگی ضروری ہے تا کہ خلوت ممنوعہ سے اجتناب ہو سکے''

اسی طرح ڈاکٹر کا کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس کی کلاس فیلو یا نرس ہی کیوں نہ ہو، اور نابینا استاد وغیرہ کا کسی طالبہ کے ساتھ خلوت میں بھی جائز اور درست نہیں ہے، اور نہ ہی جہاز میں کسی ائر ہوسٹس کا اجنبی مرد کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے۔ جھوٹی تہذیب کے نام پر نیز کفار کی اندھی تقلید اور شرعی احکام سے لاپرواہی کی بناء پر لوگ ان امور میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

خادموں کا مسئلہ ایک ایسا خطرناک اور سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے جس سے عصر حاضر کے بیشتر لوگ دوچار ہیں کیونکہ خواتین درس و تدریس اور گھر سے باہر مختلف کاموں میں مشغول ہیں۔

لہذا مومن مردوں اور عورتوں کو اس معاملہ میں متنبہ رہنے اور کافی احتیاط

برتنے کی ضرورت ہے اور غلط عادات اور برے رسم و رواج کی دوڑ میں مسابقت چنداں ضرورت نہیں ہے۔

تتمہ:

کسی غیر محرم مرد سے عورت کا مصافحہ کرنا حرام ہے، شیخ عبد العزیز ابن بازؒ صدر اعلیٰ برائے افتاء و دعوت وارشاد (سعودی عرب) اپنے مجموعہ فتاویٰ: ۱/۱۸۵ مطبوعہ موسسۃ الدعوۃ والاسلامیۃ الصحفیۃ میں فرماتے ہیں:

''غیر محرم عورتوں سے مطلقا مصافحہ جائز نہیں ہے، خواہ نوجوان ہو یا عمر رسیدہ بوڑھا، کیونکہ مصافحہ میں دونوں کے لئے فتنہ کا سامان موجود ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ثابت ہے: ''ما مست يد رسول الله يد امرأة قط .ما كان يبايعهن الا بالكلام'' آپ کے دست مبارک سے کسی عورت کا ہاتھ کبھی بھی مس نہیں ہوا، صرف کلام کے ذریعہ آپ خواتین سے بیعت کرتے تھے اور مصافحہ کرتے وقت کپڑے وغیرہ کے ذریعہ دونوں ہاتھوں کے درمیان حد فاصل قائم کرنے یا نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ممانعت کے دلائل میں عمومیت پائی جاتی ہے اور فتنہ کے سد باب کے لئے عدم تفریق ہی مناسب ہے''

شیخ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر 'أضواء البیان': ۶/۶۰۲-۶۰۳ میں لکھتے ہیں

''واضح ہو کہ کسی اجنبی مرد کے لئے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی مردانہ جسم کے کسی حصہ کا زنانہ جسم کے کسی حصے سے مس ہونا جائز ہے اور اس کے مختلف دلائل ہیں:

پہلی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد

فرمایا:

''انی لا أصافح النسآء......................''

بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ الاحزاب:۲۱

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے

لہٰذا ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے خواتین سے مصافحہ نہ کریں، بیعت کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مرد عورتوں سے مصافحہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کے جسم کا کوئی حصہ عورت کے جسم کے کسی حصے سے مس کر سکتا ہے کیونکہ لمس کی سب سے خفیف صورت مصافحہ ہے، جب بوقت ضرورت یعنی بیعت کے وقت آپؐ مصافحہ سے گریز کرتے تھے تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ مصافحہ جائز نہیں ہے، آپؐ کی مخالفت کسی کے لئے جائز نہیں ہے اس لئے کہ آپ اپنے افعال واقوال اور تقریر کے ذریعہ اپنی امت کے لئے احکامات کی تشریح کرنے والے تھے۔

دوسری دلیل: ایک خاتون مکمل طور پر عورت (یعنی ستر) ہوتی ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے، فتنہ واقع ہونے کے خوف سے اسے نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ دوجسموں کے لمس میں بہ نسبت آنکھوں کی نظر کے شہوت کو بھڑکانے اور فتنہ وفساد کی جانب دعوت

دینے کا زیادہ قوی داعیہ پایا جاتا ہے، ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے۔

تیسری دلیل: اس زمانے میں جب کہ لوگوں کے دلوں میں خوف الٰہی باقی نہیں رہا، امانت ودیانت کا فقدان ہوتا جارہا ہے، شکوک وشبہات کی چیزوں سے اجتناب کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے، ایک اجنبی عورت سے لطف اندوز ہونے اور لذت حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے بارہا ہم کو بتلایا جاچکا ہے کہ عوام میں بعض لوگ اپنی سالیوں (بیوی کی بہنوں) کو منہ سے منہ ملا کر بوسہ دیتے ہیں اور اس کو سلام کا نام دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنی سالی کو سلام کیا ہے ان کی مراد ہوتی ہے کہ اس کا بوسہ لیا ہے جب کہ اس کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، لہٰذا حق بات جس میں شک وشبہ کی ادنیٰ گنجائش نہیں ہے یہ ہے کہ فتنوں اور شکوک وشبہات کی چیزوں اور ان کے اسباب عوامل سے دوری اختیار کی جائے، اور فتنوں کے بڑے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک مرد اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کا لمس کرے اور چھوئے، جو حرام کاری کا ایک راستہ ہے اور ذریعہ ہے چنانچہ اس راستے کا بند کرنا بہت ضروری ہے''

اخیر میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی اس وصیت کی یاد دہانی کراتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذَالِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا

ظَھَرَ مِنۡھَا﴾ (النور:۳۰۔۳۱)

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے، مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے، اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے، یا اپنے والد کے، یا اپنے خسر کے، یا اپنے لڑکوں کے، یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جیل کی عورتوں کے، یا غلاموں کے، یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں، یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں، اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کی سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پا جاؤ۔[1]

۞۞۞

[1] تحریر۔فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان۔ترجمہ ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری رحمہٗ اللہ